مودودی صاحب

اور انکی تحریرات کے متعلق

چند اہم مضامین

جسمیں جماعت اسلامی کے امیر اور اسکے بانی سید ابوالاعلیٰ مودودی
کی تحریفات اور تلبیسات کا بھرپور جائزہ لیا گیا ہے

لکھنے والے

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم
مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ
محدث عصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ
مولانا مفتی رشید احمد صاحب اشرف المدارس کراچی
مولانا حکیم محمد اختر صاحب ناظم مجلس اشاعت الحق
مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدیر بینات کراچی
اور دیگر حضرات

مودودی صاحب

اور اُن کی تحریرات کے متعلق

چند اہم مضامین

جس میں جماعت اسلامی کے امیر اور اس کے بانی سید ابوالاعلیٰ مودودی
کی تحریفات اور تلبیسات کا بھرپور جائزہ لیا گیا ہے

لکھنے والے

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم
مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رح
محدث عصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رح
مولانا مفتی رشید احمد صاحب اشرف المدارس، کراچی
مولانا حکیم محمد اختر صاحب، ناظم مجلس اشاعت الحق
مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدیر بینات کراچی

اور دیگر حضرات

دار الاشاعت
مقابل مولوی مسافر خانہ بندر روڈ کراچی ۱

ملنے کے پتے

سعودی عرب

۱۔ مکتبۂ امدادیہ باب العمرہ مکۃ معظمہ
۲۔ مکتبہ الحجاز المدینۃ المنورہ

پاکستان

۱۔ دار الاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ۱
۲۔ مظہری کتب خانہ ۱۲/۱ جی ناظم آباد کراچی ۱۸
۳۔ مکتبہ دار العلوم کراچی ۱۴
۴۔ ادارۃ المعارف کراچی ۱۴
۵۔ ادارۂ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور
۶۔ ملک سنز تاجران کتب کارخانہ بازار فیصل آباد

ھندوستان

۱۔ کتب خانہ یحیوی مظاہر العلوم سہارنپور
۲۔ کتب خانہ اشاعت العلوم محلہ مفتی سہارنپور

مکمل فہرست مضامین مودودی صاحب اور انکی تحریرات کے متعلق

چند اہم مضامین

(۲) فتنۂ مودودیت

از حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب
دامت برکاتہم

مکتوبات شیخ الحدیث بسلسلہ کتب مودودی ۲۹۶

پیشِ لفظ

امابعد! بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم۔ نَحمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُولِہِ الکَرِیم۔
یہ مجموعہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی ثم مہاجر مدنی دامت برکاتہم کی کتاب "فتنۂ مودودیت" اور جناب مولانا محمد اختر صاحب کراچوی سلمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب "مودودی صاحب اکابر کی نظر میں" پر مشتمل ہے اس سے قبل یہ دونوں کتابیں پاکستان اور ہندوستان میں شائع ہو چکی ہیں حسب الحکم حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم دونوں کو یکجا شائع کیا جا رہا ہے۔ مذکورہ بالا دونوں رسالوں کے آخر میں حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کا ایک مکتوب گرامی ملحق کر دیا گیا ہے، ہندوستان سے کسی صاحب نے تبلیغی جماعت اور جماعت اسلامی کے طریقِ کار کے بارے میں کچھ لکھا تھا اور بعض وجوہ سے جماعت اسلامی کو ترجیح دی تھی، مثلاً یہ کہ وہ پورے دین کی دعوت دیتی ہے اور سیاسی حالات سے بھی باخبر رہتی ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ان کو جو جواب لکھوایا تھا اس کی نقل اس مجموعہ میں شائع کر دی گئی ہے۔ بانیٔ جماعت اسلامی جناب سید ابوالاعلیٰ مودودی کے افکار و خیالات ان کی کثیر تعداد تصنیفات میں پائے جاتے ہیں چونکہ وہ ایک مصنف ہی نہیں بلکہ وہ ایک جماعت کے بانی بھی ہیں جس کی وجہ سے ان کی کتابیں بہت زیادہ تعداد میں شائع ہوتی رہتی ہیں اور جماعت اسلامی کے حضرات بڑی محنت اور کاوش کے ساتھ مودودی صاحب کی کتابوں کو اور ان کے افکار کو خیالات اور تحریرات کو پھیلاتے رہتے ہیں، جماعت میں شرکت کی دعوت دینا عملی طور پر مودودی صاحب کے افکار و خیالات کی دعوت دینے کے مرادف ہے اگرچہ جماعت کے افراد ناواقفوں کو بہلانے اور بہکانے کے لیے یہ کہتے ہیں کہ جماعت اور مودودی صاحب دو چیزیں ہیں علیحدہ علیحدہ ہیں کوئی ضروری نہیں کہ جماعت اسلامی کے افراد مودودی صاحب کے افکار و خیالات سے پوری طرح متفق ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس شخص کے لٹریچر پر ہی جماعت کا وجود ہو اور جو جماعت کا بانی اور امیر اوّل ہو، عملی طور پر جماعت سے تعلق رکھنے والے اس کے افکار و خیالات کے مخالف نہیں ہو سکتے۔ جس کا تجربہ ہے، مشاہدہ ہے کہ پوری جماعت مودودی صاحب کی ذہنی غلامی میں مبتلا ہے۔

جب حضرات علمائے کرام کے سامنے جناب مودودی صاحب کی تحریرات و تصنیفات آئیں اور ان کے مضامین نظر سے گذرے تو شرعی طور پر ان میں جو چیزیں قابلِ اعتراض تھیں ان کی نشاندہی کی لیکن جناب مودودی صاحب نے ان پر کوئی توجہ نہ دی اور

خود مودودی صاحب اور انکی جماعت ان قابل اعتراض چیزوں کو نا قابل رجوع سمجھتے رہے اور سمجھتے ہیں ان سے تو حق کے قبول کرنیکی اُمید نہیں ہے مگر امت مسلمہ کے سامنے پوری کیفیت بیان کرنا علماء کی اہم ذمہ داری ہے جسکی وجہ سے برابر قلم اُٹھاتے رہتے ہیں۔ اس مجموعہ کے آخر میں ان کتابوں کی فہرست بھی ملحق کر دی گئی ہے جو مودودی صاحب کے افکار و خیالات کی تردید میں یا ان کی جماعت کے بارے میں لکھی گئیں ایسی کتابوں کی تعداد بہت ہے اور ان سب کے ناموں کا استیعاب بہت دشوار ہے ہم صرف انہی کتابوں کی فہرست پیش کر رہے ہیں جو عجلت میں تیار ہوئی ہے ان میں جناب مولانا ابوالحسن ندوی اور جناب مولانا محمد منظور نعمانی اور جناب حکیم عبدالرحیم اشرف اور جناب وحید الدین خان صاحب اور جناب شمس الحسن صاحب صدیقی اور جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب لاہوری اور جناب حکیم عبید اللہ صاحب سرمی نگری کی تحریرات زیادہ قابل توجہ ہیں کیونکہ یہ حضرات جماعت اسلامی کے نہ صرف رکن رکین تھے بلکہ جماعت کے صف اوّل کے داعیوں میں سے تھے بلکہ ان میں بعض حضرات وہ ہیں جو جماعت کی تاسیس میں شریک تھے یہ حضرات جماعت سے کیوں علیحدہ ہوئے انہوں نے اس کے اسباب مفصل لکھے ہیں چونکہ یہ گھر کے بھیدی رہ چکے ہیں اسلیے انکی گواہی زیادہ معتبر ہے جماعت اسلامی کے احباب کوئی بات ماننے کو تیار نہیں ہوتے تاہم علماء کرام کی گرانقدر رائیں اور ناقدین کی تحریریں اور جماعت سے نکلنے والے حضرات کے مضامین طالب حق کیلیے مشعل راہ ضرور ہیں۔ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم — آج کل جماعت اسلامی کے احباب نے یہ بات اٹھائی ہے کہ جناب مودودی صاحب کی تحریرات کے خلاف کچھ شائع کرنا مسلمانوں کے اتحاد کو ٹھیس لگانے کے مرادف ہے۔ ہم ان سے عرض کرتے ہیں کہ مسلمان اچھے خاصے غیر منقسم ہندوستان میں بستے تھے مودودی صاحب نے اپنی تحریروں سے تفرقہ کی بنیاد ڈالی اور اُسے وسعت دیکر ایک نیا فرقہ مسلمانوں میں پیدا کر دیا۔ مودودی صاحب تو اس دنیا سے چلے گئے ان کی جماعت کے جو لوگ اتحاد کے علمبردار بننا چاہتے ہیں انہیں چاہیے کہ اس بات کا اعلان کریں کہ مودودی صاحب نے جمہور اہل سنت کے خلاف جو کچھ تحریر فرمایا ہے اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضرات مجددین کرام رحمۃ اللہ علیہم کے خلاف جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح نہیں ہے اگر وہ اس کی ہمت کر لیں تو آج ہی اتحاد ہو جاتا ہے۔ نیز جماعت کے احباب یہ جو کہتے ہیں کہ مودودی صاحب کی ذات اور جماعت اسلامی دو چیزیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ مذکورہ بالا اعلان کرنے سے اس کا بھی یقین ہو جائے گا کہ ان کی یہ بات کم از کم ان کے نزدیک تو صحیح ہے۔ یہ بات بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ باطل کے ساتھ اتحاد محمود نہیں ہوتا حق کے لیے اور حق کے ساتھ جو اتحاد ہو وہی محمود ہے۔

واللہ الموفق للسداد والرشاد

احقر محمد اقبال ہوشیارپوری

نزیل مدینہ منورہ

(خادم حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مودودی صاحب اکابر امت کی نظر میں

حقائق وبصائر

تالیف

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہٗ

مجاز بیعت حضرت مولانا ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم

وخادم خاص حضرت مولانا عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

از اکابر خلفاء

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی نوراللہ مرقدہٗ

مضامین اکابر امت

تقریظ از

علامۂ عصر محدث کبیر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری

دامت برکاتہم مؤسس مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی وصدر وفاق مدارس
عربیہ وامیر مجلس تحفظ ختم نبوۃ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گرامی مفاخر برادر محترم مولانا حکیم محمد اختر صاحب زیدت معالیہم کا مرتب کردہ رسالہ "اکابر امت اور مودودی صاحب" دیکھا دل خوش ہوا۔ اس لئے کہ اس پُرآشوب دَور میں سب سے بڑا فتنہ یہ ہے کہ ایمان کے زوال کا خطرہ پیدا ہوا اور سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ اس قسم کے فتنوں سے بچنے کی کوشش ہو۔ مودودی صاحب کے رسائل و مقالات و تالیفات میں ایسے خطرناک مواد اور خطرناک تعبیرات موجود ہیں جن سے جدید نسل جو باقاعدہ علوم دین سے ناواقف ہیں وہ گمراہی و ضلالت ہی نہیں کفر صریح میں مبتلا ہو جائیں گے۔ عصر حاضر کے اکابرین امت کی رائے امت کے سامنے پیش کرنے سے ایک اہم فریضہ پورا ہو جاتا ہے۔ اکثر اکابر کی رائے اس وقت کی ہے جب کہ مودودی صاحب کی تفسیر تفہیم القرآن اور خلافت و ملوکیت جیسی کتابیں وجود میں نہیں آئی تھیں لیکن ابتدائی دور میں چند ہی مقالات و تالیفات سے اپنی نور ایمانی اور فراست ایمانی سے فتنے کے عواقب کو تاڑ گئے اور اگر بعد کی چیزیں سامنے آجاتیں تو شاید

زیادہ صراحت کے ساتھ اور شدت کے ساتھ کچھ فرماتے بہرحال یہ مجموعہ آراء اکابر وقت کا اہم تقاضا تھا جو موصوف نے ادا کیا اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور امت کو ہر زیغ و ضلال سے نجات عطا فرمائیں آمین۔ اور آرزو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مودودی صاحب کو یہ توفیق نصیب فرمائے کہ صاف صاف ان ضلالات سے توبہ کر کے اعلانِ حق کریں اور اپنے قلم سے اس رجوع کا اعلان کریں تاکہ اس کا خاتمہ بھی بالخیر ہو اور آئندہ نسل بھی ان کی تالیفات سے مزید گمراہی میں مبتلا نہ ہو۔ اور حدیث نبوی مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃً سَیِّئَۃً فَعَلَیْہِ وِزْرُہَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِہَا بَعْدَہٗ کے وبال عظیم اور خسران عظیم سے بچائے اور تواصی بالحق کا یہی تقاضا ہے کہ حق تعالیٰ تمام مسلمانوں کو صحیح سمجھ اور صحیح عمل کی توفیق نصیب فرمائیں آمین۔

محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ

یکشنبہ و شعبان ۱۳۹۶ھ

۷ اگست ۱۹۷۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مقدمہ

امابعد! احقر محمد اختر عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ احقر سے بعض احباب جماعت اسلامی کی قومی خدمات کی تعریف کرتے ہوئے سوال کرتے تھے کہ اس امر میں اکابر اُمت کی کیا رائے ہے اور ہم کو کیا کرنا چاہیئے۔ اُمت کی اس پریشانی اور تردد کو حل کرنے کے لئے دل میں یہی تقاضا ہوا کہ اکابر اُمت جو علم دین کے مستند ماہرین ہیں اور اُمت کے سوادِ اعظم نے ان کی حیات میں اور بعد الممات بھی ان کے آراء و فتویٰ پر اعتماد کیا ہے ان کو ایک رسالہ کی صورت میں جمع کر دیا جائے تاکہ ہر سائل یا متردد اور طالب حق کو اپنے لئے اس جماعت کے ساتھ الحاق یا تعاون یا اس کے صراط مستقیم پر ہونے نہ ہونے کا فیصلہ کرنا آسان ہو جاوے۔

اللہ تعالیٰ اس مختصر رسالہ کو اپنی رحمت سے اُمت کے لئے نافع و ہادی فرمائیں اور قبول فرمائیں آمین۔

العارض محمد اختر عفا اللہ عنہ

حوالہ جات اور ماخذ

(۱) اشرف السوانح : (حضرت خواجہ مجذوبؒ)
(۲) فتنۂ مودودیت : مصنفہ : حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب دامت برکاتہم ۔ مطبوعہ کراچی
(۳) عادلانہ دفاع : مصنفہ : مولانا سید نور الحسن بخاری
(۴) صراط مستقیم (ایڈیشن دوم) قاضی عبد السلام صاحب۔ خلیفہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ
(۵) مکاتیب سلیمان : مولانا مسعود عالم ندوی ۔ مطبوعہ لاہور
(۶) حق پرست علماء کی مودودیت سے ناراضگی کے اسباب
(۷) کلام طیب : محبوب المطابع برقی پریس دہلی
(۸) ماہنامہ بینات : کراچی
(۹) منصب نبوت اور انکے عالی مقام حاملین (مولانا ابو الحسن علی ندوی)
(۱۰) جماعت اسلامی سے مجلس مشاورت تک مولانا منظور نعمانی ۔ مدیر الفرقان ۔ ناشر مولانا قمر الدین
(۱۱) جماعت اسلامی سے مخالفت کیوں ؟ (مطبوعہ ڈھاکہ)
(۱۲) مکتوب ہدایت ۔ مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند
(۱۳) مودودی اور ایک ہزار علماء ۔ مطبوعہ ملتان
(۱۴) ترجمان الاسلام ۔ لاہور
(۱۵) رسالہ عربیہ ۔ الاستاذ المودودی (مطبوعہ کراچی) مصنفہ : حضرت مولانا محمد یوسف بنوری دامت برکاتہم
(۱۶) استفتائے ضروری ۔ مطبوعہ رامپور

رائے عالی حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

(بحوالہ ترجمان الاسلام لاہور ۳۰ دسمبر ۱۹۵۷ء) حضرت مولانا حماد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ قادری سجادہ نشین ہالے جی شریف ضلع سکھر نے ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانویؒ کو کسی نے مودودی کا رسالہ ترجمان دیدیا آپ نے چند سطریں پڑھ کر ارشاد فرمایا کہ باتوں کو نجاست میں ملا کر کہتا ہے۔ اہل باطل کی باتیں ایسی ہی ہوا کرتی ہیں یہ فرمایا اور رسالہ بند کر کے رکھدیا اور خاتمۃ السوانح صـ۱۴۴ میں تحریر ہے کہ حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ میرا دل اس تحریک کو قبول نہیں کرتا۔

رائے عالی حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

جماعت اسلامی اور مودودی صاحب کے متعلق کسی سائل کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ یہ جماعت گمراہ جماعت ہے۔ اس کے عقائد اہل سنت والجماعت اور قرآن و حدیث کے خلاف ہے دوسرے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اس جماعت کے ساتھ مل کر کام کرنا اور تعاون کرنا درست نہیں ہے۔ اس جماعت کی کوشش اس اسلام کے لئے نہیں جو کہ حقیقی ہے بلکہ ایک نام نہاد مودودی صاحب کے اختراعی اور نئے اسلام کے لئے ہے۔ یہ لوگ عام مسلمانوں کو دھوکہ دینے اور اپنا ہمدم بنانے کے لئے اسلام اور دین کا نام لیتے ہیں۔ ناواقف لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ اصلی اور دیندار ہیں ان کے رسالوں اور کتابوں میں دینی پیرائے میں وہ بد دینی اور الحاد کی باتیں مندرج ہیں جن کو ظاہر بین اور ناواقف انسان سمجھ نہیں سکتے اور بالآخر اس اسلام سے جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لائے تھے اور امت محمدیہ جس پر ساڑھے تیرہ سو برس سے عمل پیرا رہی ہے

بالکل علیٰحدہ اور بیزار ہو جاتا ہے۔

آپ حضرات سے امیدوار ہوں کہ اس فتنے سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے سکوت اور غفلت اور چشم پوشی کو روا نہ رکھیں بلکہ حسب ارشاد

در فتنے کہ اکنوں گرفت است پائے
بہ نیروے شخصے بر آید زجائے

پوری جد و جہد کام میں لائیں گے۔

حسین احمد غفرلہٗ ۲۱ جمادی الثانی ۱۳۷۰ھ
دارالعلوم دیوبند

رائے عالی حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رح دہلوی

(مکتوب ہدایت ص۲۱ مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

مودودی جماعت کے افسر مولوی ابوالاعلیٰ مودودی کو میں جانتا ہوں وہ کسی معتبر اور معتمد علیہ عالم کے شاگرد اور فیض یافتہ نہیں ہیں اگرچہ ان کی نظر اپنے مطالعہ کی وسعت کے لحاظ سے وسیع ہے تاہم دینی رجحان ضعیف ہے۔ اجتہادی شان نمایاں ہے اور اسی وجہ سے ان کے مضامین میں بڑے بڑے علمائے اعلام بلکہ صحابہ کرام رضہ پر بھی اعتراضات ہیں اس لئے مسلمانوں کو اس تحریک سے علیٰحدہ رہنا چاہیئے اور ان سے میل جول، ربط و اتحاد نہ رکھنا چاہیئے۔ ان کے مضامین بظاہر دلکش اور اچھے معلوم ہوتے ہیں مگر ان میں وہ باتیں دل میں بیٹھتی چلی جاتی ہیں جو طبیعت کو آزاد کر دیتی ہیں اور بزرگانِ اسلام سے بدظن کر دیتی ہیں۔

(مفتی) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ
دہلی

مودودی جماعت اور اُس کے لٹریچر کے متعلق

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم کا

۲۰ سال قبل ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ کا خط

(بنام حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب ناظم مجلس اشاعۃ الحق۔ کراچی)

مکرم و محترم حکیم صاحب زادت منازلکم

بعد سلام مسنون گرامی نامہ پہنچا جس میں اس ناکارہ کا خیال مودودی جماعت اور اس کے لٹریچر کے متعلق دریافت فرمایا گیا ہے اس سے تعجب ہوا اس ناکارہ کا اختلاف تو ہندو پاکستان میں اظہر من الشمس ہے، ۴ اگست ۱۹۵۱ء جو اکابر علمائے جمعیت اور اکابر علمائے دیوبند و مظاہر العلوم کا متفقہ فیصلہ شائع ہوا تھا، اس پر ہمارے بھی دستخط ہیں اور وہ مضمون یہ ہے:

مودودی جماعت اور جماعت کے لٹریچر سے عام لوگوں پر یہ اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ ائمہ ہدایت کی اتباع سے آزادی اور بے تعلقی پیدا ہو جاتی ہے جو عوام کے لئے مہلک اور گمراہی کا باعث ہے جو حضرات اس کو معمولی سمجھتے ہیں ان کو غالباً جماعت کے افراد سے اختلاط کی نوبت نہیں آتی جس سے ان کو مضرتوں کا اندازہ نہیں ہوتا بہرحال یہ ناکارہ اس جماعت میں شرکت یا ان کے لٹریچر کے پڑھنے کو مسلمانوں کے لئے انتہائی

مضر سمجھتا ہے۔

فقط والسلام محمد زکریا مظاہر العلوم سہارنپور

۱۶ ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ

نوٹ حضرت شیخ الحدیث کی تفصیلی رائے اور آپ کا عالمانہ محاسبہ "فتنۂ مودودیت" میں ملاحظہ فرمایئے جو آپ کی اس موضوع پر معرکۃ الآرا تصنیف ہے۔ سہارنپور۔ لاہور، کراچی میں طبع ہو چکی ہے۔

تنبیہ اصل مکتوب گرامی حضرت شیخ الحدیث صاحب کا مجلس اشاعۃ الحق میں محفوظ ہے۔

اکابر دیوبند کا متفقہ فیصلہ

دفتر جمعیۃ علماء ہند دہلی میں بتاریخ یکم اگست ۵۱ء علمائے کرام کے ایک اجتماع میں مودودیت کے متعلق حسب ذیل فیصلہ صادر ہوا "مودودی صاحب کی جماعت اور جماعت اسلامی کے لٹریچر سے عام لوگوں پر جو اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ ائمہ ہدایت کی اتباع سے آزادی اور بے تعلقی پیدا ہو جاتی ہے جو عوام کے لئے مہلک اور گمراہی کا باعث ہے اور دین سے وابستگی رکھنے کے لئے صحابہ کرام اور اسلاف عظام سے جو تعلق رہنا چاہیئے اس میں کمی آجاتی ہے نیز مودودی صاحب کی بہت سی تحقیقات غلط ہیں اور ان امور سے ایک جدید فتنہ بلکہ دین ہی کی ایک محدث اور نئے رنگ کی بنیاد پڑ جاتی ہے جو یقیناً مسلمانوں کے لئے مضر ہے اس لئے ہم ان امور اور ان پر مشتمل تحریک کو غلط اور مسلمانوں کے لئے مضر سمجھتے ہیں اور اس سے بے تعلقی کا اظہار کرتے ہیں۔

دستخط حضرات شرکائے اجتماع

حضرت[1] مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی شیخ الاسلام حضرت[2] مولانا السید حسین احمد صاحب مدنی حضرت[3] مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت[4] مولانا عبداللطیف صاحب مہتمم مظاہر العلوم سہارنپور حضرت[5] مولانا زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور حضرت[6] مولانا احمد سعید صاحب دہلوی[7] حضرت[8] مولانا سعید احمد صاحب مفتی مظاہر العلوم سہارنپور شیخ الادب[9] حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحب دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب[10]

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ مصنف شاندار ماضی

(منقولہ از ماہنامہ دارالعلوم ذی قعدہ ۱۳۷۰ھ ص ۴۹
روزنامہ الجمعیۃ دہلی ۳ اگست ۵۱ء)

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ

فرماتے ہیں

اب تک ہم نے مودودی صاحب اور ان کی جماعت نام نہاد جماعت اسلامی کی اصولی غلطیوں کا ذکر کیا ہے جو انتہائی درجہ میں گمراہی ہے۔ اب ان کی قرآن شریف اور احادیث صحیحہ کی کھلی ہوئی مخالفتوں کا ذکر کرینگے۔ جن سے صاف ظاہر ہو جائیگا کہ مودودی صاحب کا کتاب وسنت کا بار بار ذکر فرمانا ڈھونگ ہے وہ نہ کتاب کو مانتے ہیں اور نہ سنت کو مانتے ہیں بلکہ وہ خلاف سلف صالحین ایک نیا مذہب بنا رہے ہیں اور اسی پر لوگوں کو چلا کر دوزخ میں دھکیلنا چاہتے ہیں۔
(مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت ص ۴۶)

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

مودودی صاحب نے ۴۸ء میں جہاد کشمیر کے متعلق جب یہ کہا کہ پاکستانی مسلمانوں کے لئے "رضاکارانہ طور پر بھی اس میں حصہ لینا جائز نہیں ہے" تو علامہ عثمانی نے ان کو تحریر فرمایا:

بعض احباب نے مجھے ترجمان القرآن کا وہ پرچہ دکھایا جس میں آپ نے کسی شخص کے خط کا جواب دیتے ہوئے جنگ کشمیر کے متعلق اپنے خیالات شرعی حیثیت

سے ظاہر فرمائے ہیں ۔ جنگ کشمیر کے اس نازک مرحلے پر آپ کے قلم سے یہ تحریر دیکھ کر مجھے حیرت بھی ہوئی اور شدید قلق بھی ہوا کیونکہ میرے نزدیک اس معاملہ میں جناب سے ایسی مہلک لغزش ہوئی ہے جس سے مسلمانوں کو عظیم نقصان پہنچنے کا احتمال ہے ۔

روزنامہ احسان لاہور
۱۱ر ستمبر ۱۹۴۸ء

ارشاد گرامی مخدوم العلما حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ حضرت تھانوی مہتمم خیر المدارس ملتان

مودودی اور اس کے متبعین کے بعض مسائل خلاف اہل سنت والجماعت کے ہیں ۔ سلف صالحین کے اتباع کے منکر ہیں ۔ لہذا بندہ ان کو ملحد سمجھتا ہے ۔

حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی سابق وزیر معارف قلات کی رائے گرامی

مودودی صاحب کی تحریرات پر نگاہ ڈالی ۔ موصوف کے متعلق احقر کا تاثر یہ ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لائے ہوئے اسلام سے مطمئن نہیں ۔ اس لئے اس کو اپنے ڈھب پر لانا چاہتے ہیں ۔ جس کے لئے اصلی اسلام میں ترمیم ناگزیر ہے لیکن اس کا چھپانا بھی ضروری ہے ۔ اس لئے وہ اپنی اس ترمیم کے تخریبی عمل کو انشار پردازی اقامت دین کے نعروں ، یورپی طرز کے پروپیگنڈا کے پردوں میں چھپانے کی کوشش کرتے ہیں ۔ اس تخریبی عمل کے محرکات دو ہیں ۔ نفسانی تعلی اور فقدان خشیت اللہ ۔ اور عوام میں بھی ان دونوں بیماریوں میں مبتلا افراد کی کمی نہیں ۔ یہی باطنی ہم رنگی دائرہ تحریک کی توسیع کا اصلی سامان ہے ۔

فرمان عالیشان سوۃ العلماء حضرت مولانا نصیر الدین صاحب شیخ الحدیث غورغشتوری رح
خلیفہ حضرت مولانا حسین علی صاحب

مودودی خیال اور فعل یعنی گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے ۔

استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالحق مدظلہم شیخ الحدیث و بانی
دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مودودی کے عقائد اہل سنت والجماعت کے خلاف اور گمراہ کن ہیں
مسلمان اس فتنے سے بچنے کی کوشش کریں ۔

رائے عالی حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رح

صدر جمعیت علمائے پاکستان ڈھاکہ

۲۱ر رجب ۱۳۷۳ھ بہ ۵۰/۶ ۶

کراچی سے ایک صاحب نے حسب ذیل استفتار مولانا ظفر احمد عثمانی کے پاس بھیجا یہ بتائے بغیر کہ یہ عبارات کس کی ہیں۔

استفتار کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع مبین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے عقائد خود اُس کے الفاظ میں حسب ذیل ہیں۔

ع۱ یہ حقیقت ناقابلِ انکار ہے کہ شارع نے غایت درجہ کی حکمت اور کمال درجہ کے علم سے کام لے کر اپنے احکام کی بجاآوری کے لئے زیادہ تر ایسی ہی صورتیں تجویز کی ہیں جو تمام زمانوں اور تمام مقامات اور تمام حالات میں اس کے مقاصد کو پورا کرتی ہیں لیکن اس کے باوجود بکثرت جزئیات ایسے بھی ہیں جن میں تغیّرِ حالات کے لحاظ سے احکام میں تغیّر ہونا ضروری ہے۔ جو حالات عہدِ رسالت کے ہوں اور عہدِ صحابہؓ میں عرب کے اور دُنیائے اسلام کے تھے لازم نہیں کہ بعین وہی حالات ہر زمانے اور ہر مُلک کے ہوں لہٰذا احکام اسلامی پر عمل کرنے کی جو صورتیں ان حالات میں اختیار کر لی گئی تھیں ان کو ہو بہو تمام زمانوں اور تمام حالات میں قائم رکھنا اور مصالح اور حکم کے لحاظ سے ان کے جزئیات میں کسی قسم کا ردّ و بدل نہ کرنا ایک طرح کی رسم پرستی ہے جس کو روحِ اسلامی سے کوئی علاقہ نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ جزئیات میں دلالت النص اور اشارۃ النص تو در کنار صراحتہ النص کی پیروی بھی تفقہ کے بغیر دُرست نہیں ہوتی اور تفقہ کا اقتضار یہ ہے کہ انسان ہر مسئلہ میں شارع کے مقاصد

اور مصالح پر نظر رکھے اور اسی لحاظ سے جزئیات میں تغیر احوال کے ساتھ ایسا تغیر کرتا رہے جو شارع کے اصول تشریع پر مبنی اور اس کے طرز عمل سے اقرب ہو۔

نمبر۲ اہل روایت نے جو خدمت اپنے ذمے لی تھی وہ دراصل یہ تھی کہ قابل اعتماد ذرائع سے نبی کریم کے عہد سے متعلق جتنا مواد ان کو بہم پہنچے اس سے جمع کر دیں۔ چنانچہ یہ خدمت انہوں نے انجام دی اس کے بعد یہ کام اہل درایت کا ہے کہ وہ نفس مضامین پر غور کر کے ان روایات سے کام کی باتیں اخذ کرے اس لئے یہ دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے کہ بخاری میں جتنے احادیث درج ہیں ان کے مضامین کو بھی جوں کا توں بلا تنقید قبول کرنا چاہیئے اس سلسلے میں یہ بات بھی جاننے کی ہے کہ کسی روایت کے سنداً صحیح ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا نفس مضمون بھی ہر لحاظ سے صحیح اور جوں کا توں قابل قبول ہو۔

نمبر۳ سنت کے متعلق عموماً لوگ سمجھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ اپنی زندگی میں کیا ہے وہ سب سنت ہے لیکن یہ بات ایک بڑی حد تک درست ہونے کے باوجود ایک حد تک غلط بھی ہے اور اصل سنت اس طریق عمل کو کہتے ہیں جس کے سکھانے اور جاری رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو مبعوث کیا تھا اس سے شخصی زندگی کے وہ طریقے خارج ہیں جو نبیؐ کے بحیثیت ایک انسان ہونے کے یا بحیثیت ایک شخص ہونے کے جو انسانی تاریخ کے خاص دور میں پیدا ہوا تھا اختیار کئے جو امور آپ نے عادتہً کئے ہیں انھیں سنت بنا دینا اور تمام دنیا کے انسانوں سے یہ مطالبہ کرنا کہ وہ سب ان عادات کو اختیار کریں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کا ہرگز یہ منشا نہ تھا۔ یہ تحریف ہے جو دین میں کی جارہی ہے۔

نمبر۴ (دجال کے متعلق تفاصیل جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے)

ان امور کے متعلق جو مختلف باتیں حضورؐ سے منقول ہیں وہ دراصل آپؐ

کے قیاسات ہیں جن کے بارے میں آپ خود شک میں تھے۔

سوال۔ سوال یہ ہے کہ ۱ مذکورہ بالا عقائد رکھنے والا شخص صحیح معنوں میں مسلمان اور متبعِ سنّت کہلائے گا یا منکرِ احادیث؟ ۲ اگر منکرِ احادیث کہلائے گا تو اسلام میں اس کا کیا مقام ہے؟ ۳ ایسا شخص دائرۂ اسلام سے خارج اور ملحد بددین ہے یا نہیں؟

جواب ۱ بظاہر یہ شخص منکرِ احادیث ہے ۲ دائرۂ اسلام سے تو خارج نہیں مگر گمراہ اور مبتدع ہے ۳ ایسے شخص سے مسلمانوں کو دُور رہنا چاہیئے اور اس کی باتوں پر ہرگز اعتماد نہ کرنا چاہیئے اس کو جاہل اجہل سمجھنا چاہیئے۔

دستخط ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ ۱۱ رجب ۱۳۷۲ھ

عبارات بالا جناب ابوالاعلیٰ مودودی صاحب امیر جماعت اسلامی کی ہیں حوالے حسب ذیل ہیں:-

۱ تفہیمات حصّہ دوم صفحہ ۳۲۷، ۳۲۶

۲ ترجمان القرآن بابت اکتوبر نومبر ۱۹۵۲ء صفحہ ۱۱۳، ۱۱۷

۳ رسائل مسائل صفحہ ۳۱۰، ۳۱۲

۴ رسائل مسائل خلاصہ ۵۶، ۵۷

رائے عالی مولانا قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم

مودودیت کی تحریک تاریخ اور سنّت کی روشنی میں —!

(مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کا ایک مکتوب)

مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے مولانا عبدالجبار ابوہری کے استفسار کے جواب میں تحریر کیا تھا۔

نحمدہ ونصلی۔ حضرت المحترم السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ گرامی نامہ باعثِ سرفرازی ہوا یاد آوری کا ممنون ہوں۔ مودودی صاحب کی جماعت کے بعض ذمہ دار حضرات نے مجھے ان کا لٹریچر بھی محض اس غرض سے عنایت فرمایا کہ میں ان کی تحریک حکومت الہیہ کے بارے میں بصیرت سے کوئی خیال ظاہر کر سکوں، ماضی قریب میں ممدوح الصدر کا یاددہانی کا والانامہ بھی آیا جس میں رائے ظاہر کر دینے کے بارے میں تذکیر کی گئی تھی قلتِ فرصت اور کثرت مشاغل کے سبب ابھی تک ان کے پاس رائے لکھ کر ارسال نہیں کر سکا ہوں جس کا افسوس ہے موصوف منتظر ہوں گے اسی دوران میں جناب کا والانامہ صادر ہوا جو مزید تذکیر کا باعث ہوا اس لئے تحریک مذکورہ کے بارے میں یادداشت قلم بند کی جسے ان کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں وہی مضمون جناب کی خدمت میں بھی بھیج دیتا ہوں۔ میں نے اس تحریک کے لٹریچر کا بنیادی حصہ اور بعض ٹریکٹ اور پمفلٹ بالاستیعاب دیکھے جہاں تک نفس تحریک حکومت الہیہ اور اس کے نصب العین کا تعلق ہے مجھے اس میں کوئی چیز خلاف شریعت محسوس نہیں ہوئی بلکہ تعمیری رنگ میں یہ ایک اچھی اور مفید تحریک ہے۔ اگر اس کے اصلی اور صحیح رنگ میں اسے آگے بڑھایا جائے

مودودی صاحب کی فقہ وتصوف میں کوتاہ علمی

البتہ اس سلسلے میں جہاں تک مودودی صاحب کی فقہ و تصوف میں رائے زنی اور دخل دینے کا تعلق ہے مجھے اس سے شدید اختلاف ہے۔ میں ان کی تحریرات اور طرز استدلال نیز نوعیت معلومات سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ نہ انہیں دونوں فنوں سے مناسبت ہے اور نہ وہ ان میں مستند معلوم ہوتے ہیں۔ اس بارے میں ان کی رائے غیر صاحب فن اور غیر مبصر کے عقلی استنباط سے زیادہ کوئی درجہ نہیں رکھتی جو ظاہر ہے کہ حُذاق فن اور عملی ماہرین کے سامنے کسی درجہ میں قابل التفات نہیں ہوسکتی موصوف کے اُصول پر جب کہ مستند علماء ماہرین دین حتیٰ کہ سلف صالحین کا اجتہادی استنباط اور فہم نصوص کسی درجہ میں بھی قابل اعتبار نہیں تو ان کے اصول پر خود ان کا استنباط یا فہم نصوص دوسروں کے لئے کیسے قابل قبول اور لائق اعتنا ہوسکتا ہے۔ نص کے الفاظ میں تو بحث ہے ہی نہیں کلام تو مدلول میں ہے اور مدلول کی تعین میں فہم کا دخل ہے اور وہی حجت نہیں تو خود ان کے فہم یا استدلال سے کسی فہم کو کیسے تسکین ہوسکتی ہے۔ اس لئے فقہ اور تصوف میں جس حد تک ان کے استدلال یا استنباط یا بیان مفہوم کا تعلق ہے نہ وہ حجت ہے نہ قابل التفات سلف وخلف کے فہم واستنباط کا جب مقابلہ ہوگا تو موصوف تو خلف جیسے قریب العہد افراد کے مفہوم واستدلال کو معتبر کہیں گے اور ہمارے نزدیک قصہ برعکس ہوگا

مودودی صاحب کے فقہی قیاسات غیر معتبر ہیں

اسلئے فقہ اور تصوف کے بارے میں ان کی پیش کردہ آراء و قیاسات فنی حیثیت سے قبولیت کا کوئی مقام نہیں رکھتے بنا بریں اس کی ضرورت نہیں ہے کہ ان کی فرعومہ

جزئیات فقہ یا مسائل تصوف وغیرہ پر کوئی تنقید کی جائے اور اس کا حکم معلوم کیا جائے اس مذکورہ بالا معیار سے ان کی ساری جزئیات کا فیصلہ ہو سکتا ہے۔ رہا اصلی فقہ و تصوف سو میں سمجھتا ہوں کہ ان فنون کو ساقط الاعتبار ٹھہرا کر خود اس تحریک حکومت الہیہ کو نہ چلایا جا سکتا ہے اور نہ قابل اعتبار ہی باور کرایا جا سکتا ہے کیونکہ اللہ کی حکومت عالم آفاق میں تو اس حد تک ظاہر و شاہد ہے کہ اس کے منوانے کے لئے کسی رسمی تحریک کے اٹھانے کی ضرورت ہی نہیں ہے

مودودی صاحب اور حکومت الٰہیہ ایک سیاسی نعرہ

تحریک کی اگر ضرورت ہے تو انفس کے لئے ہی ہو سکتی ہے کہ انسانوں کے ظاہر و باطن پر خدائی حکومت کا سکہ مسلط ہو جائے اور اعمال ظاہر و باطن کے لحاظ سے بالارادہ قانون الٰہی کا ظہور کہلائے گی اور ظاہر ہے کہ الٰہی حکومت کے احکام ظاہر کے مجموعہ کا اصطلاحی نام فقہ اور احکام باطن کے مجموعہ کا اصطلاحی نام تصوّف ہے۔ جن کی بنیادیں قرآن و حدیث نے قائم کی ہوئی ہیں جب ان دونوں کے انکار یا تحریف سے ظاہر و باطن کھلا کر رہ گئے تو حکومتِ الٰہیہ کا سدباب تو پہلے ہی ہو گیا پھر حکومت الٰہیہ کے نام سے ان نفوس پر آخر تسلط کس چیز کا ہو گا جس کی تحریک کی جائے۔ ؎ یکے بر سر شاخ و بن می برید، اس صورت میں حکومت الٰہیہ کا عنوان نصب العین نہ ہو گا بلکہ محض ایک سیاسی نعرہ رہ جائے گا جو خود اپنے مفہوم کی تکذیب کرتا رہے گا اگر خدانخواستہ یہی صورت رہی تو میرا گمان یہ ہے کہ اس کا انجام انہی تحریکوں جیسا ہو گا جو اپنے اپنے وقت میں کسی نہ کسی اسلامی نعرہ کے ساتھ اٹھی اور انجام کار

کسی نہ کسی غیر اصلاحی مقصد یا اسلامی مقصد کے خلاف پر منتج ہو گئیں۔ خوارج نے سب سے پہلے حکومت الہیہ کا اسلامی نعرہ لگایا لیکن اس کے نتیجہ سے فتنہ عقائد اور فتنہ صحابہ کے غیر اسلامی مقاصد نکل آئے یا آج کے دور میں مثلاً سرسید نے تعلیم و ترقی کا نعرہ لگایا مگر اس کے نتیجہ میں انکار خوارق و معجزات اور فتنہ عقائد نکل آیا۔ مشرقی نے قومی عسکریت اور تنظیم کا نعرہ لگایا اور اس کے نتیجہ سے نکل آیا مولوی کا غلط مذہب۔ غرض ان تمام تحریکوں کا عنوان اور نعرہ اسلامی تھا اور اس کے نتیجہ میں مقاصد غیر اسلامی نتیجہ یہ ہوا کہ نا سمجھ عنوان کی خوشنمائی سے مبتلا ہوئے اور سمجھ دار حقیقت کو سمجھ کر بچے رہے اور اس طرح تفریق ہو کر مسلمانوں کے بہت سے افراد ان سے کٹ بھی گئے اور ان کے مد مقابل بھی آکھڑے ہوئے اور فتنہ تخریب و اختلاف نے امت کو گھیر لیا۔ اگر تحریک حکومت الہٰی کے پاکیزہ عنوان کے نتیجہ سے فقہ و تصوف کا انکار اکابر امت کی تحمیق وغیرہ برآمد ہوتی رہیں تو جس تفریق امت پر مذکورہ تحریکات منتج ہوئیں اسی پر یہ تحریک بھی منتج ہو گی بہر حال میں تو سمجھ رہا ہوں کہ اگر مولانا مودودی ایک سیاسی مفکر کی حیثیت سے اپنی سیاست کو مسلمانوں کے سامنے تعمیری رنگ میں پیش فرماتے رہیں اور غیر دینی سیاستوں کی تنقید کر کے مسلمانوں کو ان سے محفوظ رکھنے کی اور اللہ کی حکومت سے وابستہ رکھنے کی کوشش میں لگے رہیں۔ تو ان کی تحریک مفید اور کامیاب ہو جائے گی لیکن اگر وہ مفتی یا شیخ ناقد کی حیثیت سے مسلمانوں کے سامنے آئیں گے تو مسلمان انہیں قبول نہ کریں گے اور اس کا نتیجہ تحریک میں اضمحلال یا مضر ہونے کی صورت میں برآمد ہو گا اور اس طرح ایک اچھی خاصی اسلامی اسکیم ضائع ہو جائے گی یہ حاصل ہے اس مفہوم کا جو میں نے مولانا مودودی کے لٹریچر کے مطالعے سے سمجھا ہے۔ رائے اہل الرائے کی ہوتی

ہے۔ اور حضرات علماء ہی کے افادات اس کے بارے میں مفید و مقبول ہونے چاہئیں لیکن جب کہ خصوصیت سے اس بارے میں جناب اور دوسرے حضرات نے مجھے قابل خطاب سمجھا تو جو فہم و خیال میں آیا عرض کر دیا گیا ہے امید ہے کہ مزاج سامی بخیر و عافیت ہوگا۔

والسلام

(محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند)

رائے عالی حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب رح مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند

مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ لوگ جماعت اسلامی سے اجتناب اور دُوری اختیار کریں اس میں شرکت زہر قاتل ہے اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ لوگوں کو اس جماعت میں شرکت سے روکیں تاکہ گمراہ نہ ہوں اور اس جماعت کا ضرر اس کے نفع سے کہیں زیادہ ہے۔ پس تسامح اور سُستی اور غفلت جائز نہیں اور ہر وہ شخص جو اس جماعت کی طرف لوگوں کو دعوت دے گا یا اس کی تائید کرے گا یا کسی قسم کی اعانت کرے گا گنہگار اور عاصی ہوگا اور معصیت کی طرف دعوت دینے والا شمار ہوگا بجائے اس کے کہ وہ ثواب کا متوقع رہے اور اس جماعت کا کوئی آدمی اگر امامت کرے گا کسی مسجد میں اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی۔

سید مہدی حسن

رئیس دارالافتا دیوبند

۲۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۰ھ

بحوالہ رسالہ عربیہ الاستاذ المودودی ص۵

مصنفہ محدث کبیر علامۃ العصر مولانا محمد یوسف بنوری

موسس مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی

یہ رسالہ عربوں کے لئے لکھا گیا ہے اب اس کا ترجمہ بھی جلد ہی شائع ہونے والا ہے۔

رائے عالی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دامت برکاتہم

مفتی اعظم پاکستان۔ صدر دار العلوم کراچی

(سوال)

بگرامی خدمت حضرت اقدس مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، مفتی اعظم پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارش آنکہ جیسا کہ حضرت والا کو معلوم ہے کہ احقر کو دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار میں افتا کی خدمت انجام دینی پڑتی ہے طرح طرح کے سوالات میں اکثر یہ سوال بھی آتا ہے کہ مودودی صاحب اور ان کی جماعت جمہور اہل سنت والجماعت کے طریقہ پر ہے یا نہیں؛ اور مذاہب اربعہ میں سے اُن کا کس مذہب سے تعلق ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ اور یہ جو مشہور ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں ان کے رُجحانات سلف صالحین کے خلاف ہیں اس کی کیا حقیقت ہے، بعض لوگ آپ کی کسی سابقہ تحریر کی بنا پر آپ کی طرف یہ منسوب کرتے ہیں کہ آپ ان کے نظریات سے اتفاق رکھتے ہیں اس کی کیا اصل ہے؟

والسّلام

احقر محمد وجیہہ، از دار العلوم ٹنڈو الہ یار سندھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

مولانا عہ مودودی صاحب اور جماعت اسلامی کے بارے میں میرے پاس سالہا سال سے سوالات آتے رہے ہیں جن کا جواب میں اس وقت کے حالات اور ان کے بارے میں اپنی اس وقت کی معلومات کے مطابق لکھتا رہا ہوں، ان میں بعض تحریریں شائع بھی ہوئی ہیں اور بعض نجی مکاتیب کے جواب میں لکھی گئی ہیں، اس وقت ان تمام تحریروں کو سامنے رکھنا ممکن نہیں، البتہ اس عرصے میں احقر کو کچھ ان کی مزید تحریرات کے مطالعے کا موقعہ ملا، کچھ ان کی نئی تالیفات سامنے آئیں اور کچھ ان کے لٹریچر عام اثرات اور ان کی جماعت کے حالات کو مزید دیکھنے کا موقعہ ملا، اس مجموعے سے اب ان کے بارے میں جو میری رائے ہے وہ بے کم وکاست ذیل میں لکھ رہا ہوں :-

میری سابقہ تحریرات اگر اس تازہ تحریر کے موافق ہوں تو فبہا اور اگر سابقہ تحریرات میں کوئی چیز اس کے خلاف محسوس ہو تو اسے منسوخ سمجھا جائے اور اب میری رائے کے حوالے کے لئے صرف ذیل کی تحریر پر اعتماد کیا جائے۔

احقر کے نزدیک مولانا مودودی صاحب کی بنیادی غلطی یہ ہے کہ وہ عقائد اور احکام میں ذاتی اجتہاد کی پیروی کرتے ہیں، خواہ ان کا اجتہاد جمہور علمائے سلف کے خلاف ہو، حالانکہ احقر کے نزدیک منصب اجتہاد کے شرائط ان میں موجود نہیں اس بنیادی غلطی کی بنا پر ان کے لٹریچر میں بہت سی باتیں غلط اور جمہور علمائے

عہ کاش اس کو حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم صرف مودودی صاحب سے خطاب فرماتے ایسے شخص کے لئے لفظ مولانا تحریر نہ فرماتے جس کے لئے خود تحریر فرمایا ہے کہ اس شخص نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخیاں کی ہیں۔

اہل سنت کے خلاف ہیں

صحابۂ کرامؓ پر مودودی صاحب کی انتہائی غلط تنقیدی روش

اس کے علاوہ انھوں نے اپنی تحریروں میں علمائے سلف یہاں تک کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید کا جو انداز اختیار کیا ہے وہ انتہائی غلط ہے خاص طور سے "خلافت و ملوکیت" میں بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو جس طرح صرف تنقید ہی نہیں بلکہ ملامت کا بھی ہدف بنایا گیا ہے اور اس پر مختلف حلقوں کی طرف سے توجہ دلانے کے باوجود اصرار کی جو روش اختیار کی گئی ہے وہ جمہور علمائے اہل سنت والجماعت کے طرز کے بالکل خلاف ہے۔

نیز ان کے عام لٹریچر کا مجموعی اثر بھی اس کے پڑھنے والوں پر بکثرت یہ محسوس ہوتا ہے کہ سلف صالحین پر مطلوب اعتماد نہیں رہتا اور ہمارے نزدیک یہ اعتماد ہی دین کی حفاظت کا بڑا انحصار ہے۔ اس سے نکل جانے کے بعد پوری نیک نیتی اور اخلاص کے ساتھ بھی انسان نہایت غلط اور گمراہ کن راستوں پر پڑ سکتا ہے، ہاں یہ صحیح ہے کہ ان کو منکرین حدیث، قادیانیوں یا اباحیت پسند لوگوں کی صف میں کھڑا کرنا بھی میرے لئے درست نہیں جنہوں نے سود، شراب، قمار اور اسلام کے کھلے محرمات کو حلال کرنے کے لئے قرآن وسنت میں تحریفات کی ہیں، بلکہ ایسے لوگوں کی تردید میں ان کی تحریریں ایک خاص سطح کے نوتعلیم یافتہ حلقوں میں موثر اور مفید بھی ثابت ہوئی ہیں، یہ بات میں ہمیشہ سے کہتا آیا ہوں لیکن اگر کوئی شخص میری اس بات کو بنیاد بنا کر یہ کہے کہ میں مودودی صاحب کے اُن نظریات سے متفق ہوں جو انھوں نے جمہور علماء کے خلاف اختیار کئے ہیں

تو یہ بالکل غلط اور خلافِ واقعہ بات ہے۔

اگرچہ جماعت کے قانون میں مولانا مودودی صاحب اور جماعت اسلامی الگ الگ حیثیت رکھتے ہیں اور اصولاً جو بات مودودی صاحب کے بارے میں درست ہو ضروری نہیں کہ وہ جماعت اسلامی کے بارے میں بھی دُرست ہو لیکن عملی طور سے جماعت اسلامی نے مولانا مودودی صاحب کے لٹریچر کو نہ صرف جماعت کا علمی سرمایہ اور اپنے عمل کا محور بنایا ہوا ہے بلکہ اس کی طرف سے زبانی اور تحریری مدافعت کا عام طرزِ عمل ہر جگہ مشاہدہ میں آتا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ جماعت کے افراد بھی ان نظریات اور تحریروں سے متفق ہیں۔ البتہ کچھ مستثنیٰ حضرات ایسے ہوں جو مذکورہ بالا امور میں مولانا مودودی سے اختلاف رکھتے ہوں اور جمہور علمائے اہل سنّت کے مسلک کو اس کے مقابلہ میں درست سمجھتے ہوں تو ان پر اس رائے کا اطلاق نہیں ہو گا۔

نماز کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ امام اس شخص کو بنانا چاہیے جو جمہور اہل سنت کے مسلک کا پابند ہو۔ لہٰذا جو لوگ مودودی صاحب سے مذکورہ بالا اُمور میں متفق ہوں، انھیں باختیارِ خود امام بنانا درست نہیں، البتہ اگر کوئی نماز ان کے پیچھے پڑھ لی گئی تو نماز ہو گئی۔

یہ میری ذاتی رائے ہے جو اپنی حد تک غور و فکر کے بعد فیما بینی و بین اللہ قائم کی ہے، میں کسی مسلمان کے بارے میں بدگمانی اور بے احتیاطی سے بھی اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اور دین کے معاملہ میں مداہنت سے بھی جن حضرات کو میری اس رائے سے اتفاق نہ ہو وہ اپنے عمل کے مختار ہیں، مجھے ان سے کوئی مباحثہ کرنا نہیں نہ میرے قویٰ اور مصروفیات اس کے متحمل ہیں اور اگر کوئی صاحب اس کو شائع کرنا چاہیں تو ان

سے میری درخواست ہے کہ اس کو پورا شائع کریں، ادھورا یا کوئی ٹکڑا شائع کر کے خیانت کے مرتکب نہ ہوں۔

واللہ المستعان و علیہ التکلان

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ
۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

نوٹ: (اس فتویٰ کو حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے اپنی کتاب جواہر الفقہ کا جزء بنا دیا ہے)

رائے عالی حضرت علامۂ عصر محدث کبیر مولانا محمد یوسف صاحب بنوری دامت برکاتہم

موسس مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی امیر مجلس تحفظ ختم نبوت و صدر وفاق مدارس عربیہ پاکستان

از ماہنامہ بینات جولائی ۱۹۷۶ء بعنوان بصائر و عبر

مقام نبوت کی تشریح

نبوت ایک عطیۂ ربانی ہے جس کی حقیقت تک رسائی غیر نبی کو نہیں ہو سکتی اس کی حقیقت کو یا تو حق تعالیٰ جانتا ہے جو نبوت عطا کرنے والا ہے یا پھر وہ ہستی جو اس عطیہ سے سرفراز ہوئی۔ مخلوق بس اتنا جانتی ہے کہ اس اعلیٰ و ارفع منصب کے لئے جس شخص کا انتخاب کیا گیا وہ:

۱۔ معصوم ہے، یعنی نفس کی ناپسندیدہ خواہشات سے پاک صاف پیدا کیا گیا ہے اور شیطان کی دسترس سے بالاتر۔ عصمت کے یہی معنیٰ ہیں کہ ان سے حق تعالیٰ کی نافرمانی کا صدور ناممکن ہے۔

۲۔ آسمانی وحی سے ان کا رابطہ قائم رہتا ہے اور وحی الٰہی کے ذریعہ ان کو غیب کی خبریں پہنچتی ہیں۔ کبھی جبریل امین کے واسطہ سے، اور کبھی بلا واسطہ، جس کے مختلف طریقے ہیں

۳ - غیب کی وہ خبریں عظیم فائدہ والی ہوتی ہیں اور عقل کے دائرے سے بالاتر ہوتی ہیں، یعنی انبیاء علیہم السلام بذریعہ وحی جو خبریں دیتے ہیں ان کو انسان نہ عقل و فہم کے ذریعہ معلوم کر سکتا ہے نہ مادی آلات و حواس کے ذریعہ ان کا علم ہو سکتا ہے۔

ان تین صفات کی حامل ہستی کو مخلوق کی ہدایت کے لئے مبعوث و مامور کیا جاتا ہے۔ گویا حق تعالیٰ اس منصب کے لئے ایسی شخصیت کا انتخاب فرماتا ہے جو افراد بشر میں اعلیٰ ترین صفات کی حامل ہوتی ہے۔ اس انتخاب کو قرآن کریم کہیں اجتباء سے، کہیں اصطفاء سے اور کبھی لفظ اختیار سے تعبیر فرماتا ہے۔ یہ عام صفات و خصوصیات تو ہر نبی و رسول میں ہوتی ہیں، پھر حق تعالیٰ ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت عطا فرما کر وہ درجات عطا کرتا ہے جن کے تصور سے بھی بشر قاصر ہے گویا نبوت، انسانیت کی وہ معراج کمال ہے جس سے کوئی بالاتر منصب اور کمال عالم امکان میں نہیں۔ ان صفات عالیہ سے متصف ہستی کو ہدایت و اصلاح کے لئے مبعوث کر کے انہیں تمام انسانیت کا مطاع مطلق ٹھہرایا جاتا ہے، ارشاد ہے: وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ (النساء: ۶۴) ہم نے ہر رسول کو اسی لئے بھیجا کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ کے حکم سے پس حکم خداوندی یہی ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ وہ مطاع اور واجب الاطاعت متبوع ہے اور امت اس کی ہدایت کے تابع اور مطیع فرمان۔

جب نبوت اور رسالت کے بارے میں یہ صحیح تصور قائم ہو گیا کہ وہ ایک عطیۂ ربانی ہے، کسب و محنت اور مجاہدہ اور ریاضت سے حاصل نہیں بلکہ حق تعالیٰ اپنے علم محیط، قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے پاک و معصوم و مقدس ہستی کو پیدا فرما کر اس کو وحی آسمانی سے سرفراز فرماتا اور مخلوق کی ہدایت و ارشاد کے منصب پر اسے کھڑا کرتا ہے تو اس سے عقلی طور پر خود بخود بات واضح ہو گئی کہ نبی و رسول کی

شخصیت ہر نقص سے ہر کوتاہی سے اور ہر انسانی کمزوری سے بالاتر ہوتی ہے کیونکہ اگر خود اس کی شخصیت انسانی کمزوریوں میں ملوث ہو تو وہ ہدایت و اصلاح کی خدمت کیسے انجام دے گا۔ "آنکہ خود گم است کرا رہبری کند"

سیدالانبیا صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم

چنانچہ سنت اللہ یہی ہے کہ نبی کا حسب و نسب، اخلاق و کردار، صورت و سیرت، خلوت و جلوت اور ظاہر و باطن ایسا پاک اور مقدس و مطہر ہوتا ہے جس سے ہر شخص کا دل و دماغ مطمئن ہو اور کسی کو انگشت نمائی کا بال برابر بھی موقع نہ مل سکے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی شخص شقاوت ازلی کی وجہ سے اس کی دعوت پر لبیک نہ کہے اور جحود و انکار میں مبتلا ہو کر ہدایت سے محروم رہ جائے لیکن یہ ممکن نہیں کہ بدتر سے بدتر دشمن بھی نبی میں کسی "انسانی کمزوری" کی نشاندہی کر سکے۔

قرآن کریم میں انبیاء کرام اور رسولانِ عظام۔ علیہم الف الف صلوٰۃ وسلام کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے اور ان کے جن جن خصائص و کمالات اور اخلاق و اوصاف کی نشاندہی فرمائی ہے یہ جگہ ان کی تفصیل کے لئے کافی نہیں، یہاں اس سمندر کے چند قطرے پیش کئے جاتے ہیں جو حق تعالیٰ شانہ نے اپنے حبیب حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد فرمائے ہیں۔

یا ایہا النبی انا ارسلناك شاهدًا و مبشرًا و نذيرًا و داعيًا الى الله باذنه وسراجًا منيرًا (الاحزاب: ۴۵-۴۶)	اے نبی! بیشک ہم نے آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے اور بشارت دینے والے ہیں اور ڈرانے والے ہیں اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں اور آپ ایک روشن چراغ ہیں۔

انا ارسلناك شاهدا و مبشرا و نذيرا لتومنوا بالله و رسوله و تعزروه و توقروه (فتح ۸ - ۹)

ترجمہ: ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا کر کے بھیجا ہے تاکہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو۔

یٰس والقرآن الحکیم انك لمن المرسلین علی صراط مستقیم (یٰس - ۴)

ترجمہ: یٰس، قسم ہے قرآن با حکمت کی کہ بیشک آپ منجملہ پیغمبروں کے ہیں، سیدھے راستے پر ہیں۔

ن والقلم وما یسطرون ما انت بنعمة ربك بمجنون وان لك لاجرا غیر ممنون و انك لعلی خلق عظیم (نون)

ترجمہ: ن، قسم ہے قلم کی اور ان (فرشتوں) کے لکھنے کی، کہ آپ اپنے رب کے فضل سے مجنوں نہیں اور بے شک آپ کے لئے ایسا اجر ہے جو ختم ہونے والا نہیں اور بیشک آپ اخلاق (حسنہ) کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں

قد جاءکم من الله نور و کتاب مبین (مائدہ - ۱۵)

ترجمہ: تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک روشن چیز آئی ہے اور کتاب واضح (یعنی قرآن مجید)

فالذین امنوا به و عزروه و نصروه و اتبعوا النور الذی انزل معه اولئك هم المفلحون (اعراف - ۱۵۷)

ترجمہ: سو وہ لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں اور انکی حمایت کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا، ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں۔

ورفعنا لك ذكرك (الم نشرح)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آوازہ بلند کیا۔

قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله (آل عمران: ۳۱)

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم میرا اتباع کرو خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔

وان تطیعوه تهتدوا (النور: ۵۴)

ترجمہ: اور اگر تم نے ان کی اطاعت کر لی تو راہ پر جا لگو گے۔

لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجو الله و اليوم الآخر وذكر الله كثيرا (الاحزاب:٢١)

ترجمہ: تم لوگوں کے لئے یعنی ایسے شخص کے لئے جو اللہ سے اور روزِ آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکرِ الٰہی کرتا ہو رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا،

فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما (النساء — ٦٥)

ترجمہ: پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ کرا دیں پھر آپ کے تصفیہ سے دلوں میں تنگی نہ پاویں اور پورا پورا تسلیم کریں۔

لقد من الله على المومنين اذ بعث فيهم رسولا من انفسهم يتلوا عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة وان كانوا من قبل لفي ضلال مبين (آل عمران ١٦٤)

ترجمہ: حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا جب کہ ان میں انہی کی جنس سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں اور ان کو کتاب اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور بالیقین یہ لوگ اس سے قبل صریح غلطی میں تھے۔

وانزل الله عليك الكتاب والحكمة وعلمك مالم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما (النساء - ١١٣)

ترجمہ: اور اللہ نے آپ پر کتاب اور فہم کی باتیں نازل فرمائیں اور آپ کو وہ باتیں بتلائی ہیں جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔

ترجمہ - آیات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات و کمالات کا نقشہ سامنے آگیا ہوگا جس کا حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت الی اللہ کا آفتاب عالم تاب بنایا ہے تاکہ امت ان پر ایمان لائے ان کی توقیر کرے اور ان کی امداد کرے۔ بلاشبہ آپ سراسر صراط مستقیم پر ہیں۔ تاریخ عالم اس کی شہادت دیتی ہے کہ آپ خلق عظیم سے آراستہ ہیں جو ان پر ایمان لائیں اور ان کی توقیر و نصرت کریں اور آسمانی وحی کا نور الٰہی ان کے ساتھ ہے اس کا بھی اتباع کریں آخرت کی فلاح انہی کے لئے ہے۔ ان کی اتباع سے حق تعالےٰ کی محبوبیت کی سعادت عظمیٰ ملتی ہے۔ انہی کی اطاعت سے ہدایت ملتی ہے جو لوگ اللہ تعالےٰ کے اور آخرت کے امیدوار ہیں وہ انہی کو اپنا مقتدا و پیشوا بنائیں گے جو لوگ اپنے نزاعات و مخاصمات میں بھی ان کے فیصلوں کو بدل و جان تسلیم نہ کریں خدا کی قسم کبھی مومن نہیں ہو سکتے، حق تعالیٰ کا امت محمدیہ پر بڑا احسان ہے جن میں ایسی ہستی مبعوث فرمائی کہ حق تعالےٰ کی آسمانی وحی ان کو پڑھ کر سنائیں۔ ہر قسم کے شرک کفر، معصیتوں اور جاہلیت کی رسموں سے انکا تزکیہ کریں، ان کو کتاب و سنت کی تعلیم دیں، اللہ تعالیٰ نے ان پر بڑا فضل فرمایا کہ کتاب و حکمت کے وہ تمام علوم ان کو سکھائے جو نہ جانتے تھے۔ چند آیات بینات کا یہ سرسری خاکہ ہے۔ حق تعالیٰ کی اس آسمانی شہادت کے بعد کیا کوئی کمال اب ایسا باقی ہے جو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ دیا گیا ہو؟ اسی آسمانی وحی ربانی میں تمام امت کو یہ اعلان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر رحمت و درود بھیجتے ہیں، اس لئے تمہیں حکم ہے کہ تم بھی ان پر درود بھیجو پانچوں وقت اذان میں ان کی رفعت و بلندی مقام کا اعلان ہوتا ہے، ہر نماز میں ان پر درود و سلام کا مخصوص انداز میں حکم ہے، گویا کوئی نماز جو حق تعالیٰ شانہ کی مخصوص عبادت ہے اور حق تعالیٰ کے ساتھ خصوصی مناجات ہے آپ کے ذکر خیر اور درود و سلام سے خالی نہیں بلکہ اسی پر نماز کا اختتام ہوتا ہے۔ اس لئے تمام امت اور

آسمانی کتابوں کا بھی فیصلہ ہے ع "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" بہر حال یہ مسلمات میں سے ہے کہ افراد بشر میں جن نفوس قدسیہ کو حق تعالیٰ نے اصلاح نفوس اور ہدایت وارشاد عالم کے لئے منتخب فرمایا ہے ان سب کے سرتاج سید الانبیاء والمرسلین امام المتقین خاتم النبیین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس ہے۔ اگر ان میں کوئی کوتاہی اور کمی رہ جائے تو پھر سارے انبیاء کرام کوتاہیوں سے مبرا کیسے رہ سکتے ہیں اور امت کی ہدایت کے لئے وہ کیسے اسوہ وقدوہ بن سکتے ہیں اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ جس ذات اقدس نے ہدایت وارشاد کے لئے ان کی بعثت فرمائی ہے وہ العیاذ باللہ قاصر ہے اور ان کی قدرت سے ایسے افراد کا انتخاب بالاتر ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی، پھر نہ تو خدائی رہی نہ نبوت ورسالت، نہ آسمانی وحی نہ دین۔ سارا معاملہ ہی ختم ہوگیا

مودودی صاحب کا تنقیدی عروج

سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تنقید سے معاف نہ کیا

ان حقائق کی روشنی میں "ترجمان القرآن" جلد ۸۵ شمارہ اپریل ۱۹۷۶ء میں بعنوان "اسلام کس چیز کا علمبردار ہے" مودودی صاحب کا مقالہ مطالعہ کیجئے صفحہ ۳۰ پر موصوف یوں رقمطراز ہیں:- "وہ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نہ فوق البشر ہے، نہ بشری کمزوریوں سے بالاتر ہے"، کس جاہل نے کہا ہے کہ وہ فوق البشر ہے ہاں تمام اولین وآخرین اور حق تعالیٰ جو خالق الانبیاء والمرسلین ہیں ان کا فیصلہ ہے کہ وہ اتقی البشر ہیں، سید البشر ہیں، تمام نسل انسانی میں سب سے بڑھ کر متقی اور کامل ترین افراد بشر میں سے ہیں، آفتاب عالمتاب اور بدر منیر کے انوار کو ان کے انوار سے کیا نسبت؟ آسمان ہو یا زمین، چاند ہو

یا سورج حتیٰ کہ عرش رحمٰن بھی آپ کی منزلت سے قاصر ہے، تمام مخلوقاتِ خداوندی میں افضلیت وکمال کا تاج آپ ہی کے سر باندھا گیا ہے۔" نہ فوق البشر ہے" یہ جملہ بھی جو غمازی کرتا ہے کہ فوق البشر کہنا بھی ناقابلِ برداشت ہے لیکن "بشری کمزوریوں سے بالاتر ہے" کے فقرے سے جو کچھ دل میں تھا ابھر کر آگیا، جو شخص بشری کمزوریوں میں ملوث ہے وہ بشر کی ہدایت کے لئے کیسے موزوں ہو سکتا ہے، اُردو کے عرف میں اور عام تعبیرات کے پیش نظر بشری کمزوریوں کا اطلاق ان صفاتِ بشریہ پر ہوتا ہے جو صفات ذمیمہ اور قبیحہ ہیں، لوازم بشریت مراد ہو ہی نہیں ہو سکتے۔ لوازم بشریت کھانا پینا، سونا جاگنا، خوشی وغم، صحت ومرض وفات وغیرہ بلاشبہ یہ لوازم بشریت ہیں خواص بشریت ہیں اور صفات بشریہ ہیں، عرف میں اس کو کوئی بشری کمزوریوں سے تعبیر نہیں کرتا، لوازم بشریت سے تو ملائکۃ اللہ اور حق تبارک وتعالیٰ منزہ ہیں، کہنا یہ ہے کہ یہ جملہ خطرناک حقیقت کی غمازی کر رہا ہے، اسلام کی پوری بنیاد منہدم ہو جاتی ہے، حق تعالیٰ تو ان کو یہ شرف قبولیت عطا فرماتا ہے کہ کلمۂ اسلام میں کلمۂ شہادت میں اذان وا قامت میں حق تعالیٰ کے نام کے ساتھ آپ کا نام آئے، نماز میں درود وسلام بھیجنے کا حکم ہو، اور اس انداز سے ہو کہ چونکہ حق تعالیٰ اور ان کے فرشتے آپ پہ درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی درود بھیجو، بارگاہ قدس سے اتنا اونچا منصب عطا کیا گیا ہو اور مودودی صاحب کی نگاہ میں وہ بشری کمزوریوں سے بالاتر نہیں، جو شخصیت بشری کمزور ہو گیا وہ اس منصب جلیل کی مستحق ہو سکتی ہے؛ بظاہر تو یہ ایک جملہ ہے لیکن اس ایک جملہ سے ان کے تمام کمالات اور منصب نبوت پر پانی پھر جاتا ہے اور ہر ناقد کے لئے تنقید کا راستہ ہموار ہو جاتا ہے۔ بشری کمزوری میں جھوٹ بولنا خود غرضی بقا یا جاہلیت کے آثار کا نمایاں ہونا

مصلحت اندیشی کا کارفرما ہونا، بنی عبد مناف اور بنی ہاشم کو بنی امیہ پر ترجیح دینا، قریش و مہاجرین کو وہ مقام عطا کرنا جس سے انصار محروم تھے وغیرہ وغیرہ۔ کون سی کمزوری ہے جو اس اجمال میں نہیں آسکتی؟ کیا اچھا ہوتا کہ مودودی صاحب ان کمزوریوں کی نشان دہی خود فرما دیتے کہ وہ کون سی کمزوریاں ہیں جو آپ کی ذات گرامی میں موجود ہیں۔ اس قسم کے نظریات یا قلمی طغیانی اس شخص کا شیوہ ہے جو نہ اہل اللہ کا صحبت یافتہ ہو، نہ اسے علم دین میں کمال حاصل ہو، عجب و کبر میں مبتلا ہو، اعجاب بالرائی کی وباء عظیم میں ملوث ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت مودودی صاحب کی نگاہ میں

جس ذات گرامی پر ایمان لانے کا حکم ہو حق تعالیٰ پر ایمان کے بعد جس پر ایمان کا مرتبہ ہو، جسے ہدایت امت کے لئے سراجاً منیرا بنایا گیا ہو، جو دعوت الی اللہ پر مامور ہو، جس کی شخصیت کو امت کے لئے اسوہ بنایا گیا ہو، جس کی صفات و کمالات اور خصائص و اخلاق عظیمہ کا اعلان کیا گیا ہو مودودی کی نگاہ میں ان کی شخصیت اتنی شدید مجروح ہو کہ بشری کمزوریوں سے بالاتر نہیں۔ اب تک تو ہم یہی سمجھتے تھے کہ مودودی صاحب سلف صالحین کو مجروح کرتے چلے آئے ہیں، صحابہ کرامؓ کی شخصیت کو مجروح کرتے چلے آئے ہیں اور انبیاء کرام کی شخصیت پر بھی کچھ نہ کچھ اشارات جرح کے موجود تھے، یونس علیہ السلام سے فریضہ نبوت پر تقصیر ہوئی جیسے تفہیم القرآن میں ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ ایک حضرت سید المرسلین خاتم النبیین امام المتقین کی ذات گرامی باقی رہ گئی تھی وہ بھی اب مجروح ہو گئی۔ تعجب کا مقام ہے کہ مودودی

نے ہر پیراگراف کو قرآنی حوالہ دے کر بیان کیا اور شاید مقالہ اور اس کی تعلیمات کو پڑھنے والے کو یہ غلط فہمی ہو کہ یہ جملہ بھی بقیہ قرآنی حوالوں سے معمور ہو گا لیکن بغیر جوڑ کے قرآنی تعبیرات کے درمیان سطر ۱۲ اشارہ ۱۳ صفحہ ۳۱ پر یہ دل کی بات قلم سے نکل گئی۔ قرآن کریم میں جہاں یہ حکم ہوا کہ آپ اعلان کریں کہ میں بشر ہوں ساتھ ہی یوحیٰ الیّ کا وصف لگایا گیا تاکہ کوئی قاصر الفہم قاصر العقل بشر کے ساتھ بشری کمزوریوں کا خیال نہ کرے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ "قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ انما الٰھکم الٰہ واحد کہف" "فصلت ۲ سورہ اسراء میں ہے قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولاً بشر کے ساتھ رسول کی صفت لگائی گئی ہے جہاں محض بشریت کا ذکر کیا ہے یا صفات بشریت کا ذکر ہے وہ تمام تر مشرکین وکفار کے قول کی نقل ہے قالوا ان انتم الا بشر مثلنا (ابراہیم) ھل ھذا الا بشر مثلکم (الانبیاء) ما ھذا الا بشر مثلکم (المومنون) ما انتم الا بشر مثلنا (یٰسین) ما نراک الا بشرا مثلنا (ھود) کفار نے بلاشبہ طعنے کے طور پر کہا کہ یہ ہم جیسے بشر ہیں بلکہ ان کو اس کی جرأت نہیں ہوئی کہ یہ جرم بھی عائد کر سکیں کہ بشری کمزوریوں سے بالاتر نہیں اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ انبیاء کرام کی پاکیزگی اخلاق، کرامت و شرافت اتنی بدیہی اور واضح ہے کہ انکار کی مجال نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ طعنہ دیا کہ کھاتا پیتا ہے بازاروں میں جاتا ہے، گویا فرشتہ نہیں کہ ان چیزوں سے بالاتر ہو۔ کچھ ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ موصوف کے دل میں اس سے بھی زیادہ کچھ ہے لیکن خوف مانع ہے، پوری دل کی بات کا اظہار نہ کر سکے وما تخفی صدورھم اکبر اللہ تعالیٰ اور زیغ و ضلال سے بچائے۔ بشری کمزوری دو راستوں سے ہوتی ہے (۱) نفس (۲) شیطان۔ جب نبی و رسول نفس کی غیر مستحسن اور ناپسندیدہ خواہشات سے مبرا ہے اور پاک ہے تو اس کے عواطف و رجحانات ناپسندیدہ نہیں ہو سکتے۔ ان کا نفس نفس مطمئنہ ہے، نفس

ملی ہے، نفس کی صفات رذیلہ سے یکسر بالاتر ہے، ادنیٰ سے ادنیٰ رذیلۂ نفسانی کا وہاں گذر نہیں اور نفس کے جتنے صفات کمال ہیں، تقوی و طہارت، شکر و صبر عفت و رأفت و رحمت و جود اور سخاوکرم وغیرہ وغیرہ تمام کے تمام وہاں موجود ہوتے ہیں اور شیطان لعین کے وساوس سے یکسر حفاظت ہوتی ہے، شیطان بنی و رسول کو کبھی بھی غلط کام پر آمادہ ہی نہیں کر سکتا، بنی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرا شیطان مجھے خیر ہی کا حکم دیتا ہے۔ بہر حال جب دونوں راستوں سے حفاظت ہوگئی تو بشری کمزوری خود بخود ختم ہو جاتی ہے۔ صحیح مسلم میں عائشہ صدیقہؓ کی روایت میں تو یہ آیا ہے کہ "کان خلقہ القرآن" آپؐ کے اخلاق کریمہ قرآن کریم کا مرقع ہے، گویا آپؐ کی حیات مقدسہ زندہ قرآن ہے۔ آپؐ کا وجود مقدس زندہ قرآن ہوا اور یہی تمام عالم کا فیصلہ ہے لیکن مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ بشری کمزوریوں سے آپؐ بالاتر نہیں پھر سنت اللہ جاری ہے کہ انبیاء کرام کے عام قوی بشری بھی عام انسانوں سے بالاتر ہوتے ہیں، ان کی جسمانی صلاحیتیں جسمانی قوتیں برتر اور عام افراد بشر سے بالاتر ہوتی ہیں بلکہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو چالیس افراد جنت کی قوت عطا فرمائی گئی ہے اور ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جنت میں ہر فرد بشر کو سو اشخاص کی قوت عنایت کی جاتی ہے بلکہ قاضی عیاض شفار میں اور سیوطی کے خصائص کبریٰ میں حضرت عائشہؓ کی روایت سے ایک حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا ہے اما علمت ان اجسادنا نبتت علی ارواح اهل الجنة یعنی ہمارے اجساد میں ارواح اہل جنت کی ہیں ان تفصیلات کا یہاں موقع نہیں ہے بہر حال نہ معلوم کہ اتنی صاف اور واضح حقیقت کیوں سمجھ میں نہیں آتی کہ جب کوئی شخص بشری کمزوریوں میں مبتلا ہو وہ کیوں کر ہادی و رہنما بنے گا اور اس کی دعوت و تبلیغ کیونکر کامیاب ہو سکتی ہے؟ قرآن کریم تو صاف

اعلان فرماتا ہے اتأمرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتاب افلا تعقلون (البقرہ) کیا تم لوگوں کو حکم دیتے ہو نیکی کا اور اپنے نفسوں کو بھولتے ہو اور تم کتاب اللہ پڑھتے ہو کیا اتنا بھی نہیں جانتے کہ اس کا کیا اثر ہوگا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تو سب سے بڑی خصوصیت یہی ہے کہ جو کیا اسی کا حکم دیا تاکہ قول وعمل میں کوئی تضاد نہ ہو، مقام افسوس ہے کہ مودودی صاحب کے بہت سے قابل شدید اعتراض مباحث ہیں یا تعبیرات ہیں اور ان کی تصنیفات میں بکھری پڑی ہیں یہ جملہ اور مضمون بھی قباحت گوئے سبقت لے گیا ہے۔

صحابہ کرامؓ کے بارے میں حق تعالیٰ کی تعریف اور مودودی صاحب کا الزام

مودودی صاحب اپنی تفسیر سورۂ آل عمران میں حضرات صحابہؓ کے بارے میں رقم طراز ہیں: "سود خوری جس سوسائٹی میں موجود ہوتی ہے اس کے اندر سود خوری کی وجہ سے دو قسم کے اخلاقی امراض پیدا ہوتے ہیں، سود لینے والے میں حرص وطمع بخل خود غرضی اور سود دینے والے میں نفرت، غصہ اور بغض حسد، احد کی شکست میں ان دونوں قسم کی بیماریوں کا کچھ نہ کچھ حصہ شامل تھا۔" اسی سورۂ آل عمران کے آخر میں ان صحابہ کے بارے میں حق تعالیٰ یوں فرماتے ہیں:

فالذین هاجروا واخرجوا من دیارهم واوذوا فی سبیلی وقاتلوا وقتلوا لاکفرن عنهم سیاٰتهم ولادخلنهم جنت

ترجمہ: "سو جن لوگوں نے ترک وطن کیا اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور تکلیفیں دئے گئے میری راہ میں، اور جہاد کیا اور شہید ہوگئے ضرور ان لوگوں کی تمام خطائیں معاف

تجری من تحتہا الانہار ثوابًا من عند اللہ و اللہ عندہ حسن الثواب ○

کر دوں گا اور ضرور ان کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی یہ عوض ہے گا اللہ کے پاس سے اور اللہ ہی کے پاس اچھا عوض ہے"۔

حق تعالیٰ نے تو ان کو یہ داد دی ہے اور مودودی صاحب کی نگاہ میں وہ حریص طماع بخیل خود غرض ایک دوسرے سے نفرت کرنے والے، بغض وحسد رکھنے والے اور ان بیماریوں میں مبتلا تھے۔ ان میں جہل و عناد کی بھی انتہا ہو گئی غزوہ احد کے بعد غزوہ بنی النضیر میں جو سورۂ حشر نازل ہوئی اس میں حق تعالیٰ شانہٗ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

للفقراء المہاجرین الذین اخرجوا من دیارھم و اموالہم یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا و ینصرون اللہ و رسولہ اولئک ھم الصادقون والذین تبوء الدار والایمان من قبلہم یحبون من ھاجر الیہم ولا یجدون فی صدورھم حاجۃ مما اوتوا و یؤثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ و من یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون ○

ترجمہ: "ان فقراء مہاجرین کا حق ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے جدا کر دئے گئے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کے طالب ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ سچے ہیں اور لوگوں کا حق ہے جو دارالاسلام میں ان (مہاجرین کے آنے) سے قبل قرار پکڑے ہوئے ہیں اور جو ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے یہ لوگ اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو اور واقعی جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا

جائے ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

حق تعالیٰ تو ان مہاجرین و انصار کو صادقین و مفلحون جیسے شاندار الفاظ میں اس عجیب انداز سے داد دیں اور مودودی صاحب ان کو طماع و حریص ایک دوسرے سے متنفر بتلائیں اس وقت تو بطور مثال ایک سرسری اشارہ کر دیا گیا اور یہ موضوع ابھی بہت کچھ لکھنے کا محتاج ہے۔ اسی مضمون و مقالے کے شروع میں جو تحقیق فرمائی گئی کہ "ہمارے عقیدے کے مطابق اسلام کسی ایسے دین کا نام نہیں جس کو سب سے پہلے صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا ہو اور اس بنا پر آپ کو بانی اسلام کہنا صحیح ہو۔ انبیاء میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت دراصل یہ ہے کہ (۱) وہ خدا کے آخری نبی ہیں (۲) ان کے ذریعہ خدا نے اسی اصل دین کو پھر تازہ کر دیا جو تمام انبیاء کا لایا ہوا تھا الخ" اس مضمون میں بھی جو ان کو ٹھوکر لگی ہے اور غلط موڑ پر پہنچ گئے جو نہایت خطرناک ہے۔ اب دیانت اور دین کی خیر خواہی کا تقاضا یہی ہے کہ ان مضامین پر بے لاگ تبصرہ ایسا کیا جائے کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی سامنے آجائے جو ایک دو مولوی ان کی ہم نوائی کرتے چلے آئے ہیں ان کے ایمانی امتحان کا وقت بھی آگیا ہے

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مقام عالی کا کیا کہنا، آپ کی صحبت، فیض خدمت اور توجہات مبارکہ سے صحابہ کرام جس مقام پر پہنچ گئے ہیں اس کا ادراک بھی ہم جیسوں کے لئے ناممکن ہے قرآن کریم کی سورۂ فتح میں ارشاد ہے:

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من	ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز اور آپس میں مہربان ہیں۔ اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں اور کبھی سجدہ

اللہ ورضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود (فتح)

کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہیں ان کے آثار بوجہ تاثیر سجدہ کے ان کے چہرے سے نمایاں ہیں ۔"

یہاں تک لکھ چکا تھا کہ آج "ترجمان القرآن" بابت ماہ جون ۱۹۶۷ء میں رسائل ومسائل" کے عنوان سے اس کے جواب کی کوشش کی گئی، ظاہر بات ہے کہ " بات ناقابلِ برداشت تھی اور اس میں پوری رسوائی ہو رہی تھی، اس لئے موصوف کے حواریوں میں سے کسی نے موصوف کو متنبہ کیا اور اس کا جواب دیا گیا۔

مودودی صاحب کبھی غلطی کا اعتراف نہیں کرتے

کیا اچھا ہوتا کہ مودودی صاحب اپنی غلطی کا اعتراف کرکے توبہ کرتے اور اعلان کرتے کہ میں نے یہ بات غلط کی ہے لیکن مودودی صاحب کی تاریخ زندگی میں اس بات کا امکان نہیں، یہ تو ہوا کہ جب کسی ہمدرد حواری نے کسی غلطی پر متنبہ کیا تو دوسرے ایڈیشن میں وہ بات نکال دی گئی لیکن اس کی توفیق نہ ہوئی کہ اعتراف کرکے غلطی کا اعلان ہوتا اور غلط بات سے رجوع کرتے تاکہ وہ لوگ جن کے پاس پہلا ایڈیشن ہے وہ گمراہ نہ ہوتے

مودودی صاحب کی خیانت

مثلاً تفسیر تفہیم القرآن کے پہلے ایڈیشن میں

حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرائض نبوت میں تقصیر کا مرتکب مانا تھا، لیکن اعتراض کے بعد دوسرے ایڈیشن پر اس عبارت کو حذف کر دیا گیا، کیا یہ دیانت ہے اور کیا یہ حق ہے؟ اور کتنی مثالیں ہیں، مودودی صاحب کے نزدیک انبیاء

کرام ایسے معصوم نہیں ہیں کہ غلطی نہ ہو سکتی تھی۔ وہ تو فرماتے ہیں کہ بشریت کے اظہار کے لئے کوئی وقت ایسا ضرور ہے، تو کیا مودودی صاحب معصوم ہیں کہ ان کی عصمت انبیاء کرام سے بھی زیادہ ہے۔ بہر حال جب عذر کر کے جواب دیا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ بھی بالکل لچر اور بے معنی ہے۔ اردو محاورات میں کوئی بتلا دے کہ لوازم بشریت کو بشری کمزوریوں سے تعبیر کیا جا سکتا ہے؟ امودودی صاحب بشری کمزوریوں سے عیب و نقائص ہی مراد لیتے ہیں۔

مودودی صاحب کا صحابہ رضؓ پر الزام

اسکی واضح دلیل یہ ہے کہ سورۂ آل عمران کی تفسیر میں انہوں نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ الزام لگایا ہے کہ ان میں سود خوری کی وجہ سے دو قسم کی بیماریاں تھیں، حرص و طمع، بخل و خود غرضی اور حسد نفرت بغض اور غزوہ احد کی شکست میں دنوں کو دخل ہے۔ اس کے ثبوت میں قرآن کے لفظ "بعض ما کسبو" کا ترجمہ "بعض کمزوریوں" سے کیا گیا جس کی تنقید نہایت عالمانہ و محققانہ انداز سے حضرت مولانا محمد اسحاق صدیقی سندیلوی فرما چکے ہیں، (ملاحظہ ہو "بینات" بابت ماہ جون ۶۷ء) مودودی صاحب کی اس تفسیر و تشریح سے واضح ہے کہ کمزوریوں سے مراد وہ بیماریاں لیتے ہیں جو عیوب اور بدترین عیوب ہیں اللہ تعالے رحم فرمائے اور صحیح توبہ کی توفیق نصیب فرمائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بصائر و عبر

مودودی صاحب کے متعلق

از حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری دامت برکاتہم

دنیا میں ہر کمال کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ صاحب کمال کی خدمت میں رہ کر وہ کمال کر لیا جائے، معمولی سے معمولی صنائع اور عام سے عام پیشوں کے لئے بھی کسی استاذ و رہنما کی ضرورت مسلّم، بغیر استاد کے نری عقل و ذہانت اور طباعی سے کوئی کمال صحیح طور پر حاصل نہیں ہو سکتا، انجنیئری ہو، یا ڈاکٹری اور طباعت ہو، ہر صنعت و حرفت کے لئے ابتداءً عقل کی رہنمائی کے لئے کسی استاذ کی حاجت یقینی ہے، جب انسانی عقل کے پیدا کردہ فنون و علوم کے حاصل کرنے کے لئے ایک کامل کی صحبت ضروری ہے تو علوم نبوت اور معارف انبیاء اور حقائق شریعت کے لئے استاد و رہنما سے کیسے استغنا ہو سکتا ہے؛ کیونکہ یہ علوم و معارف تو عقل و ادراک کے دائرے سے بالاتر ہیں اور وحی ربانی کے ذریعہ سے امت کو پہنچے ہیں، آسمانی تربیت اور ربانی ہدایت و ارشاد کے ذریعہ سے اس کا سلسلہ جاری رہتا ہے پھر ان ربانی علوم میں الفاظ سے زیادہ مربی کی توجہات اور اس کی عملی صحبت کو دخل ہوتا ہے اور تعلیم سے زیادہ ذہنی و فکری اور عملی تربیت ضروری ہوتی ہے اس لئے جتنی طویل صحبت ہوگی زیادہ کمال نصیب ہوگا اور مربی و رہنما جتنا با کمال ہوگا اتنا

زیادہ فائدہ ہوگا اور کمال حاصل ہوگا، پھر ان علوم نبوت کی غرض و غایت چونکہ ہدایت وارشاد اور مخلوق خدا کی رہنمائی ہے اس لئے ان کے سمجھنے میں شیطان لعین کی عداوت و اضلال اور گمراہی کا شدید اندیشہ ہوتا ہے جو کمال کہ دنیوی مفاد کے لئے حاصل کرنا ہوتا ہے اس میں شیطان آرام سے بیٹھا رہتا، اس کو دخل کی حاجت ہی نہیں نہ عداوت ظاہر کرنے کی ضرورت ہے، لیکن جہاں آخرت و عقبٰی اور دین کی بات ہوتی ہے تو شیطان اپنی شرارت کے لئے بے تاب ہوتا ہے مختلف وسائل سے اپنی پوری طاقت صرف کرتا ہے کہ کسی طرح یہ رشد و ہدایت ضلالت میں تبدیل ہو جائے اور چونکہ ابلیس لعین کا سب سے بڑا کارنامہ تلبیس ہے یعنی حق و باطل میں ایسا التباس ہو جائے کہ جو چیز ظاہری صورت کے لحاظ سے خیر ہے حقیقت کے اعتبار سے شر بن جائے، پھر نفسِ انسانی کی کارستانیاں اس پر مستزاد ہیں، انسانی فطرت میں کبر و عجب ہے، ریاکاری و حُبّ شہرت ہے، حُبّ جاہ کا مرض ہے اور ایسے شدید و قوی امراض ہیں کہ مدتوں کی ریاضتوں اور مجاہدوں سے ان کا ازالہ نہیں ہوتا، اس لئے نفس و شیطان کے اثرات سے بچنے کے لئے مدتوں کسی کامل کی صحبت کی ضرورت ہوتی ہے اور جب فضل الٰہی شامل حال ہو تو اصلاح ہو جاتی ہے ورنہ یوں ہی انسان علم و عقل کے صحراؤں میں بھٹکتا پھرتا ہے،

فتنوں کی ابتداء اور بنیاد کے اسباب

دنیا کی علمی تاریخ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ جتنے فتنے پیدا ہوئے ہیں سب اذکیاء اور طباع حضرات کے ذریعہ سے وجود میں آئے۔ اور علمی دور میں اکثر فتنے علم کے راستے سے آئے ہیں، بلکہ علماء حق میں بھی بہت سے اذکیاء زمانہ اپنی شدت ذکاوت کی وجہ سے جمہور امت سے شذوذ

اختیار کر کے غلط افکار و نظریات کا شکار ہو گئے اور وہاں زیادہ تر یہی حقیقت کار فرما رہی ہے کہ اپنے تبحر و ذکاوت پر اعتماد کر کے علمی کبر اور اعجاب بالرائی کے مرض میں مبتلا ہوئے، زیادہ صحبت نہیں ملی اور کہاں سے کہاں نکل گئے ہمارے اس دور میں بھی اس کے بہت سے نظائر موجود ہیں اور چونکہ علمی ذہانت تو ہوتی ہی ہے اور بسا اوقات بہت عمدہ بات بھی کہہ جاتے اور لکھ جاتے ہیں اس لئے ان کی وہ عمدہ باتیں مزید فتنہ کا باعث بن جاتی ہیں اور جن حضرات کو زیادہ صحبت اور علمی گہرائیاں نصیب نہیں ہیں وہ بہت جلد ان کے معتقد ہو جاتے ہیں اور ان کے امت سے مختلف شواذ اور جدید افکار و نظریات کے بھی حامی ہو جاتے ہیں اور شیطان تو اپنے کام میں لگا ہوا ہے جو شخصیت امت کی ہدایت وارشاد کے کام آ سکتی تھی وہ امت میں زیغ و ضلال کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ ہر دور میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔ امام غزالیؒ نے مقاصد الفلاسفہ میں لکھا ہے کہ یونانیوں کے علوم حساب ہندسہ عنصریات وغیرہ صحیح علوم کو دیکھ کر لوگ ان کے تمام علوم کے معتقد ہو گئے، طبعیات و الہیات میں ان کی تحقیقات کے قائل ہو کر گمراہ ہو گئے امام غزالی کی یہ بات بہت عجیب ہے اور بالکل صحیح ہے، شیطان کو اس قسم کے مواقع میں اضلال کا بہت اچھا موقع مل جاتا ہے، بہر حال جب انتہائی علمی قابلیت والے انتہائی ذکاوت والے فتنوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں تو ایسے حضرات کہ جن میں علمی قابلیت بہت کم، لیکن قلمی قابلیت بہت زیادہ ہو صحبتِ ارباب کمال سے یکسر محروم ہوں طباع و ذہین ہوں وہ تو بہت جلد اعجاب بالرائی کی خطرناک بلا میں مبتلا ہو کر تمام امت کی تحقیر اور تمام تحقیقات امت کا استخفاف اور تمام سلف صالحین کے کارناموں کی تضحیک اور اول سے لے کر آخر تک تمام پر تنقید کر کے خطرناک گہرے گڑھے میں گر کر تمام نسل کے

لئے گمراہی کا باعث بن جاتے ہیں۔

مودودی صاحب کی زندگی کا پس منظر

اس قسم کے لوگوں میں سے آج کل کی ایک مشہور شخصیت جناب ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کی ہے جو بچپن ہی سے طباع وذہین مگر معاشی پریشانی میں مبتلا تھے۔ ابتدا میں اخبار مدینہ بجنور میں ملازم ہوئے اور پھر دہلی میں جمعیت علماء ہند کے اخبار "مسلم" سے وابستہ رہے، پھر چند سالوں کے بعد اخبار "الجمعیۃ" دہلی میں ملازم ہوئے جو جمعیت علمائے ہند کا ترجمان تھا۔ دہلی سے نکلتا تھا غالباً سہ روزہ تھا، تاریخ کے جواہر پاروں کے عنوان سے ان کے مضامین بہت آب وتاب سے نکلتے تھے، اس طرح مودودی صاحب کی قلمی تربیت مولانا احمد سعید صاحب کے ذریعہ ہوتی گئی۔ والد مرحوم کی وفات کی وجہ سے اپنی تعلیم نہ صرف یہ کہ مکمل نہ کر سکے بلکہ بالکل ابتدائی عربی تعلیم کی کتابوں میں رہ گئے، نہ جدید تعلیم سے بہرہ ور ہو سکے، پرائیوٹ انگریزی تعلیم حاصل کی اور انگریزی سے کچھ مناسبت ہوگئی، اس دور کے اچھے لکھنے والوں کی کتابوں اور تحریرات اور مجلات وجرائد سے بہت کچھ فائدہ اٹھایا اور قلمی قابلیت روز افزوں ہوتی گئی۔ بدقسمتی سے نہ کسی دینی درسگاہ سے فیض حاصل کر سکے نہ جدید علوم کے گریجویٹ بن سکے، نہ کسی پختہ کار عالم دین کی صحبت نصیب ہو سکی۔ اور ایک مضمون میں خود اس کا اعتراف کیا ہے جو عرصہ ہوا کہ ہندوستان متحدہ میں مولانا عبدالحق مدنی مرادآبادی کے جواب میں شائع ہوا تھا بلکہ بدقسمتی سے نیاز فتحپوری جیسے ملحد وزندیق کی صحبت نصیب رہی ان سے دوستی رہی ان کی صحبت ورفاقت سے بہت کچھ غلط رجحانات ومیلانات پیدا ہو گئے۔ حیدرآباد دکن سے ۱۹۳۲ء میں ماہنامہ ترجمان القرآن جاری کیا، آب وتاب سے مضامین لکھے، بہتر سے بہتر

پیرائے میں کچھ علمی وقلمی چیزیں اُبھرنے لگیں، ان دنوں ملک کی سیاسی فضا مرتعش تھی، تحریک آزادئ ہند فیصلہ کن مراحل میں تھی، ہندوستان کے بہترین دماغ اسی کی طرف متوجہ تھے۔ مودودی صاحب نے سب سے ہٹ کر "اقامت دین" اور حکومت الٰہیہ کا نعرہ لگایا اور تحریک آزادی کی تمام قوتوں پر بھرپور تنقید کی، ان کے بھولے بھالے مدّاح یہ سمجھے کہ شاید دین قیم کا آخری سہارا بس مودودی صاحب کی ذات رہ گئی ہے، چنانچہ بہت جلد مولانا سید سلیمان ندوی مولانا مناظر احسن گیلانی اور عبدالماجد دریابادی کے قلم سے خراج تحسین وصول ہونے لگا، ظاہر ہے کہ اس وقت مودودی صرف ایک شخص کا نام تھا نہ اس وقت اس کی دعوت تھی، نہ جماعت تھی نہ تحریک تھی، ان کی تحریرات اور زوردار بیانات سے بعض اہل حق کو ان سے توقعات وابستہ ہوئیں۔ ان کی آمادگی اور چوہدری محمد نیاز کی حوصلہ افزائی سے پٹھانکوٹ میں "دارالاسلام" کی بنیاد ڈالی گئی لیگ و کانگریس کی رسہ کشی شروع ہوگئی تھی، ان کے قلم سے ایسے مضامین نکلے اور سیاسی کشمکش کے نام سے ایسی کتاب وجود میں آگئی کہ ہم نوا حضرات سے اس کو خراج تحسین حاصل ہوا اور سیاسی مصالح نے اس کو پروان چڑھایا، لاہور میں اجتماع ہوا، اور باقاعدہ امارت کی بنیاد ڈالی گئی اور ان کی ایک لکھی تقریر پڑھی گئی جس میں بتایا گیا کہ امیر وقت کے لئے کیا کیا امور ضروری ہیں، ارباب اجتماع میں مشہور شخصیتیں جناب مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا ابوالحسن علی ندوی، مولانا امین احسن اصلاحی اور مولانا مسعود عالم ندوی بھی تھے۔ بڑے امیر خود منتخب ہوگئے اور چار امراء یہ حضرات امیر ماتحت منتخب ہوگئے۔ جماعت اسلامی باقاعدہ وجود میں آگئی اس کا دستور آگیا، اس کا منشور آیا۔ لوگوں کی نگاہیں اُٹھیں، ہر طرف سے امیدیں وابستہ ہوگئیں

جماعت اسلامی سے توبہ اور استعفاء

لیکن چھ ماہ کا عرصہ نہیں گزرا ہوگا کہ مولانا نعمانی، مولانا علی میاں مستعفی ہوگئے اور ان کو ان کی علمی کمزوریاں اور اخلاص کا فقدان نظر آیا، ساتھ نہیں دے سکے لیکن ان حضرات نے پھر بھی پردہ پوشی کی اور امت کے سامنے صاف وصریح وجہ علیحدگی ظاہر نہیں فرمائی۔ میں اس وقت جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں تدریسی خدمات انجام دیتا تھا، میں نے ان دو بزرگوں سے جدائی کے وجوہ دریافت کئے، بہت کچھ کہا لیکن کوئی صاف بات نہیں بتلائی، لیکن میں سمجھ گیا، مولانا مسعود عالم مرحوم اور مولانا امین احسن اصلاحی کو بہت کچھ معتقدات وطریقۂ کار میں موافقت تھی،

مودودی صاحب کی شخصیت کے ابھرنے کا اصل راز

اور یہ دونوں بزرگ عرصے تک مودودی صاحب کے دست وبازو بنے رہے۔ مولانا مسعود عالم مرحوم نے عربی ادب کے ذریعہ خدمات انجام دیں اور مودودی صاحب کی تحریرات اور کتابوں کے آب وتاب سے عربی تراجم کئے اور ادبی تربیت کرکے چند شاگردوں کو بھی تیار کردیا۔ مولانا اصلاحی نے اپنے خاص علمی ذوق وانداز سے مودودی صاحب کی تحریک کو پروان چڑھایا، اچھے اچھے رفقاء کار، ارباب قلم اور ارباب فن شامل ہوگئے۔ کمیونزم کے خلاف اور بعض دینی مسائل پر عمدہ عمدہ کتابیں لکھی گئیں۔ سودخوری، شراب نوشی، پردہ وغیرہ پر اچھی کتابیں آگئیں۔ تفہیمات وتنقیحات میں بعض اچھے اچھے مضامین آئے جدید نسل کی اصلاح کے لئے کتابیں تالیف کی گئیں۔

عرب ممالک میں خصوصاً سعودی عرب کو متاثر کرنے کے لئے اور وہاں کے شیوخ کو ہم نوا بنانے کے لئے مختلف انداز سے کام کیا اور کامیاب تدبیریں اختیار کیں اور جو رفقائے کار کے قلم سے معرض اشاعت میں آیا اسے اس انداز سے پیش کیا جاتا رہا کہ یہ سب کچھ مودودی صاحب کی توجہات کا رہین منت ہیں اس سے ان کی شخصیت بننی شروع ہوگئی اور تمام جماعت کے افراد کی تالیفات سے خود ذات کا فائدہ اٹھایا، خود عربی لکھنے سے معذور، انگریزی لکھنے سے معذور ہے نہ عربی لکھ سکتا ہے نہ بول سکتا ہے یہی انگریزی کا حال بھی ہے لیکن جو کتابیں ترجمہ کی گئیں ان کے سرورق پر بھی لکھا گیا "تالیفات المودودی" کہیں یہ نہ لکھا کہ یہ ترجمہ مسعود عالم کا ہے یا عاصم حدّاد کا ہے۔ لوگ یہ سمجھے کہ اردو کا یہ ادیب کیا ٹھکانہ عربی ادب کا بھی امام ہے لیکن چند دن گزرے تھے کہ مولانا گیلانی مرحوم اور حضرت سید سلیمان مرحوم متنبّہ ہوگئے کہ یہ تحریرات جدید فتنہ انگیزی کا سامان مہیا کر رہی ہیں جو کچھ خطابات تھے اور متکلم اسلام وغیرہ القاب تھے اس کو روک دیا۔ اور مولانا گیلانی نے "صدق جدید" میں "خارجیت جدیدہ کے عنوان سے تنقیدی مضمون لکھا۔ علمائے کرام کے زمرے میں شاید حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے اپنے مکاتیب میں اس فتنے کی نشاندہی فرمائی۔ رفتہ رفتہ علماء امت کچھ نہ کچھ لکھتے رہے حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد زکریا صاحب نے اس وقت جو مطبوعہ ذخیرہ تھا سب کو مطالعہ فرماکر ایک مبسوط رسالہ مرتب فرمایا لیکن افسوس کہ طبع نہ ہوسکا اور اس سلسلے میں ایک مدرس مظاہر العلوم مولانا محمد زکریا قدوسی صاحب مودودی صاحب کی طرف مائل ہوگئے تھے۔ ان کی اصلاح کے پیش نظر ایک مکتوب لکھا جو "فتنہ مودودیت" کے نام سے ایک رسالہ کی شکل شائع ہوگیا ہے'!

مودودی صاحب کی بہت سی چیزیں پسند بھی آئیں اور بہت سی ناپسند بھی، لیکن عرصہ دراز تک جی نہ چاہا کہ ان کو مجروح کیا جائے اور ان کے جدید انداز بیان سے جی چاہتا تھا کہ جدید نسل فائدہ اٹھائے۔ اگرچہ بعض اوقات ان کی تحریرات میں ناقابل برداشت باتیں بھی آئیں لیکن دینی مصلحت کے پیش نظر برداشت کرتا رہا اور خاموش رہا لیکن اتنا اندازہ نہ تھا کہ یہ فتنہ عالمگیر صورت اختیار کرے گا اور اکثر عرب ممالک میں یہ فتنہ بڑی صورت اختیار کرے گا اور دن بدن ان کے شاہکار قلم سے نئے نئے شگوفے پھوٹتے رہیں گے۔ صحابہ کرام اور انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں ناشائستہ الفاظ استعمال ہوں گے آخر "تفہیم القرآن" اور "خلافت و ملوکیت" اور "ترجمان القرآن" میں روز بروز ایسی چیزیں نظر آئیں کہ اب معلوم ہوا کہ بلاشبہ ان کی تحریرات و تالیفات عہد حاضر کا سب سے بڑا فتنہ اگرچہ چند مفید ابحاث بھی آگئی ہیں " واثمهما اكبر من نفعهما " والی بات ہے اب حالت یہاں پہنچ گئی ہے کہ سکوت جرم عظیم معلوم ہوتا ہے اور چالیس سال جو مجرمانہ سکوت کیا اس پر بھی افسوس ہوا اور اب وقت آگیا ہے کہ بلاخوف لومۃ لائم الف سے یا تک ان کی تالیفات و تحریرات کو مطالعہ کر کے جو حق و انصاف و دین کی حفاظت کا تقاضا ہو وہ پورا کیا جائے۔
واللہ سبحانہ ولی التوفیق۔

(محمد یوسف بنوری عفی عنہ)

رائے عالی حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمتہ اللہ علیہ

مکتوب بنام مولانا مسعود عالم ندوی

(از مکاتیب سلیمان ص ۱۶۵ مطبوعہ لاہور)

چند سطور جماعت اسلامی کے ظاہری چند اصولوں کی تعریف[1] کے بعد علامہ سلیمان ندوی تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے جو اختلاف ہے اور جو چند خطرات ہیں ان کو ظاہر کرتا ہوں۔

۱۔ ادّعائی لوگوں سے میں چوکنّا رہتا ہوں۔ ابوالکلام کے ساتھ میرا یہی معاملہ رہا اور مرزا قادیانی کے باب میں علماء سے شروع ہی میں یہی غلطی سالہاسال تک ہوتی رہی جس کا خمیازہ آج تک بھگتا جارہا ہے۔

۲۔ دوسری چیز طرز تعبیر ہے مسائل اسلامیہ کی تشریح عصری اصطلاحات تعبیر سے نسبتاً آسان ہوجاتی ہے اس لئے یہ راستہ آسان ہوتا ہے لیکن اس راستہ سے قلب حقائق کا بڑا اندیشہ رہتا ہے اس لئے بڑی احتیاط کی راہ ہے

۳۔ دین کو تمام تر سیاسیت ونظام سیاست وعمران بنانے سے یہ ڈر لگتا ہے کہ اس کو اہمیت اس قدر نہ دی جائے یا متاثرہ حلقہ پہ یہ اثر نہ پڑجائے کہ دین کے وہ اجزا جن کا تعلق دین کے ماورائے مادی حقائق اور عبارات سے

---

[1] اس وقت جماعت اسلامی کا ابتدائی دور تھا خلافت ملوکیت اور تفہیم القرآن اور ترجمان اگر علامہ دیکھتے تو ان کا انداز قلم اور ہی کچھ ہوتا تاہم اپنے آخری ایام زندگی میں جماعت اسلامی سے سخت متنفر ہوگئے تھے اور مولانا مسعود عالم ندوی بھی تائب ہوکر دنیا سے رخصت ہوئے وطوبیٰ لمن وجد فی صحیفتہٖ استغفاراً کثیراً۔

ہے وہ یکسر بے کار اور تہی مایہ معلوم ہونے لگیں اس اندیشہ کی تھوڑی سی تصدیق آپ کی جماعت کے ایک وکیل صاحب[1] سے ہوئی جو الہ آباد کی حالیہ مجلس مشورہ میں شرکت کے لئے جا رہے تھے انہوں نے ازراہ عنایت ندوہ آکر مجھ سے ملاقات کی اور گفتگو کا آغاز اس انداز میں فرمایا جس سے یہ مقصود تھا کہ یہ ظاہری اُلٹی سیدھی نماز اور روزہ اصل قیام نظام دینی کے بغیر بے کار ہیں۔ میں سمجھا کہ بے چارہ ابھی شدہ ہوا ہے جوش میں اس کو ایسا نظر آیا ہے بہر حال میرے اندیشے تھے اور ہیں۔ سلیمان ندوی۔

رائے عالی شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ لاہوری

برادران اسلام! مودودی صاحب کی تحریک کو بنظر غور دیکھا جائے تو ان کی کتابوں سے جو چیز ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ مودودی صاحب ایک "نیا اسلام" مسلمانوں کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں اور لوگ "نیا اسلام" تب ہی قبول کریں گے جب پرانے اسلام کے درو دیوار منہدم کر کے دکھا دئیے جائیں اور مسلمانوں کو اس امر کا یقین ہو جائے کہ ساڑھے تیرہ سو سال کا اسلام جو تم لئے پھرتے ہو وہ ناقابل قبول ہے۔ و۔ ناقابل عمل ہو گیا ہے۔ اس لئے نئے اسلام کو مانو اور اس پر عمل کرو جو مودودی صاحب پیش فرما رہے ہیں۔ اے اللہ! میرے دل کی دعا قبول فرما، مودودی صاحب کو ہدایت فرما اور ان کے متبعین کو بھی اس "جدید اسلام" سے توبہ کی توفیق عطا فرما اور انہیں پھر محمدیؐ اسلام پھر نصیب فرما۔" آمین یا الٰہ العالمین"

---

[1] وہ وکیل صاحب میاں طفیل تھے جو نئے نئے امیر جماعت ہوئے تھے (حاشیہ کتاب مکاتیب سلیمان)

(بحوالہ حق پرست علما کی مودودی صاحب سے ناراضگی کے اسباب" صـ۴۴)

رائے عالی حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی دامت برکاتہم

صدر مفتی دار العلوم دیو بند — (بحوالہ فتنہ مودودیت صـ۵ مطبوعہ کراچی)

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی

امابعد رسالہ مبارکہ فتنہ مودودیت حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کی تالیف ایک خصوصی اور مختصر خط ہونے کے باوجود اہل علم واہل دین کے لئے مشعل راہ ہے جس کی روشنی میں اس تحریک کی ضلالت اپنے خدوخال کے ساتھ بے نقاب ہو کر سامنے آجاتی ہے اور پھر اس کا رد پہلا اور سنہرا رنگ کسی مخلص مومن کے قلب ونظر کو اپنی طرف مائل کرنے میں کامیاب نہیں ہوگا۔ جن حضرات کے پس اس تحریک کے زہریلے اثرات سے واقف ہونے کے لئے طویل مطالعہ کا وقت نہیں یا وہ اس کو اصول اسلام پر جانچنے کی استعداد نہیں رکھتے یا ان کی نظر اس کی گمراہ کن بنیادوں کے ادراک سے قاصر ہے ان کو اس رسالے کے ذریعے انشاء اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کا راستہ بہ سہولت مل جائے گا۔

والتوفیق بید اللہ یہدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم

احقر محمود دار العلوم دیوبند سہارن پور

رائے عالی حضرت مولانا منظور نعمانی مدیر الفرقان لکھنؤ

ایک طویل عرصہ تک جماعت اسلامی کے بارے میں میرا موقف یہ رہا کہ

عـہ "بحوالہ جماعت اسلامی سے مجلس مشاورت تک" مصنفہ مولانا" (نعمانی ناشر مولانا قمر الدین صاحب کانپور۔

میں اس کے کام اور اس کے نتائج میں خیر کا پہلو غالب سمجھتا تھا لیکن میرے ایک صاحب علم اور صاحب صلاح دوست جن کا جماعتِ اسلامی کے بارے میں بالکل وہی خیال اور موقف تھا جو اس عاجز کا تھا، ایک دن لکھنؤ تشریف لائے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ جماعت اسلامی کے بارے میں آپ کی جو رائے تھی کیا اب بھی وہی ہے یا اس میں اب کچھ تبدیلی ہوئی ہے؟ میں نے ان کو بتایا کہ میں تو اپنی اسی جگہ ہوں، انہوں نے کہا کہ اب تک تو میرا خیال بھی وہی رہا لیکن اب جیسے جیسے وقت آگے بڑھتا ہے یہ محسوس ہوتا جاتا ہے کہ شر اور مضرت کا پہلو اتنا ہلکا اور مغلوب نہیں ہے جتنا ہم سمجھتے رہے ہیں، اس لئے میرے لئے تو یہ کہنا اب مشکل ہے کہ اس میں خیر غالب ہے، میں نے ان سے اس کی تفصیل چاہی تو انہوں نے بتایا کہ ہمارے یہاں جماعت اسلامی کی دعوت سے متاثر جو حلقہ ہے جو مجھ سے بھی زیادہ بعید نہیں ہے۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ رفتہ رفتہ ان سب کا ذہن یہ بنتا جا رہا ہے کہ دین کو اور دین کے تقاضوں کو اگلوں نے صحیح نہیں سمجھا، اب بس مودودی صاحب نے صحیح سمجھا ہے اور جو جماعت سے جتنا زیادہ متاثر ہوتا ہے وہ اس خیال میں اتنا ہی راسخ اور پکا ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ فہم دین کے بارے میں سلف سے بے اعتمادی ساری گمراہیوں اور سارے فتنوں کی جڑ ہے۔

میں نے ان سے عرض کیا کہ اگر بات ایسی ہی ہے جیسی آپ فرما رہے ہیں اور یہ ذہنیت جماعت سے تعلق رکھنے والے حلقوں میں اب عام ہو رہی ہے تو پھر اس میں شبہ نہیں کہ یہ بہت بڑا شر ہے اور ایسا شر ہے کہ اس کے مقابلے میں اس خیر میں کوئی وزن باقی نہیں رہتا جس کی ہم اب تک قدر کرتے رہے ہیں جماعت میں اس خیال کا عام ہونا تو بڑی خطرناک چیز ہے۔

اس کے بعد میں نے اپنے ذرائع سے یہ جاننے کی کوشش کی کہ کیا واقعی یہ ذہنیت جماعت سے تعلق رکھنے والے حلقوں میں اب عام ہو رہی ہے تو پھر جو بھی معلومات مجھے حاصل ہوئیں وہ ان صاحب کی تائید ہی کرتی تھیں۔

اس علم و اندازہ کے بعد سے میں نے جماعت کے بارے میں خیر کے پہلو کو غالب کہنا چھوڑ دیا، ممکن ہے بعض لوگ اس ذہنیت کی خطرناکی کو پوری طرح نہ سمجھتے ہوں اور اس لئے وہ اسے معمولی سی اور ہلکی بات سمجھیں لیکن جس کے سامنے اس امت کے گمراہ فرقوں اور گمراہ افراد کی تاریخ ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ فہم دین کے بارے میں سلف سے اعتماد اُٹھ جانے کے بعد کوئی حصار باقی نہیں رہتا پھر آدمی پرویز بھی بن سکتا ہے، برق بھی بن سکتا ہے اور ان سے آگے بھی جا سکتا ہے۔ ہر گمراہی کی پہلی بنیاد یہی ہوتی ہے کہ آدمی کا اعتماد دین کے فہم کے بارے میں سلف سے اٹھ جائے، بہرحال اس واقعہ کو قریباً ڈھائی تین برس ہوئے ہوں گے اس وقت سے جماعت اسلامی کے بارے میں میری رائے میں یہ تبدیلی آئی اور جماعت اسلامی کی طرف سے مدافعت کا جو رویہ تھا وہ ختم ہو گیا اور ذہن نے دوسری طرح سوچنا شروع کر دیا۔

"داستان عبرت"

جماعت اسلامی سے بیزاری اور علیحدگی

مولانا منظور نعمانی (مدیر الفرقان لکھنؤ و مصنف معارف الحدیث) کا خود نوشت مقالہ

(جماعت اسلامی سے مجلس مشاورت تک)

مطبوعہ کان پور

مولانا منظور نعمانی تحریر فرماتے ہیں کہ کاش ہم لوگوں کی یہ غلطی اور وقت کا

ضیاع دوسروں کے لئے باعثِ عبرت ہو۔ جماعت سے الگ ہونے والے حضرات میں غازی عبدالجبار صاحب اور حکیم عبدالرحیم اشرف میرے اُن پُرانے دوستوں میں ہیں جن کو میں نے ہمیشہ بہت صالح باخدا اور مخلص جانا ہے۔

اگر سیرتِ مصطفوی اور صفاتِ محمدیؐ کے رنگ و بو سے کسی کی زندگی خالی ہو تو اس کی اچھی اچھی باتیں سُنکر اس کے ساتھ جُڑنے والوں کا آخر کار غیر مطمئن ہو کر اس کو چھوڑنا بالکل قدرتی بات ہے۔

اللہ کی شان ہے کہ جماعت اسلامی کے ابتدائی دَور میں مولانا مودودی نے اس وقت کے اپنے معترضین مولانا عبدالماجد صاحب وغیرہ کو جواب دیتے ہوئے اپنے جن جن ساتھیوں کا نام لے کر کہا تھا کہ اگر مجھ میں کوئی زیغ ہوتا اور میں فتنہ کی طرف جانے والا ہوتا تو یہ فلاں فلاں جیسے اللہ کے بندے میرے ساتھ کیوں ہوتے۔ ان سب ہی نے ایک ایک کر کے ان کا ساتھ چھوڑا۔

اس داستان میں خود میرے لئے اور ہر غور کرنے والے کے لئے بڑے بڑے سبق ہیں لیکن سب سے بڑا سبق میرے نزدیک یہ ہے۔

جماعت اسلامی سے میری علیحدگی میں سب سے بڑا سبق

میرے نزدیک یہ ہے کہ کوئی شخص خواہ کتنا ہی ذہین ہو اور زبان و قلم کی خواہ کتنی ہی طاقت اس کو ملی ہو اور اپنے حسن و بیان اور زورِ قلم سے داد و تحسین کا کتنا ہی خراج وہ اہل زمانہ سے حاصل کر سکتا ہو اور خواہ کتنے ہی ناواقف سادہ لوحوں سے وہ اپنے کو امام و مجدد و عارف و صوفی منوا سکتا ہو لیکن اگر اس میں اخلاص للہ اور تقویٰ نہیں ہے اور اس کی سیرت اور اس کے ظاہر و باطن میں محمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ و بو کا اگر اتنا حصہ بھی نہیں ہے کہ علم و بصیرت رکھنے والے اہل ایمان کے لئے اس کی شخصیت میں کشش اور دلوں کو اطمینان کا سامان ہو اور جو صاحب ایمان اس کے قریب جائے وہ قریب تر ہوتا چلا جائے تو اپنی کاغذ کی ناؤ چلانے میں خواہ وہ کتنا ہی کامیاب ہو۔ کوئی بڑا دینی کام ہونا تو درکنار وہ کام کے آدمیوں کو بھی اپنے ساتھ جوڑ نہ سکے گا اور اس کی اچھی اچھی باتوں سے متاثر ہو کر جو اس سے جڑیں گے بھی وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا رنگ و بو نہ پاکر جلدی یا بدیر ساتھ چھوڑنے پر مجبور ہوں گے بشرطیکہ وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے رنگ و بو سے آشنا اور اللہ تعالے کی رضا طلبی میں صادق و مخلص بھی ہوں اس عاجز نے اللہ کی توفیق سے اس کے ایسے بہت سے بندوں کو پایا ہے جن کو نہ تو بہت اچھی اچھی باتیں کرنی آتی ہیں اور نہ وہ صاحب قلم ہی ہیں لیکن جو شخص صدق طلب کے ساتھ ان سے قریب جاتا ہے وہ اس اطمینان سے ان سے قریب تر ہوتا چلا جاتا ہے کہ یہ اللہ کے مخلص اور صادق بندے ہیں اور ان کی سیرت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ و بُو ہے۔

مولانا منظور نعمانی صاحب کا جماعت اسلامی میں شرکت کا سبب

(از مولانا قمر الدین مدیر ماہنامہ نظام و ناشر مکتبہ نظام کانپور کا دیباچہ جماعت اسلامی سے مجلس مشاورت تک)

یہ ایک دردناک کہانی اور داستان عبرت ہے اس عظیم شخصیت کی جو

میدان مناظرہ کا شہسوار رہ چکا ہو جس کے معرکۃ الآرا مضامین علمی دنیا میں مقبولیت حاصل کر چکے ہوں اور جس کی تقریروں نے خواب غفلت میں پڑے ہوئے بہت سے لوگوں کو بیدار کر دیا ہو لیکن یہی عظیم شخصیت جب اپنے اکابر و اسلاف کا دامن ہاتھ سے چھوڑتی ہے اور خود رائی پر آمادہ ہو کر ایک ایسے شخص بیعت امارت کے لئے ہاتھ بڑھا دیتی ہے جس نے کبھی چھوٹا بن کر اپنے نفس کی اصلاح و تزکیہ باطن کی ضرورت نہیں محسوس کی تو اسے شہادت زور اور گمراہی کے کن کن تاریک وادیوں میں بھٹکنا پڑتا ہے۔

اسی وجہ سے مولانا محمد منظور نعمانی صاحب نے فرمایا کہ اس داستان میں خود میرے لئے اور ہر غور کرنے والے کے لئے بڑے بڑے سبق ہیں اور سب سے بڑا سبق جو مولانا نے حاصل کیا (وہ مفصل اس سے قبل موصوف ہی کی تحریر میں درج ہو چکا ہے اور جس کو آپ پڑھ چکے ہیں)۔

مولانا منظور نعمانی کی گفتگو مولانا مسعود عالم ندوی سے

(جس زمانے میں کہ دونوں جماعت کے سرگرم رکن تھے)

میں ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں اس کو توجہ سے سنیں۔

دنیا میں کسی انقلاب کے دو ہی ذریعے ہو سکتے ہیں ایک ظاہری اسباب و وسائل اور دوسرے اللہ تعالیٰ کی خاص نصرت یہ تو ظاہر ہے اسباب و وسائل کے لحاظ سے ـــــ ہم آپ خالی ہاتھ ہیں۔ اس کے لئے اگر کچھ ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی خاص نصرت ہی سے ہو سکتا ہے اور آپ حضرات جانتے ہیں کہ "نصرت خداوندی" ایسی ارزاں نہیں ہے اس کی مستحق وہی امت و جماعت ہو سکتی ہے جس کا اللہ سے خاص قسم کا تعلق ہو۔ میرا علم و اندازہ یہ ہے کہ اس چیز کی طرف توجہ نہیں دی جا رہی ہے اور بس ذہنی و فکری اصلاح اور زندگی کے کچھ ظاہری پہلوؤں کی اصلاح ہی کو سامنے رکھ لیا گیا ہے

موصوف میری اس گفتگو پر آبدیدہ ہو گئے اور انھوں نے بڑے گہرے تاثر کے ساتھ کہا کہ واقعہ یہ ہے کہ اس کمی کو ہم خود اتنا محسوس کرتے ہیں کہ میں اور غازی عبدالجبار صاحب تنہائیوں میں اس موضوع پر باتیں کر کے بارہا روئے ہیں اس کے بعد موصوف نے اظہار فرمایا کہ اس سلسلے میں ہماری سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ جماعت میں سب سے زیادہ موثر مقبول و محبوب شخصیت مولانا مودودی کی ہے اور ان ہی کی ذات جماعت میں معیار اور نمونہ بن گئی ہے اور ان کو اس طرف بالکل توجہ نہیں ہے۔

(از جماعت اسلامی سے مجلس مشاورت تک)

رائے عالی جناب علامہ سید ابوالحسن علی ندوی (ندوہ لکھنؤ)

(حاشیہ کتاب منصب نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین ص
ابوالحسن علی ندوی مطبوعہ کراچی

مودودی صاحب کی عبارت (قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں ص)

لیکن بعد کی صدیوں میں رفتہ رفتہ ان سب الفاظ کے وہ اصلی معنیٰ جو نزول قرآن کے وقت سمجھے جاتے تھے بدلتے چلے گئے یہاں تک کہ ہر ایک اپنی پوری وسعتوں سے ہٹ کر نہایت محدود بلکہ مبہم مفہومات کے لئے خاص ہوگیا۔ پھر اس کے وجوہ و اسباب بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن کے اصل مدعا کا سمجھنا لوگوں کے لئے مشکل ہوگیا۔

تبصرہ مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی مودودی صاحب کی عبارت مذکورہ پر تبصرہ فرماتے ہیں کہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس طویل مدت میں یہ کتاب غفلت اور جہالت کی نذر رہی۔ اس کے

حقائق کو سمجھا نہیں جا سکا اور نزول کے تھوڑے ہی مدت کے بعد اس سے استفادہ کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ یہ تصور قرآن کی آیت مبارکہ انا نحن نزلنا وانا لہٗ لحافظون ٥ (ترجمہ) ہم نے اُتاری ہے یہ نصیحت یعنی قرآن اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ کے خلاف ہے کیونکہ فضل و احسان کے موقع پر حفاظت کا وعدہ ہیں اس کے مطالب کا فہم۔ ان کی تشریح۔ اس کی تعلیمات پر عمل اور زندگی میں ان کا انطباق بھی شامل ہوتا ہے اور ایسی کتاب کی کیا قدر و منزلت ہو سکتی ہے جو طویل مدت تک معطل پڑی رہے۔ نہ سمجھی جائے نہ اس پر عمل کیا جائے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا

اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ وَقُرْاٰنَہٗ ٥ فَاِذَا قَرَاْنٰہُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَہٗ ٥ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ ٥

ترجمہ: اس کا جمع کرنا اور پڑھوانا ہمارے ذمہ ہے جب ہم وحی پڑھا کریں تو تم اس کو سنا کرو اور پھر اسی طرح پڑھا کرو پھر اس کے معانی کا بیان بھی ہمارے ذمہ ہے۔

غور و فکر کا یہ انداز جسے دورِ حاضر کے بعض مفکرین انشا پرداز اختیار کر رہے ہیں اس ابدی انقلاب آفریں صلاحیتوں اور کارناموں سے بھرپور امت پر ایک طویل المیعاد فکری قحط اور ذہنی و عملی تعطل کا الزام عائد کرتا ہے جو درخت اپنی زندگی کی بہترین مدت میں برگ و بار نہ لائے اور بے حاصل اور بے ثمر پڑا رہے اس کی افادیت اور فکری صلاحیت مستقل طور پر مشکوک ہو جاتی ہے اور مستقبل میں بھی بھلائی کی امید کرنی مشکل ہے۔ نتیجہ اگرچہ بادی النظر میں کچھ زیادہ اہم اور سنگین نہ معلوم ہو لیکن اس کے اثرات ذہن و دماغ اور طرزِ فکر پر بڑے گہرے اور دُور رس ہیں اس لئے کہ یہ اس امت کی صلاحیت ہی میں شک و شبہ پیدا کر دیتا ہے جو نہ صرف دین و پیغام کی حامل ہے بلکہ

اس کو دُنیا میں پھیلانے اس کی تشریح کرنے اور اس کی حفاظت کی ذمہ دار ہے اور اس سے اس امت کی گذشتہ تاریخ اس کے مجددین مصلحین اور مجتہدین کے علمی و عملی کارنامے بھی مشکوک اور کم قیمت ہو جاتے ہیں اور آئندہ کے لئے بھی یہ بات بڑی مشتبہ ہو جاتی ہے کہ جو کچھ کہا گیا اور سمجھا گیا وہ صحیح ہے اور جو کچھ کہا جائے گا اور سمجھا جائے گا وہ شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ اس سے ظاہر و باطن مغز و پوست کے اس فلسفہ اور دینی حقائق کو ایک نہایت عسیر الفہم معمہ اور چیستاں قرار دینے کی سعی کو شہ ملتی ہے جس سے باطنیوں کے مختلف فرقوں نے مختلف زمانوں میں فائدہ اٹھایا۔

یہ اس علمی حقیقت اور عقیدے کے بھی خلاف ہے کہ یہ دین اس نسل کو صرف کتابی شکل ہی میں نہیں ملا بلکہ ایک نسل نے دوسری نسل تک اس کے الفاظ و مفاہیم بلکہ طریق عمل تک کو منتقل کیا ہے اور توارث کا یہ سلسلہ لفظ و معنیٰ دونوں میں جاری رہا نیز اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جا بجا الکتاب المبین اور عربی المبین کے الفاظ سے یاد کیا اور ایک جگہ اس کی آیات کے محکم اور مفصل ہونے کا ذکر کیا ہے۔ یہ صفات اور تعریفیں بھی اس خیال کے منافی ہیں کہ قرآن مجید کے بنیادی حقائق طویل عرصہ تک پردۂ خفا میں رہے۔

رائے عالی مولانا عبدالباری صاحب ندوی (لکھنؤ)

مولانا منظور نعمانی صاحب اپنی خود نوشت غلطی اور توبہ میں (جس کو آپ ملاحظہ کر چکے ہیں) لکھتے ہیں کہ مجھے یاد آتا ہے کہ جماعت اسلامی کے ابتدائی دور میں جب یہ عاجز پورے جوش اور سرگرمی کے ساتھ اس میں شریک بلکہ اس کا داعی تھا۔ مولانا عبدالباری صاحب ندوی نے (جب کہ میرا اُن سے

کوئی تعلق و رابطہ بلکہ تعارف بھی نہ تھا محض للّٰہی خیرخواہی سے) مجھے ایک خط لکھا جس کا حاصل اب یہ یاد رہ گیا ہے کہ کم از کم تمہیں اس حقیقت سے ناواقف نہ ہونا چاہئے کہ جس شخص نے کبھی صغیر بن کر اپنی اصلاح کا سبق نہ لیا ہو اس کا اصلاح کامل کے اتنے اونچے دعوؤں کے ساتھ کبیر بن کر کھڑا ہو جانا خیر و صلاح کا باعث کہاں تک ہو سکتا ہے؟

مولانا عبد الباری ندوی کا دوسرا بیان بلاشبہ جماعت کے بانی اور بہت سے اساطین خود علمی و عملی تربیت و صحبت سے محروم اور نرے کتابی علم و ذہانت کے زور میں کہیں سے نکل گئے اور بہت سی مہلک بے اعتدالیوں کا شکار ہو کر اپنے اور دوسروں کے لئے نیم مُلاّ خطرۂ ایمان بن گئے ہیں ؎

صورتِ مذہب کہ می سازند تحسین می کنم
معنیٔ دیں را کہ می سوزند خلق آگاہ نیست

(بحوالہ جماعت اسلامی سے مخالفت کیوں؟ ص۲۲)

رائے عالی حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم

مہتمم اشرف المدارس ناظم آباد و سابق شیخ الحدیث دار العلوم کراچی
از کتاب مودودی اور ایک ہزار علمائے امت ص۳۵
(مطبوعہ ملتان)

سوال - آجکل جماعت اسلامی بظاہر بہت کام کر رہی ہے مگر اس کے باوجود علمار کرام مولانا مودودی صاحب اور ان کی جماعت پر سخت تنقید کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

الجواب منہ الصدق والصواب مودودی صاحب اور ان کی جماعت

سے متعلق چند امور مختصر طور پر پیش کئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد آپ خود فیصلہ کرلیں کہ ان کے ساتھ تعلق جائز ہے یا نہیں؟

(۱) اس جماعت سے جو بھی وابستہ ہو خواہ ابتداءً وہ سیاسی حد تک وابستہ ہوا ہو۔ وہ چند روز میں امام ابوحنیفہؒ کی تقلید سے نکل کر مودودی صاحب کا مُقلِّد ہو جاتا ہے اور خود مودودی صاحب نے بھی لکھا ہے کہ متفقاء کے خیالات سے الگ رہنا مشکل ہے۔

(۲) مودودی صاحب نے (رسائل و مسائل جلد اوّل میں) لکھا ہے کہ اہل علم کے لئے تقلید کرنا گناہ بلکہ گناہ سے بھی شدید تر ہے تو گناہ سے بڑھ کر تو کفر ہی ہوتا ہے سو اگر مودودی صاحب کا یہی مطلب ہے تو مسلمانوں کا سوادِ اعظم جس میں بڑے بڑے جلیل القدر محدثینؒ۔ فقہاءؒ۔ صوفیاءؒ اور اولیاءؒ گذرے ہیں اور اب بھی ہیں (جس میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ۔ شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ شاہ شہیدؒ، مجدد الف ثانیؒ، حضرت نانوتویؒ۔ حضرت گنگوہیؒ۔ حضرت تھانویؒ۔ حضرت مدنیؒ۔ حضرت عثمانیؒ۔ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسریؒ۔ حضرت رائے پوریؒ۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ، بھی شامل ہیں) مودودی صاحب کے یہاں سب کے سب کافر ہیں۔ العیاذ باللہ (کیونکہ یہ سب مقلد ہیں) اور اگر ردِّ تقلید کا جوش ہوش پر غالب آجانے سے یہ جملہ بے معنیٰ نکل گیا تو بھی مودودی صاحب کے یہاں سب مقلدین گناہ کبیرہ اور حرام کے ارتکاب کی وجہ سے فاسق ضرور ہوئے تو محدثین فقہاء اور صوفیا بلکہ سوادِ اعظم کی تفسیق کرنے والا کیوں فاسق نہ ہوگا۔

(۳) مودودی صاحب کے اعتراضات سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام بھی محفوظ نہیں ہیں۔ اسلاف کی شان میں ان کا لٹریچر

بھرا پڑا ہے۔ ایسی حالت میں علمائے کرام مودودی پر اعتراض کرتے ہیں تو یہ قبیح کیوں ہے؟

علما کے اعتراضات سے بچنا تو مودودی صاحب کے اختیار میں ہے وہ اسلاف کے حق میں گستاخیوں سے باز آجائیں اور جو لکھ چکے ہیں اس سے توبہ کا اعلان کر دیں تو علما کے اعتراضات خود ہی ختم ہو جائیں گے۔

یہ کہاں کا انصاف ہے کہ وہ تو اکابر دین پر اعتراضات کی اشاعت میں سرگرم رہیں اور ان پر کوئی اعتراض نہ کرے۔ کوئی شخص کسی بھری مجلس میں جا کر اہلِ مجلس کے آباء و اجداد کو گالیاں دینا شروع کرے اور پھر ان لوگوں سے اپنے اعزاز و احترام کی امید رکھے اس سے بڑی حماقت کیا ہو گی؟

(۴) مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ نبی کے سوا تنقید سے کسی کو بالاتر نہ سمجھئے لیکن خود جماعت کے افراد مودودی صاحب کو تنقید سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ مودودی صاحب کے کسی مسئلہ کو (حتیٰ کہ صحابۂ کرامؓ پر طعن و اعتراض کو) غلط کہنے کے لئے تیار نہیں گویا وہ ان کی عصمت کے قائل ہیں؟

(۵) مودودی صاحب کا اہل حق سے اصولی اختلاف ہے۔ مودودی صاحب کے ہاں قرآن مجید و حدیث کا مفہوم سمجھنے میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی کوئی احتیاج نہیں حالانکہ صراط مستقیم کی تفسیر میں صراطُ اللہ یا صراطِ رسول یا صراط قرآن کی بجائے صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ فرمایا گیا ہے یعنی صراط مستقیم کا تعین کرنیوالی منعم علیہم کی ایک جماعت ہے۔

(۶) مودودی صاحب نے خلافت و ملوکیت لکھ کر اپنے اندرونی بغض صحابہؓ کا زہر اگل دیا ہے۔ اس کتاب کو دیکھنے کے بعد بھی مودودی صاحب کے بغض صحابہؓ پر جس کو یقین نہ آئے تو یہ دلیل ہے کہ خود اس شخص کے اندر بھی بغض صحابہؓ ہے۔

مودودی صاحب اور تخریب اسلام

از حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم مہتمم
اشرف المدارس ناظم آباد ۴ کراچی - (سابق شیخ الحدیث دار العلوم کراچی)

سوال | مودودی صاحب اور ان کی جماعت شفاخانوں اور دوسرے رفاہی کاموں اور منظم تحریک کے ذریعہ عوام میں جاذبیت پیدا کر رہی ہے اور اکثر نو تعلیم یافتہ لوگ صرف انہی خوبیوں کو دیکھ کر اسے صحیح اسلامی جماعت سمجھتے ہیں اور ان کی طرف مائل ہو جاتے ہیں لہذا مفصل بیان فرما کر امت مسلمہ کی رہبری فرمائیں کہ کیا جماعت اسلامی واقعۃً وہی اسلام پیش کرتی ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے سیکھا تھا اور کیا صرف مذکورہ بالا خوبیوں کو حقانیت کی دلیل قرار دیا جا سکتا ہے؟

اگر یہ جماعت صحیح راستہ پر نہیں تو اس سے متعلق مندرجہ ذیل سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) کیا ان کا شمار اہل سنت میں ہے؟
(۲) ان کے ساتھ تعاون جائز ہے؟
(۳) ان میں رشتہ کرنا جائز ہے؟
(۴) ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟

بینوا توجروا

الجواب بسم ملہم الصواب

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ امابعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین آمین۔

آج کل لوگوں نے حسن نظم، حسن اخلاق، ایثار و ہمدردی، اہتمام اعمال اور جرأت وہمت کو معیارِ حق سمجھ لیا ہے چنانچہ جن افراد یا جن جماعتوں میں یہ صفات پائی جائیں لوگ ان کو اہل حق سمجھ کر ان کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا خوب سمجھ لیں کہ ان چیزوں میں سے کوئی چیز بھی معیارِ حق نہیں بن سکتی۔ یہ امر اگرچہ ایسا بدیہی ہے کہ ہر انسان کی عقل اس کا فیصلہ کر سکتی ہے معہٰذا مختصراً عرض کرتا ہوں۔

معیارِ حق کی تعیین میں مغالطہ: اگر حُسن نظم کو معیارِ حق قرار دیا جائے تو برطانیہ اور امریکہ وغیرہ کے لوگ سب سے زیادہ اہلِ حق ہوں گے اسی طرح عیسائی مشنریاں اور قادیانی جماعت جس حُسن نظم سے کام کر رہی ہے کوئی مُسلم جماعت ایسی مُنظّم نہیں۔ اسی طرح حُسنِ اخلاق اور ایثار و ہمدردی جس حد تک عیسائی مشنریوں اور قادیانیوں میں ہے کسی مسلم جماعت میں نہیں، عیسائی مشنریاں شفاخانوں اور گھی اور دودھ کے ڈبوں اور مختلف چیزوں کی تقسیم، روپے اور ملازمت کے لالچ میں لوگوں کو عیسائی بنا رہی ہیں۔ اسی لئے اچھوت قومیں عیسائی مذہب اختیار کر چکی ہیں، یہی طریقہ عیسائیوں سے قادیانیوں نے سیکھا۔ بہت سے قادیانی ڈاکٹروں نے اپنی خدمات وقف کر رکھی ہیں دکانوں پر بورڈ لگے ہوئے ہیں کہ مریض کے گھر پر جا کر بلا فیس معائنہ کیا جاتا ہے۔ تقسیم کے ایام

میں بعض قادیانیوں کو دیکھا کہ منوں کے مقدار میں روزانہ مہاجرین میں تازہ دودھ تقسیم کرتے تھے۔ یہ ایک دو دن کا واقعہ نہیں بلکہ کئی مہینوں تک ان کا یہ معمول دیکھا گیا۔ عیسائی مشنریاں ڈبے کا دودھ تقسیم کرتی ہیں مگر قادیانی اس سے بھی بڑھ کر تازہ دودھ تقسیم کرتے رہے تو کیا یہ عیسائی اور قادیانی اہل حق ہو سکتے ہیں؟ انہی عیسائی مشنریوں اور قادیانیوں کے طریقہ تبلیغ کی تقلید بعض مسلم جماعتیں بھی کرنے لگیں۔ یہ لوگ شفاخانوں اور مختلف مواقع پر امداد کی فنڈوں اور تعاون کے ذریعہ لوگوں کو متاثر کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ شرعی نظر سے نہ صرف یہ کہ یہ چیز معیار حق نہیں بلکہ سرے سے یہ طریقہ تبلیغ غلط ہے۔ آپ نے کوئی احسان یا طمع دلا کر کسی کو اپنی طرف مائل کر لیا تو ایسے شخص کا کیا اعتبار؟ کل کوئی دوسری جماعت اسے کوئی بڑی طمع دے کر اپنی طرف کھینچ سکتی ہے۔ ایسے ہی اہتمام اعمال بھی معیار حق نہیں خوارج کے بارے میں حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی جس کی صداقت کو دنیا نے دیکھا فرمایا کہ یہ لوگ ایسے عابد و زاہد ہوں گے کہ تم ان کی عبادت کے سامنے اپنی عبادت کو حقیر سمجھنے لگو گے اور فرمایا کہ یہ لوگ ہر وقت تلاوت قرآن سے رطب اللسان رہیں گے مگر لا یجاوز حناجرھم یعنی قرآن کا اثر ان کے قلوب کی طرف تجاوز نہ کرے گا۔ یا یہ کہ ان کی تلاوت سماء قبول کی طرف بلند نہ ہوگی۔ ان کے منہ ہی میں رہے گی۔ جار اللہ زمخشری کو جار اللہ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ یہ ہمیشہ کے لئے دنیا و مافیہا سے الگ ہو کر بیت اللہ میں معتکف ہو گئے تھے تو کیا معتزلہ و خوارج کے اہتمام اعمال کی وجہ سے ان کو کوئی اہل حق کہہ سکتا ہے؟ یوں ہی جرأت و ہمت سے متعلق غور فرمائیے کہ کفار ہمیشہ کس جرأت و ہمت کا مظاہرہ کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں۔ بیویوں۔ بہنوں اور بیٹیوں کا لونڈیاں بنانا گوارا کیا، بچوں کو غلام بنایا؛ اور خود غلامی کا طوق پہنا۔ سلطنتیں قربان

کیں۔ املاک چھوڑیں اور اپنی جانیں دیں کوئی بڑی سی بڑی آفت ان کو ان کے نظریہ سے نہ ہٹا سکی۔ ابو طالب کی جرأت دیکھئے مرتے وقت بھی یوں کہتے ہیں کہ اِخْتَرْتُ النَّارَ عَلَی الْعَارِ "میں آبائی دین چھوڑنے کی عار پر نارِ جہنم کو ترجیح دیتا ہوں" غور کیجئے کہ کتنی بڑی جرأت ہے۔ معلوم ہوا کہ جرأت و ہمت اور استقلال کو معیارِ حق قرار دینا غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایثار و ہمدردی۔ خدمتِ خلق۔ حسن اخلاق، حسن نظم اور ہمت و جرأت، اہل حق کی صفات ہیں جن کو غیر اہل حق نے اختیار کر لیا جیسے کہ غیر اہلِ حق کی کئی صفات کو اہلِ حق اختیار کئے ہوئے ہیں تو صفات مذکورہ بلا شبہ صفات محمودہ ہیں اور اہلِ حق کی صفات ہیں مگر حق کا معیار نہیں کہ جس میں بھی یہ صفات ہوں اسے اہلِ حق سمجھ لیا جائے۔ کچھ لوگ اس لئے بھی ایسی جماعتوں کے ساتھ وابستہ ہو جاتے ہیں کہ ان کے ہاں دین بہت سستا ہے، جب کہ مولوی کا دین مشکل ہے غیر شرعی لباس اور وضع قطع اور تشبہ بالنصاریٰ کے ہوتے ہوئے اور سینما بینی جیسے جرائم میں مبتلا ہوتے ہوئے مولوی کسی کو دیندار نہیں کہہ سکتا مگر بعض جماعتوں نے دین اتنا سہل کر دیا ہے کہ آپ داڑھی کٹاتے ہوں، سر پر انگریزی بال ہوں انگریزی لباس پہنتے ہوں، پائجامہ ٹخنے سے نیچے رہتا ہو، سینما بھی دیکھتے ہوں، یہ سب کچھ کرتے ہوئے بھی آپ دین دار مسلمان بلکہ پوری دنیا کے صالح ترین اور متقی مسلمان بن سکتے ہیں ؎

حج کعبہ بھی کیا اور گنگا کا اشنان بھی — راضی رہے رحمان بھی اور خوش رہے شیطان بھی

جب تک کہ کوئی شخص زکوٰۃ اور چرم قربانی و صدقۃ الفطر صحیح مصرف پر نہ لگائے اس وقت تک وہ مولوی کی نظر میں دیندار نہیں مگر اس جماعت

کا نظریہ یہ ہے کہ آپ جماعت کو زکوٰۃ دے دیں آگے جماعت خواہ اس سے مکانات تعمیر کرے یا ڈاکٹروں کو تنخواہ دے، شفاخانے چلائے یا الیکشن لڑے۔ دیکھیے کتنا آسان دین ہے کہ آپ کی زکوٰۃ بھی ادا ہوگئی اور الیکشن وغیرہ کی ضروریات بھی پوری ہوگئیں۔

کہاں بھٹکے جا رہے ہو صاحبو! ہوش میں آؤ! کہاں بھٹکے جا رہے ہو اگر آسانی اور سہولت ہی آپ کے ہاں معیارِ حق ہے تو آپ اسلام ہی کیوں نہیں چھوڑ دیتے تاکہ ہر قید سے آزاد ہو جاؤ اور اگر اسلام کا نام باقی رکھتے ہوئے آزاد ہونا ہے تو پرویزی مذہب میں بھی بہت آسانی اور سہولت ہے نہ وہاں نماز روزہ کی پابندی اور نہ محرمات سے بچنے کی قید (اعاذنا اللہ منہ)۔

معیارِ حق

آیاتِ بیّنات اب سنئے کہ حقیقت میں معیارِ حق کیا چیز ہے۔ ارشاد ہے:

(۱) اھدنا الصراط المستقیم ○ صراط الذین انعمت علیھم ○ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ○ اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم کی تفسیر صراط القرآن یا صراط اللہ یا صراط الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں فرمائی اس لئے کہ لوگ اس کی تعیین میں اختلاف کرتے لہٰذا فرماتے ہیں "صراط الذین انعمت علیھم" کہ یہ منعم علیہم جماعت کا راستہ ہے، یہ جماعت صراطِ مستقیم کی تعیین کرے گی بلکہ عربیت کا قاعدہ ہے کہ بدل مقصود بالنسبۃ ہو اور مبدل منہ کو صرف اسم اشہر ہونے کی وجہ سے ذکر کر دیا جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ طالب ہدایت ہیں اصل مقصود منعم علیہم جماعت کا راستہ ہے صراطِ مستقیم اسی کا دوسرا نام ہے تو ثابت ہوا کہ کتاب اللہ اپنی تفہیم میں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محتاج

ہے اسی طرح کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی تفہیم میں رجال اللہ (منعم علیہم جماعت) کی محتاج ہے۔ ہم اس جماعت سے مستغنی ہو کر قرآن وحدیث سمجھنے کے مجاز نہیں، غرضکہ جماعت صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم کا اسوۂ حسنہ صراط مستقیم ہے، پھر ان سے بلاواسطہ اس طریق کو سمجھنے والی جماعت تابعین، پھر ان سے نقل کرنے والی جماعت، اسی طرح ایک دوسرے سے قیامت تک بالمشافہ صحیح طریق کو حاصل کرنے والی رجال اللہ کی جماعت کا طریق صراط مستقیم ہوگا اور اس کے خلاف جملہ طرق ضلالت اور گمراہی کے راستے ہوں گے رجال اللہ کی جماعت قرآن وحدیث کی زندہ تصویر اور چلتی پھرتی تفسیر ہوگی۔

(۲) بَلْ هُوَ آيَاتٌ م بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ ○ (سورۃ العنکبوت ع ۵) اس سے معلوم ہوا کہ ہدایت کے لئے قرآن کے صحائف کافی نہیں بلکہ اس کا مطلب اور اس کی تفسیر جو رجال اللہ کے صدور میں ہے وہ واجب القبول ہے۔

(۳) وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ○ (سورۃ النساء ع ۱۷)۔

"یشاقق الرسول" پر "یتبع غیر سبیل المؤمنین" کا عطف تفسیری ہے، یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سبیل کی تعیین مومنین کی ایک جماعت اپنے قول وعمل سے کرے گی۔ ان کے راستے سے انحراف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے راستے سے انحراف ہوگا اور موجب جہنم ہوگا (اعاذنا اللہ منہا)

(۴) كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ

تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (آل عمران ع ۱۲) اس آیت میں "اخرجت للناس" فرما کر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اتباع کو واجب اور ان کے طریق کو لوگوں کے لئے حجت قرار دیدیا۔

(۵) وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (سورۃ البقرۃ ع ۱۷) اس میں بھی یہ امر مصرح ہے کہ منعم علیہم جماعت کا راستہ معیارِ حق ہے۔

(۶) وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ (سورۃ البقرۃ ع ۲)

(۷) فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ (البقرۃ ع ۱۶)

ان دونوں آیتوں میں اس کی تصریح ہے کہ ایمان وہ معتبر ہوگا جو حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ایمان جیسا ہو یعنی ایمان صحیح کی کسوٹی اور معیار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے، اس سے ہٹ کر کوئی شخص براہ راست قرآن یا حدیث پر ایمان لانے کا دعویٰ کرے تو یہ ایمان قبول نہ ہوگا۔

احادیث مبارکہ

(۱) حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری امت کے بہت سے فرقے ہو جائیں گے ان میں صرف ایک فرقہ ناجی ہوگا باقی سب جہنمی ہوں گے۔ عرض کیا گیا وہ کون سی جماعت ہوگی؟ فرمایا "ما انا علیہ و اصحابی" بظاہر "ما انا علیہ" فرما دینا کافی تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم تھا کہ آگے چل کر کچھ لوگ میرے اصحاب سے مستغنی ہو کر میرا راستہ تلاش کریں گے مگر مجھ سے بھی مستغنی ہو کر صراطِ قرآن کی تعیین کریں گے اس لئے "ما انا علیہ" کے بعد "واصحابی" کا اضافہ فرما

کر اپنے طریق کی تفسیر فرمادی کہ میرا طریق وہی ہوگا جو کہ میرے اصحاب بیان فرمائیں گے، ما وردبہ القرآن یا ما انزل اللہ کی بجائے "ما انا علیہ واصحابی" فرمانا اور پھر صرف " ما انا علیہ" کو کافی نہ سمجھنا صریح دلیل ہے کہ ہمیں قرآن وحدیث کو براہ راست سمجھنے کی اجازت نہیں۔

(۲) علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین، تمسکوا بہا وعضوا علیہا بالنواجذ، اس حدیث میں "سنتی" کے بعد "وسنۃ الخلفاء" کا عطف تفسیری لاکر وضاحت فرمادی کہ میری سنت صرف وہ ہوگی جس کی تعیین خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کریں گے۔

(۳) یحمل ہذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین و انتحال المبطلین وتاویل الجاہلین (مشکوٰۃ ص۳۶) یعنی امت میں سلف سے خلف علم صحیح کے حامل رہیں گے اور بلاواسطہ ایک دوسرے سے صحیح طریق کی تعلیم پانے والی جماعت ہر زمانے میں موجود ہوگی، جو رجال اللہ سے مستغنی ہو کر براہ راست قرآن وحدیث سے استنباط واجتہاد کے شائقین، واجتہاد کی من مانی تاویلات وتحریفات کا قلع قمع کرتی رہے گی۔

(۴) عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی ما ادری ما بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر وزاد الحافظ ابو نصر القصار فانہما حبل اللہ الممدود فمن تمسک بہما تمسک بالعروۃ الوثقی لا انفصام لہا (رواہ الترمذی وحسنہ، وقال وفی الباب عن ابن مسعود والطبرانی عن ابی الدرداء منہ واحمد وابن ماجۃ وصححہ ابن حبان والحاکم) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد قرآن وحدیث کے اتباع کی بجائے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اقتداء کو فرض قرار دے کر

ان کے معیارِ حق ہونے پر مہر ثبت فرمادی فبای حدیث بعدہٗ یؤمنون ٥

(۵) اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم (کنوز الحقائق علے ہامش الجامع الصغیر ج ۱ صفحہ ۳۰) اس میں بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی اقتدار کا حکم فرمایا ہے۔

عقلِ سلیم

عقلی لحاظ سے بھی دیکھا جائے تو یہ امر ظاہر ہے کہ حق کا معیار ایک جماعت ہونی چاہیئے جو ہر زمانے میں بلا واسطہ ایک دوسرے سے استفادہ وافادہ کرتی ہوئی آرہی ہو اس لئے کہ افہام وتفہیم میں چند امور کا ہونا ضروری ہے۔

افہام وتفہیم کیلئے ضروری اُمور

(۱) مخاطب ومتکلم ہم زبان ہوں، غیر اہل لسان کتنی ہی مہارت کیوں نہ پیدا کرے مگر اہل لسان جس حد تک کلام کا مفہوم سمجھتا ہے غیر نہیں سمجھ سکتا۔

(۲) متکلم کے لہجہ کو سُننا، چنانچہ استفہام واخبار میں فرق صرف لہجے ہی کے اعتبار سے ہو سکتا ہے الفاظ دونوں کے یکساں ہوتے ہیں۔

(۳) متکلم کے چہرے، اس کی رنگت، ہیئت، آثار، ہاتھوں اور آنکھوں کے اشارات کو دیکھنا امر استعجاز یا تہدید کے لئے ہے، یا کہ طلب ماموربہ کے لئے اور کلام غضب پر مبنی ہے یا حقیقت پر، یہ جملہ امور متکلم کے لہجہ اور اس کی رؤیت پر موقوف ہوتے ہیں، ایک مرتبہ حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حالتِ غضب میں فرمایا "سلونی ما شئتم" لوگوں نے فضول سوالات شروع کر دیئے، کسی نے سوال کیا کہ میرا باپ کون ہے؟ کسی نے پوچھا کہ میری اونٹنی گم ہوگئی وہ کہاں ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے

ہیں کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کی طرف دیکھا تو غضب سے سُرخ ہو رہا تھا۔ میں نے گھٹنوں کے بَل بیٹھ کر عرض کیا اعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ تب جا کر آپ کا غصہ فرو ہوا۔

(۴) کلام کے محل وقوع کا مشاہدہ، حقیقت لغویہ، اصطلاحیہ، مجاز یا استعارہ، کنایہ یا توریہ، مفہوم کا عموم وخصوص وغیرہ کلام کے محل ورود ہی سے معلوم ہوتے ہیں۔

(۵) قرب ظاہری وباطنی (قرب باطنی سے مراد تعلق ومحبّت) اور خیالات ونظریات میں اتحاد ویکجہتی، چنانچہ ہر شخص اپنے احباب اور ہم مجلس وہم مشرب کی بات بہ نسبت دوسروں کے زیادہ سمجھتا ہے۔

انہی معقول ومسلم اصول کی بنا پر جب کوئی صحابی کسی روایت کو بہ تاکید بیان کرنا چاہتے ہیں تو فرماتے ہیں الصبرتہ عیناى وسمعتہ اذنانى ووعاہ قلبى۔ یعنی جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کلام فرما رہے تھے اس وقت میری دونوں آنکھیں آپؐ کے چہرۂ انور اور اس کے الوان وآثار وتغیرات اور چشم وابرو کے اشارات اور ہاتھوں کی تعبیر کو دیکھ رہی تھیں اور کلام کے محل ورود کا مشاہدہ کر رہی تھیں اور میرے دونوں کان آپؐ کے لہجے اور آواز کے نشیب وفراز کو سُن رہے تھے۔ یہ نہیں فرمایا کہ میں اپنی آنکھ سے دیکھ رہا تھا اور اپنے کانوں سے سُن رہا تھا بلکہ فرماتے ہیں کہ میں خود آنکھیں اور کان بن رہا تھا پھر ایک آنکھ اور کان نہیں بلکہ میں ہمہ تن دونوں آنکھیں اور دونوں کان بن کر متوجہ تھا، اس کے ساتھ ہی چونکہ اہلِ لسان ہونے اور قرب ظاہری وباطنی کا شرف بھی حاصل تھا ان سب خصوصیات کی بدولت آپ کے ارشادات کو میرے قلب نے خوب سمجھا اور الفاظ ومعانی کو

تغیر و تبدل سے خوب محفوظ کر لیا۔

اب غور فرمائیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب اہل لسان بھی تھے براہ راست آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لہجہ کو سننے والے، بوقت تکلم کیفیات اور ارشادات کا مشاہدہ کرنے والے، آیات قرآنیہ کے شان نزول اور احادیث کے مواقع ورود کو خوب جاننے والے تھے۔ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرب ظاہری و باطنی کے اعلیٰ مقامات پر تھے کہ ان کے درجۂ قرب تک کسی کی رسائی ممکن نہیں۔ مقربین بارگاہ الٰہی ہونے کی وجہ سے درباری اشارات سمجھنے کی پوری استعداد رکھتے تھے لہٰذا اس جماعت نے جو کچھ صراط مستقیم کی تعیین فرمائی اس سے ہٹ کر صراطِ مستقیم کی ہدایت کا کوئی امکان نہیں۔ اسی طرح صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بلا واسطہ استفادہ کرنے والی جماعت تابعین رحمہم اللہ کی ہے انہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے قول و فعل کو بلا واسطہ سنا اور دیکھا اور مشافہتہً صراطِ مستقیم کی ہدایت حاصل کی اُن کے بعد تبع تابعین نے علیٰ ہذا القیاس، بالمشافہ تعلیم و تعلم کے ذریعہ صراط مستقیم کی حفاظت کرنے والی جماعت چلی آئی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک رہے گی۔ یہ سلسلہ کبھی بھی کسی زمانے میں بھی منقطع نہیں ہوا۔

اہل حق کی جماعت

اسلام میں ایسا وقت آ ہی نہیں سکتا کہ قرآن و حدیث صرف صحائف کی شکل میں رہ جائیں اور ان کے الفاظ و معانی کی حامل کوئی جماعت نہ ہو۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک جماعت قیامت تک حق پر قائم رہے گی اور دین قویم اور صراط مستقیم کی حفاظت

کرتی رہے گی۔

تو معلوم ہوا کہ معیارِ حق پر رجال اللہ کی جماعت ہے۔ جو لوگ ان کے ساتھ وابستہ ہوں گے وہ اہلِ حق ہوں گے اور جن فرد یا جماعت نے ان کا دامن چھوڑا وہ خواہ کتنے ہی دعوے اتباعِ قرآن و حدیث کے کرتے رہیں اہلِ حق ہرگز نہیں ہو سکتے۔ اہلِ حق کا لقب اہلِ سنّت والجماعت اس لئے پڑا کہ یہ لوگ قرآن کو سنّت سے اور قرآن و سنّت دونوں رجال اللہ کی جماعت سے سمجھتے ہیں۔

جماعت اسلامی کا دجل وفریب

اب ان لوگوں کو ذرا حق و باطل کی اس کسوٹی پر لایئے جن کے حسنِ نظم وغیرہ سے متاثر ہو کر آپ ان کو اہلِ حق سمجھنے لگے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس جماعت کی تمام تر مساعی سے مقصد ہی ان رجال اللہ کی جماعت سے انحراف اور ان کے متعین کردہ صراطِ مستقیم کی مکمل تخریب اور اس کے بعد اپنے جدید اسلام کی تعمیر ہے اور یہ میں ان کے اقوال اور طرزِ عمل سے صرف استنباط کی بنا پر نہیں کہتا بلکہ اس پر ان کی صریح عبارات موجود ہیں کہ ہم مکمل طور پر تخریب کے بعد جدید تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ حوالہ جات انشاء اللہ تعالیٰ آگے آئیں گے۔

تخریبی کارروائی

اب تخریبی کارروائی سنئے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معیارِ حق نہیں۔ قرآن و حدیث کو براہِ راست سمجھنا ضروری ہے۔ قرآن و حدیث کے سمجھنے کے لئے نہ صرف یہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ضرورت

نہیں بلکہ (معاذ اللہ) اس کا جواز ہی نہیں۔ ہم قرآن وحدیث کو تو براہ راست اپنے علم و فہم سے سمجھیں گے۔ اس کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کی سوانح کا مطالعہ کیا تو اس کو قرآن وحدیث کے مطابق پایا۔ غور فرمایئے کہ قرآن و حدیث کی نصوص مذکورہ بالا اور دلائل عقلیہ کا فیصلہ تو یہ ہے کہ تم اپنے علم اور نظریات کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریق کی کسوٹی پر پرکھو مگر یہ لوگ اس کے بالکل برعکس یوں کہتے ہیں کہ ہم صراطِ مستقیم کی تعیین تو خود براہ راست قرآن وحدیث سے اپنے علم وفہم کے ذریعہ سے کریں گے پھر ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی اور اسلوب کی صحت وسقم کو اپنے نظریہ کی کسوٹی پر پرکھیں گے۔ ہم اپنے نظریئے کا امتحان لیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مطابق ہے یا نہیں؟ اس کی بجائے ہم صراطِ مستقیم کی تعیین خود کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا امتحان لیں گے کہ وہ اس پر تھے یا نہیں (اعاذنا اللہ منہ) پھر اس امتحان میں صحابہ رضی اللہ عنہم (معاذ اللہ) مودودی صاحب کے علم وفہم کی کسوٹی اور نظرِ نقاد کے معیار پر پورے نہ اتر سکے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"بسا اوقات صحابہ (رضی اللہ عنہم) پر بھی بشری کمزوریوں کا غلبہ ہو جاتا تھا۔" (تفہیمات طبع چہارم ص۲۹۴)

اس کے بعد چند واقعات لکھ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) ایک دوسرے کو جھوٹا کہا کرتے تھے۔ اس میں لفظ بسا اوقات قابل توجہ ہے۔ یعنی کوئی شاذ و نادر نہیں بلکہ (معاذ اللہ) اکثر و بیشتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بشری کمزوریوں کا غلبہ ہو جاتا تھا۔

اولاً تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بشری کمزوریاں ثابت کرنے کے لئے ایک غیر معتبر کتاب کی بے سند روایات پیش کر رہے ہیں۔ تعجب ہے کہ صحیح بخاری کی صحیح

دصریح حدیث کا تو سرے سے انکار کرتے ہیں اور جن احادیث صحیحہ کو تسلیم بھی کرتے ان سے متعلق بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان سے زیادہ سے زیادہ گمانِ صحت حاصل ہو سکتا تھا نہ کہ علمِ یقین (اس کا حوالہ انشاء اللہ عنقریب آئے گا) مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین اور ان کی بشری کمزوریوں کو اچھالنے کے لئے قرآن وحدیث کی نصوصِ صریحہ اور تمام اُمت کے اجتماعی عقیدہ کے خلاف بے سند روایات کا سہارا لے رہے ہیں۔ قرآن کا فیصلہ ہے (وکلاً وعد اللہ الحسنیٰ) (سورۃ الحدید ع ۱) دوسری جگہ فرماتے ہیں والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعاً سجداً یبتغون فضلاً من اللہ ورضواناً۔ سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود الخ (سورۃ الفتح ع ۳)

معلوم ہوا کہ کتب سابقہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مناقب مذکور ہیں۔ تعدیل صحابہ رضی اللہ عنہم سے متعلق نصوص اس قدر کثرت کے ساتھ ہیں کہ سب کا احصار مشکل ہے۔ امت کا اجماعی عقیدہ ہے "الصحابۃ کلھم عدول" مگر ان سب کے مقابلے میں بے سند روایات لاکر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کمزوریاں محض تخریبی کارروائی کی غرض سے بیان کی جارہی ہیں۔

ثانیاً یہ کہ لفظ کذب عربی زبان میں اور احادیث میں کئی معانی میں استعمال ہوا ہے۔ یہ جھوٹ کے علاوہ خطار اور کسی کام سے تخلف کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ کسی صحابی رضؓ نے اگر کہیں دوسرے صحابیؓ کے بارے میں یہ لفظ استعمال کیا ہے تو اس کے معنی خطاء اجتہادی کے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ وہ جو کام کرنا چاہتے تھے اس پر قدرت نہ پانے کی وجہ سے متخلف رہے مگر ان کی تخریب مکمل نہیں ہوتی۔ جب تک کذب بمعنی جھوٹ کی نسبت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف نہیں کرتے۔

(بندہ کی اس تحریر کے بعد مودودی صاحب نے کتاب " خلافت و ملوکیت" لکھی ہے جسکے بعد بھی مودودی صاحب کے بغض صحابہؓ پر یقین نہیں آتا تو یہ اس کی دلیل ہے کہ خود اسکے دل میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بغض اور عداوت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے قلوب سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عظمت مٹانے اور اس مقدس جماعت سے متعلق دلوں میں شکوک و شبہات اور بغض و نفرت پیدا کرنے کا جو کارنامہ تنہا مودودی صاحب نے انجام دیا ہے، شیعہ کی پوری جماعت اپنی پوری مدۃ العمر میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں کر سکی۔

مودودی صاحب سے قبل کوئی ایک مسلمان بھی ایسا نظر نہیں آتا جو کسی صحابی سے بغض رکھتا ہو مگر آج مودودی صاحب نے مسلمانوں کی ایک جماعت کو اس مہلک زہر سے مکمل طور پر مسموم کر دیا ہے، منہ)

انبیاء علیہم السلام کی توہین

اس سے بھی بڑھ کر ان کی تخریبی کارروائی انبیاء کرام علیہم السلام سے شروع ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں:

"عصمت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لوازم ذات سے نہیں۔ اور ایک لطیف نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بالارادہ ہر نبیؑ سے کسی نہ کسی وقت اپنی حفاظت اٹھا کر ایک دو لغزشیں ہو جانے دی ہیں"

(تفہیمات ص۵۶ ج۲ طبع ششم پاکستان)

کیا کوئی نبی کا حکم یا فیصلہ قابل اعتماد ہو سکتا ہے جب کہ ہر امر و نہی کے وقت یہ احتمال موجود ہو کہ شاید اس وقت عصمت اٹھالی گئی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بعض اجتہادی خطائیں ہوئیں جن پر بعد

میں مطلع کر دیا گیا اور خطار اجتہادی پر بھی ثواب ملتا ہے۔ کوئی گناہ نہیں کہ عصمت کے منافی ہو۔ مودودی صاحب کی عصمتِ انبیاء علیہم السلام پر دست درازی سے جب مسلمانوں میں ہیجان برپا ہوا تو اپنے دعویٰ کے اثبات کے لئے اس خاک بدہنش نے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے گناہوں کی ایک فہرست مرتب کر ڈالی، مجھے تو اسمیں سے کوئی گستاخی نقل کرنیکی بھی ہمت نہیں، کوئی صاحب بطور نمونہ دیکھنا چاہیں تو تفہیم القرآن میں حضرت آدم، حضرت داؤد، حضرت یونس، حضرت یوسف علیہم السلام کی شان میں اور ترجمان القرآن ج ۲۹ عدد ۴ ص۵۰ اور رسائل و مسائل ج ا ص۱۳ طبع دوم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں دریدہ دہنی ملاحظہ فرمالیں مگر مودودی کی اس عیاری سے ہشیار رہیں کہ وہ ہر جدید ایڈیشن سے ایسی گستاخی کو چپکے سے اڑا دیتا ہے جو مسلمانوں کے لئے ناقابلِ تحمل ہو مگر اس سے توبہ کا اعلان نہیں کرتا۔

مودودی صاحب کا عقیدہ تحریفِ قرآن

تحریفِ قرآن سے متعلق شیعوں کی روایات مختلف ہیں۔ پورے کا پورا قرآن غائب، ۲/۱ غائب، ۳/۴ غائب، شیعوں کے لئے یہ زہر مسلمانوں کے حلق میں اتارنا بہت مشکل تھا مگر دیکھئے مودودی صاحب قرآن ۳/۴ سے زیادہ بلکہ پورا غائب ہونیکے عقیدہ کو کس چابکدستی اور دجل، عیاری و تلبیس کے ذریعہ شوگر کوٹیڈ بنا کر مسلمانوں کی ایک جماعت کو نگلوانے میں کتنی آسانی سے کامیاب ہو گئے۔ فرماتے ہیں:

"بعد میں صدیوں میں رفتہ رفتہ ان سب الفاظ (الٰہ، رب، دین، عبادت) کے وہ اصلی معنی جو نزولِ قرآن کے وقت سمجھے جاتے تھے بدلتے چلے گئے یہانتک کہ ہر ایک اپنی پوری وسعتوں سے ہٹ کر نہایت محدود بلکہ مبہم مفہومات کے لئے خاص ہو گیا نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن کے اصل مدعا کا سمجھنا لوگوں کے لئے مشکل ہو گیا۔ پس یہ حقیقت ہے کہ محض ان چار بنیادی اصطلاحوں کے مفہوم پر پردہ پڑ جانے کی بدولت قرآن کی تین چوتھائی سے زیادہ تعلیم بلکہ اس کی حقیقی روح نگاہوں سے مستور ہو گئی ہے۔"

(قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں ص۴ تا ص۶)

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کے الفاظ اور مفہوم دونوں کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ ارشاد ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون، دوسری جگہ فرمایا، ان علینا جمعہ و

قرآنہ فاذا قرأناہ فاتبع قرآنہ ثم ان علینا بیانہ، ان نصوص صریحہ کیخلاف مودودی صاحب کا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن کی تین چوتھائی سے زیادہ تعلیم بلکہ روح تو پورے ہی قرآن کی غائب ہے۔

ذرا غور فرمائیں کہ تحریر مذکور پڑھنے والوں پر کیا اثر ہوگا؟ وہ اس سے کیا نتائج اخذ کریں گے؟ اور قرآن و اسلام سے متعلق ان کے قلوب میں کیا کیا شکوک و شبہات پیدا ہونگے؟ کیا اس تحریر کو دیکھنے والا امور ذیل پر غور کرنے کے لئے مجبور نہیں ہوگا؟

(۱) اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظتِ قرآن کا وعدہ غلط اور جھوٹ ہے، نعوذ باللہ من ذٰلک

(۲) جب قرآن کی صحیح تعلیم اور حقیقی روح صدیوں سے غائب ہے تو اب چودہ سو سال کے بعد مودودی صاحب کو قرآن کا صحیح علم اور اسکی روح کہاں سے مل گئی؟ جب چودہ سو سال تک کے بڑے بڑے مشہور مفسرین، محدثین اور ائمۂ دین نے قرآن کو نہیں سمجھا، تو آج مودودی یا کسی اور کی قرآن دانی پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے؟ نتیجہ یہ کہ قرآن اور اسلام کی صحیح ترجمانی میں کسی کی رائے بھی قابلِ اعتماد نہیں، لہٰذا ایسے قرآن اور اسلام ہی کو سلام، نعوذ باللہ من ذٰلک

(۳) جب آج تک پوری اُمتِ مسلمہ مفہومِ قرآنی کی حفاظت سے مجرمانہ غفلت میں مبتلا رہی یا عمداً مفہومِ قرآن کی تحریف میں مصروف رہی تو ایسے مجرم، بددیانت اور دشمنانِ قرآن کے ذریعہ سے پہنچے ہوئے الفاظِ قرآن کی صحت کیسے قابلِ اعتماد ہو سکتی ہے؟ پس مفہومِ قرآن سے متعلق مودودی صاحب کے عقیدہ عدمِ حفاظت پر لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ قرآن کے الفاظ بھی محفوظ نہیں۔ اسی طرح انہی وسائط سے پہنچنے والی احادیث اور پورا اسلام مشکوک اور ناقابلِ اعتماد ٹھیریگا۔

اللہ تعالیٰ شوقِ اجتہاد کے فتنوں سے اُمتِ مسلمہ کی حفاظت فرمائیں۔ آمین

ضمیمہ کتاب مودودی صاحب اور تخریبِ اسلام

از شیخ الحدیث حضرت مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم

مودودی صاحب نے کسی اُستاذ سے علمِ دین حاصل نہیں کیا

مودودی صاحب فرماتے ہیں ـــــ "میں نے دین کو حال یا ماضی کے اشخاص سے سمجھنے کی بجائے ہمیشہ قرآن اور سُنّت ہی سے سمجھنے کی کوشش کی ہے، اسلئے میں کبھی یہ معلوم کرنے کے لئے کہ خدا کا دین مجھ سے اور ہر مؤمن سے کیا چاہتا ہے یہ دیکھنے کی کوشش نہیں کرتا کہ فلاں اور فلاں بزرگ کیا کہتے ہیں بلکہ صرف یہ دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں کہ قرآن کیا کہتا ہے اور رسول نے کیا کہا۔"

(روئیداد جماعت اسلامی حصہ سوم ص۳۳)

غور فرمائیں کہ جس شخص نے کسی دینی ادارہ سے علم حاصل نہیں کیا، کسی معروف اُستاد سے کوئی سبق نہیں پڑھا، جس کو دوسرے علوم تو کجا صرف عربی زبان سے بھی پُوری واقفیت نہ ہو اور اپنی تصنیف کے عربی ترجمے دوسروں سے کرانے پر مجبور ہو، وہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ دین کو سمجھنے والے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور انکے بعد ان سے بلاواسطہ استفادہ کرنے والے بڑے بڑے ائمۂ دین اور جلیل القدر محدثین و فقہاء اور مستند دینی اداروں میں مشہور ماہرینِ فن سے باقاعدہ علمِ دین حاصل کرنے والے اور خدمتِ دین میں اپنی عمریں صرف کر دینے والے علماء کے مقابلہ میں کتنی جرأت کے ساتھ اپنی رائے اور قرآن دانی کو ترجیح دے رہا ہے۔

کوئی فن بھی بدوں اُستاد کے حاصل نہیں ہو سکتا:

دُنیا میں کوئی فن بھی کسی ماہر استاد کی تربیت کے بغیر حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ کوئی شخص دُنیا بھر کی طبِّ قدیم و جدید کی تمام کتابوں کا مطالعہ کرلے مگر جب تک وہ ماہرینِ فن سے تربیت حاصل نہ کرے اسے علاج کی اجازت نہیں دی جاتی، گھر بیٹھے وکالت کا نصاب پڑھ لینے سے کوئی وکیل نہیں بن سکتا۔ صرف کتابوں کے مطالعہ سے کبھی کوئی انجینئر نہیں بنا۔ نہ ہی کوئی خوانِ نعمت پڑھ کر باورچی یا حلوائی بن سکا۔ ہر علم و فن کے لئے ماہر اُستاد کی ضرورت ہے۔ اسی طرح قرآن و حدیث کو براہِ راست سمجھنا تو درکنار اس کے

لئے علماءِ اُمّت کی کتابوں کا مطالعہ بھی کافی نہیں بلکہ ان سے بالمشافہہ باقاعدہ تعلیم حاصل کئے بغیر قرآن و حدیث کا علم حاصل نہیں ہو سکتا۔ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہہ علم حاصل کیا پھر ان سے تابعین نے بالمشافہہ تعلیم پائی اور ان سے تبع تابعین نے۔ اسی طرح بالمشافہہ تعلیم و تعلّم کا یہ سلسلہ چلا آ رہا ہے، کسی ماہر اُستاذ سے تعلیم پائے بغیر قرآن و حدیث سمجھنے کا دعویٰ بالکل باطل ہے اگر کتاب سمجھنے کے لئے معلّم کی ضرورت نہیں تو اللہ تعالیٰ نے آسمانی کتابوں کو سمجھانے کیلئے رسولوں کو معلّم کیوں بنایا؟ ویسے ہی کتاب نازل کر دی جاتی لوگ خود ہی اسے سمجھ کر اس پر عمل کرتے رہتے۔

طریقِ تحصیلِ علم سے متعلق حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی:

تحصیلِ علم کا اُصولِ مذکور ایسا بدیہی اور دُنیا بھر کا مسلّم، متفق علیہ اور مشاہد ہے کہ اسکے اثبات کے لئے کسی شرعی دلیل کی حاجت نہیں ہے، لہذا ہم اوپر اس اصول کا ثبوت قرآنِ کریم سے پیش کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تعلیمِ قرآن کے لئے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلّم بنا کر مبعوث فرمایا اب اس مسلّم اور بدیہی اُصول سے متعلق حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ملاحظہ ہو۔ صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ علم کسی سے سیکھے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا، حدیث کے الفاظ یہ ہیں: وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین وانما العلم بالتعلم (صحیح بخاری باب العلم قبل القول والعمل) قال الحافظ رحمہ اللہ تعالیٰ ھو حدیث مرفوع ایضاً اوردہ ابن ابی عاصم والطبرانی من حدیث معاویۃ ایضاً بلفظ یاایھا الناس تعلّموا انّما العلم بالتعلم والفقہ بالتفقہ ومن یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدّین اسنادہ حسن لان فیہ مبھما اعتضد بمجیئہ من وجہ اٰخر وروی البزار نحوہ من حدیث ابن مسعود موقوفاً ورواہ ابونعیم الاصبھانی مرفوعاً وفی الباب عن ابی الدرداء وغیرہ فلا یغتر بقول من جعلہ من کلام البخاری والمعنی لیس العلم المعتبر الا الماخوذ من الانبیاء وورثتھم علی سبیل التعلم (فتح الباری ص۱۴۷ ج۱)

مودودی صاحب شیعہ رہنماؤں کی نظر میں:

اس سے متعلق ہم اوپر عنوان "غورطلب" کے تحت دو حوالے تحریر کر چکے ہیں۔

(۱) طہران میں شیعہ مطابع مودودی صاحب کی کتابوں کے فارسی ترجمے شائع کر رہے ہیں۔

(۲) شیعہ لائبریری واقع ناظم آباد نمبر ۲ کے نائب ناظم کی شہادت۔

یہاں مزید چند حوالے پیش کئے جاتے ہیں۔

(۳) شیعہ ماہنامہ پیام عمل لاہور دسمبر ۱۹۶۳ء میں عنوان "کیا صحابہ معیارِ حق ہیں" کے تحت دستور جماعتِ اسلامی کی وہ دفعہ جس میں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے معیارِ حق نہ ہونے کا بیان ہے پیش کر کے لکھا ہے:

"یہی تو ہم بھی کہتے ہیں اور یہی ہمارا سب سے بڑا جرم ہے" (پیام عمل ص۱۱)

(۴) پھر عنوان "صحابہ مرجع نہیں" کے تحت صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے متعلق مودودی صاحب کی ایک عبارت ترجمان القرآن نومبر ۱۹۶۳ء سے نقل کر کے لکھا ہے۔

"پھر شیعہ کیوں قابلِ گردن زدنی سمجھے جاتے ہیں" (پیام عمل ص۱۱)

(۵) اس کے بعد حدیث "اصحابی کالنجوم الخ" سے متعلق مودودی صاحب کی تحقیق مندرجہ ترجمان القرآن نومبر ۱۹۶۳ء نقل کر کے اس پر یوں تبصرہ کیا ہے۔

"یادش بخیر جناب حافظ علی بہادر خانصاحب مدیر دَورِ جدید دہلی کی لاجواب تحقیقی پیشکش "صحابیت" کے بعد مذکورہ تحریر نے اصحابی کالنجوم کی قلعی کھول دی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ دونوں حضرات غیر شیعہ ہیں۔ اگر یہی بات کسی شیعہ کے قلم سے لکھی جاتی تو نہ جانے کیا ہوتا۔ جوں جوں زمانے میں روشنی بڑھتی جائیگی آلِ محمد علیہم السلام کے پاکیزہ اصول اپنا لوہا منواتے چلے جائیں گے" (پیام عمل ص۱۲)

مودودی صاحب اور اعتزال:

اہلِ سنت کے تمام مسالک اس پر متفق ہیں کہ ایمان اور کفر کے درمیان کوئی درجہ نہیں، ہر انسان یا مسلمان ہوگا یا کافر، اہلِ سنت کے خلاف صرف معتزلہ اسکے قائل ہیں کہ انسان ایمان اور کفر کے درمیان معلق بھی ہو سکتا ہے۔ بعینہٖ یہی عقیدہ مودودی صاحب کا ہے، چنانچہ آپ نے لاہوری مرزائیوں کو بھی ایمان اور کفر کے درمیان لٹکا رکھا ہے جبکہ تمام اہلِ سنت کے علاوہ اہلِ بدعت اور شیعہ تک بھی ان کے کفر پر متفق ہیں۔

مودودی صاحب کی تحریر کا عکس آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

مودودی صاحب کی مندرجہ ذیل تحریر پڑھ کر فیصلہ کیجئے کہ یہ اہل سنت ہیں یا معتزلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فون نمبر ۷۵۰۲

جماعت اسلامی پاکستان

۵-اے ذیلدار پارک اچھرہ لاہور

حوالہ ....

تاریخ 2.9.1.68

محترمی و مکرمی السلام علیکم و رحمۃ اللہ

آپ کا خط ملا۔ مرزائیوں کی لاہوری جماعت کفر و اسلام کے درمیان معلق ہے۔ یہ نہ ایک مدعی نبوت سے بالکل برأت ہی ظاہر کرتی ہے کہ اس کے افراد کو مسلمان قرار دیا جا سکے، نہ اس کی نبوت کا صاف اقرار ہی کرتی ہے کہ اس کی تکفیر کی جا سکے۔

خاکسار

غلام علی

معاون خصوصی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

یہ جواب میری ہدایات کے مطابق ہے

ابوالاعلیٰ

(عکس کی اصل عبارت)

آپ کا خط ملا۔ مرزائیوں کی لاہوری جماعت کفر و اسلام کے درمیان معلق ہے یہ نہ ایک مدعی نبوت سے بالکل برأت ہی ظاہر کرتی ہے کہ اسکے افراد کو مسلمان قرار دیا جا سکے نہ اسکی نبوت کا صاف اقرار ہی کرتی ہے کہ اسکی تکفیر کی جا سکے

خاکسار غلام علی

معاون خصوصی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی

یہ جواب میری ہدایات کے مطابق ہے

ابوالاعلیٰ

حدیث بکواس ہے

اب حدیث کی تخریب ذرا کلیجہ تھام کر سنیئے۔ فرماتے ہیں :

"اصول روایت کو تو چھوڑیئے کہ اس دورِ تجدید میں اگلے وقتوں کی بکواس کون سنتا ہے (ترجمان القرآن جلد ۱۴ عدد ۲ ص۱۱۱)"۔

اور سنیئے "آپ کے نزدیک ہر اُس روایت کو حدیث رسولؐ جان لینا ضروری ہے جسے محدثین سند کے لحاظ سے صحیح قرار دیں لیکن ہمارے نزدیک یہ ضروری نہیں"۔

اور آگے فرماتے ہیں :۔

دین کا فہم جو ہمیں حاصل ہوا ہے اس کا لحاظ بھی کیا جائے اور حدیث کی وہ مخصوص روایت جس معاملہ سے متعلق ہے اس معاملے میں قوی تر ذرائع سے جو سنت سے ثابت ہو ہم کو معلوم ہو اس پر بھی نظر ڈالی جائے علاوہ بریں اور بھی متعدد پہلو ہیں جن کا لحاظ کیئے بغیر ہم کسی حدیث کی نسبت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دینا درست نہیں سمجھتے" (رسائل ومسائل ج ۱ ص۲۹۰)"۔

ذرا جذبۂ تخریب کا اندازہ لگایئے کہ جلیل القدر محدثین اور ائمۂ حدیث جنھوں نے حدیث کی تنقیح وتنقید، صحیح وسقیم کی تمیز میں عمریں صرف کیں جن کے حافظے کا یہ عالم تھا کہ گھوڑوں تک کے نسب نامے یاد تھے۔ ہر راوی کی ولادت سے لے کر وفات تک کے مفصل حالات نہ صرف ان کے پاس محفوظ تھے بلکہ زبانی یاد تھے۔ انہوں نے اصول روایت اور رواۃ حدیث پر بے شمار ضخیم کتابیں لکھیں اور ایک مستقل فن مدون کیا۔ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے

ایک نومولود بچے کو دیکھا اور سالہا سال کے بعد اس کی جوانی یا بڑھاپے کے ایام میں صرف اس کے پاؤں دیکھ کر پہچان لیا۔ امام ترمذیؒ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ اونٹ پر سوار ہو کر تشریف لے جا رہے ہیں۔ راستہ میں ایک جگہ پر سر جھکا دیا۔ خادم نے سر جھکانے کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ یہاں ایک لیبا درخت ہے جس کی شاخیں جھکی ہوئی ہیں اور اونٹ سوار کے سر پر لگتی ہیں، عرض کیا کہ یہاں تو کوئی ایسا درخت نہیں، فرمایا کہ اونٹ یہیں روک دو اور قرب و جوار سے تحقیق کرو۔ اگر کبھی ایسا درخت یہاں نہیں تھا تو ثابت ہوگا کہ میرا حافظہ کمزور ہو گیا ہے لہٰذا میں آیندہ حدیث بیان کرنا چھوڑ دوں گا چنانچہ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ واقعتہً کسی زمانے میں یہاں ایسا درخت تھا، تب آگے چلے۔ ان حضرات کے حافظہ کے محیر العقول واقعات کا احصاء متعذر ہے۔ پھر حدیث کی معرفت میں ایک اہم امر یعنی فراستِ ایمانی و قربِ بارگاہِ الٰہی ان میں کس درجہ تھا؛ یہ حضرات تدین و تقویٰ کے مجسمے تھے۔ اُن کی عبادت ملائکہ کے لئے باعثِ رشک تھی۔ ان کی تمام تر مساعی اور جانفشانیوں کی ایک جُنبشِ قلم سے تخریب کر دی اور ان کے مقابلے میں اپنے نفس کو لا کھڑا کیا۔ فرماتے ہیں ہمارے نزدیک محدثین کی تصحیح کو قبول کرنا ضروری نہیں بلکہ اسکول میں پڑھ کر ہم نے جو دین کا فہم حاصل کیا ہے وہ حدیث کی صحت و سقم کا معیار ہوگا اور بھی متعدد پہلو ہیں جن کا اظہار بروقت کریں گے یعنی جس حدیث کی زد ان کے نظریات پر پڑے گی اُسے رد کرنے کے لئے فوراً کوئی اصول وضع کر لیا جائے گا۔ آپ فرمائیے کہ ان میں اور منکرینِ حدیث میں کیا فرق رہا؟ منکرینِ حدیث بھی ہر حدیث کا انکار نہیں کرتے بلکہ وہ اپنے خود ساختہ اُصولوں سے حدیث کو جانچتے ہیں اس کے مطابق ہو تو قبول کرتے ہیں ورنہ

نہیں۔ مودودی صاحب کی نظر میں جو حدیثیں صحیح ہیں ذرا ان کا مقام بھی سُن لیں۔

نحن رجال وھم رجال

فرماتے ہیں:۔ "احادیث چند انسانوں سے چند انسانوں تک پہنچتی آئی ہوئی ہیں جن سے حد سے حد اگر کوئی چیز حاصل ہوتی ہے تو وہ گمان صحت ہے نہ کہ علم یقین" (ترجمان القرآن جلد ۲۶ عدد ۳ ص ۲۶۷)

مطلب یہ کہ اولاً تو حدیث سے کوئی بات ثابت نہیں ہوتی حد سے حد اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو کچھ گمان صحت ہو سکتا ہے یعنی کچھ خیال ہونے لگتا ہے کہ شاید یہ حدیث صحیح ہو وہ بھی جب کہ حدیث سے کچھ ثابت کرنے کی انتہائی کوشش کی جائے الفاظ "حد سے حد" قابلِ توجہ ہیں البتہ اگر کسی بے سند روایت میں صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم پر نصوص صریحہ اور اجماع امت کے خلاف الزام لگائے گئے ہوں اور اُن کی توہین کی گئی ہو تو یہ روایت ضرور واجب القبول اور واجب التشہیر ہے۔

ذرا آگے چلئے۔ صحیح بخاری کی ایک صحیح مرفوع متصل حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"یہ مہمل افسانہ ہے" (رسائل و مسائل ج ۲ ص ۳۶ طبع سوم)

حالانکہ امت کا اجماعی فیصلہ ہے کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری، امام بخاریؒ کی قوتِ حافظہ، تدوین و تقویٰ اور فنِ حدیث میں مہارت کی تفصیل بیان کرنے کا نہ موقع ہے نہ ضرورت، اس لئے کہ اسے پوری دنیا جانتی

ع حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت سارہ کو بہن کہنا اور اس کا پورا قصہ ۔ ۱۲ منہ

ہے کہ آپ نے قبول روایت کے لئے بہت سخت شرائط لگائی ہیں۔ راوی کا مروی عنہ سے جب تک لقاء و سماع ان کے ہاں ثابت نہ ہو جائے اس وقت تک روایت قبول نہیں فرماتے اگرچہ دونوں کا زمانہ ایک ہو اور لقا و سماع کا امکان بھی ہو۔ امام مسلمؒ جیسے امام بخاریؒ پر اس لئے ناراض ہیں کہ انھوں نے قبول روایت میں اتنی شدید قیود کیوں لگائیں؟ پھر قوت ضبط اور عدالت کے اعلیٰ مقام اور تنقید و تنقیح کے اعلیٰ معیار کے ساتھ یہ معمول تھا کہ ہر حدیث لکھنے سے پہلے غسل فرما کر دو رکعت نماز استخارہ ادا فرماتے تھے۔ بہرکیف یہ تو امام بخاریؒ ہیں مودودی صاحب کی تخریبی منجنیق نے تو حضرات انبیاء علیہم السلام اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تک کو نہ بخشا۔

جماعت اسلامی کے سوا سب طریقے غلط ہیں

ایک جگہ پوری اُمت کی تخریب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"ہمارا ایمان ہے کہ اس ایک دعوت اور طریق کار کے علاوہ دوسری تمام دعوتیں اور طریقہ ہائے کار سراسر باطل ہیں۔" (ترجمان القرآن جلد ۲۶ عدد ۳ ص۱۱۱)۔

یعنی جماعت اسلامی کے طریق کے سوا باقی سب طریقہائے کار باطل اور غلط ہیں۔

جماعتِ اسلامی کیا چاہتی ہے؟ تخریب ہی تخریب!

اپنے طریق کار کی خود وضاحت فرماتے ہیں:۔

"تخریبی تنقید کے بغیر وہ اُلفت و شیفتگی دُور نہیں کی جا سکتی جو لوگوں کو رائج الوقت تخیلات اور طریقہ ہائے عمل سے طبعی طور پر ہوا کرتی ہے۔ لہذا تخریب کے بغیر یا ناکافی تخریب کے ساتھ

نئی تعمیر کا نقشہ پیش کر دینا سراسر نادانی ہے "۔ (ترجمان القرآن جلد ۱۴ عدد ۲ صـ ۱۳۴)۔

کیا اتنی واضح اور صریح عبارت کے بعد کسی کو اس میں کوئی شبہ باقی رہ سکتا ہے کہ جماعت اسلامی کیا چاہتی ہے؟ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ان کی تمام تر مساعی اور تگ و دو کا مطلب صرف یہ ہے کہ پوری امت کی تخریب کے بعد اپنے جدید اسلام کی نئی تعمیر کریں۔

مذہب مودودی

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: "میں نہ مسلک اہل حدیث کو اس کی تمام تفصیلات کے ساتھ صحیح سمجھتا ہوں اور نہ حنفیت یا شافعیت ہی کا پابند ہوں"۔ (رسائل و مسائل جلد ۱، صـ ۲۳۵)

اب قابلِ دریافت یہ امر ہے کہ پھر آپ کیا ہیں؟ تقریباً دوسری تیسری صدی ہجری میں اہل حق میں فروعی اور جزئی مسائل کے حل کرنے میں اختلافِ انظار کے پیش نظر پانچ مکاتیبِ فکر قائم ہو گئے یعنی مذاہبِ اربعہ اور اہلِ حدیث۔ اس زمانے سے لے کر آج تک انہی پانچ طریقوں میں حق کو منحصر سمجھا جاتا رہا۔ مگر اب چودہ سو سال کے بعد یہ جدید حق معرضِ وجود میں آیا جو ان پانچوں میں کسی کے ساتھ وابستہ نہیں بلکہ ان پانچوں کی تخریب کرتا ہے۔ اپنے سوا تمام تر نظریات اور مسلمانوں کی جملہ جماعتوں کے خیالات اور طریقہائے کار کو باطل بتاتا ہے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اس جدید اسلام کے اصول و فروع، قواعد و ضوابط، آئین اور دستور، کتاب و مصنفین، تعلیم و تعلم کے مدارس و مکاتیب اور اس اسلام کے حامل و محافظ رجال چودہ سو سال تک کہاں تھے؟ اس سے قبل دنیا میں مکاتب و

مدارس، تصانیف اور اصول وضوابط اور پورا نظام اسلام تو ان لوگوں کے ہاتھ میں رہا ہو (معاذ اللہ) سراسر غلطی پر تھے تو ایسے اسلام پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے؟ جس کا چودہ سو سال تک کوئی صحیح محافظ پیدا ہی نہیں ہوا۔ اور اس کے اصول وضوابط، مدارس ومکاتیب، تصانیف وعلما وجود ہی میں نہیں آئے۔ اب جدید اسلام کی تدوین کے صرف دو ہی راستے ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ یہ جدید اسلام حقیقت میں تجدید ہے۔ اس قدیم اسلام کی جو چودہ سو سال قبل اس دنیا میں آیا تھا تو اس پر یہ اشکال ہوگا کہ مودودی صاحب کو چودہ سو سال قبل کے اسلام کا علم کیسے ہوا؟ جب کہ اس کو سمجھنے والا کوئی دنیا میں گذرا ہی نہیں۔ دوسرا راستہ یہ ہو سکتا ہے کہ بالکل ہی جدید اسلام مدون کیا جائے جو پہلے کبھی وجود میں نہ آیا ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں مگر یاد رہے کہ ایسے جدید اسلام کی کتنی عالی شان تعمیرات کو اسلام قدیم کے معمار نے کھنڈروں میں تبدیل کر دیا ہے ؎

چراغے را کہ ایزد بر فروزد ہر آنکس تف زند ریشش بسوزد

تقلید گناہ سے بھی بدتر ہے

تخریبی فتویٰ سنیئے "میرے نزدیک صاحب علم آدمی کے لئے تقلید ناجائز اور گناہ بلکہ اس سے بھی شدید تر چیز ہے" (رسائل ومسائل جلد ۱ صفحہ ۲۴۴)

اس سے قبل صفحہ ۲۴۰ پر وضاحت کی ہے کہ اہل حدیث بھی مقلد ہیں۔ غور فرمایئے کہ پوری امت کے محدثین، ائمہ دین، مصنفین، فقہاء، علماء صوفیاء اور بزرگان دین جن میں اہل حدیث بھی داخل ہیں یہ سب کے سب گناہ سے بھی شدید تر چیز میں مبتلا رہے ہیں۔ بلکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی

امیر کی رائے واجب القبول ہے"۔ خیال فرمایئے کہ کسی صحابی یا امام کی تقلید تو گناہ کبیرہ بلکہ کفر ہے اور امیر جماعت اسلامی کی تقلید فرض ہے۔ ان کے دستور میں ایک دفعہ یہ بھی ہے کہ "سوائے حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی کو تنقید سے بالا نہ سمجھے اور کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو"۔ اولاً تو توہین کی غرض سے تقلید کو ذہنی غلامی سے تعبیر کر رہے ہیں، حالانکہ غلامی اور تقلید میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

تقلید اور غلامی میں فرق

غلامی میں اطاعت کا تعلق مالک کی ذات کے ساتھ متعلق ہوتا ہے خواہ اس میں کوئی بھی صفت کمال نہ ہو، بہرحال اس کا ہر حکم غلام کے لئے واجب العمل ہوتا ہے۔ اس کے برعکس تقلید کمال علم و فضل کی بناء پر ہوتی ہے۔ نیز غلامی میں امر و نہی کا صدور مالک کی طرف سے سمجھا جاتا ہے بخلاف تقلید کے کہ اس میں حکم کا صدور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اور اس کا ظہور مجتہدین سے ہوتا ہے یعنی مجتہد خود حکم نہیں دے رہا ہے بلکہ حکم شریعت کا ناقل ہے۔

ثانیاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تنقید سے بلند سمجھنا اور ان کی تقلید کرنا جائز نہیں مگر امیر جماعت پر تنقید کی اجازت نہیں، اس کی اطاعت ضروری، تقلید فرض اور نافرمانی گناہ ہے۔ اس کا جواب اور جواب الجواب اس تحریر کے آخر میں ملاحظہ ہو۔

حکمت عملی

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو کسی مصلحت کی بنا پر محض اپنی رائے سے حکمِ خداوندی کے بدلنے کے مجاز نہیں مگر امیر صاحب حکمت عملی کے عنوان سے

کے اتنے بڑے انبار نظر آئے کہ ہر ایک میں سے بطور نمونہ بھی کچھ تھوڑا سا حصہ نقل کیا جائے تو اس کے لئے کئی ضخیم جلدوں کی ضرورت پڑے گی۔ اس لئے آگے دیکھنے کی ہمت نہ ہوئی۔

رشید احمد عفا اللہ عنہ وعافاہ
۱۷ رجب ۹۶ ہجری

دین میں مستقل باب کا اضافہ کر کے قرآن و حدیث کے جس حکم کو چاہیں بدل سکتے ہیں حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر سکتے ہیں۔ چنانچہ کسی مقدس شخصیت، یا مقدس مکان سے ملابست کی وجہ سے کسی چیز کو مقدس سمجھنا ان کے ہاں شرک ہے مگر پاکستان میں بننے والا غلافِ کعبہ جسے ابھی ملابست کا شرف حاصل ہی نہیں ہوا تھا اسے حکمت عملی کے تحت جماعت اسلامی کے ذمہ داروں کی نگرانی میں لوگوں نے سجدے کئے۔ حکمت عملی نے شرک جیسے جرم کو بھی جائز بنا دیا۔ اس کی پاداش بھی دُنیا ہی میں مل گئی کہ وہ غلاف ملابستِ کعبہ سے محروم ہی رہا۔ حکومتِ سعودیہ کو دین کے ساتھ استہزاء کا علم ہوا تو خانہ کعبہ پر یہ غلاف چڑھانے سے روک دیا اور مودودی صاحب کی ساری کوششوں پر پانی پھر گیا اور فرح وسرور رنج وغم سے بدل گیا۔ اسی طرح مودودی "انتخابی جدوجہد" صـ۳۲ پر فرماتے ہیں:

"صدرِ مملکت مرد ہونا چاہیئے چونکہ قرآن کہتا ہے الرجال قوامون علی النساء"۔

اور ترجمان القرآن میں فرماتے ہیں:

"از رُوئے احادیث نبویؐ، سیاست اور ملک داری عورت کے دائرۂ عمل سے خارج ہے" (ترجمان القرآن صـ۱۱ بابت ستمبر ۱۹۵۲ء)

مودودی صاحب نے عورت کے صدر مملکت نہ ہو سکنے سے متعلق قرآن اور احادیث کی خود صراحت نقل کر کے ۱۹۶۵ء کے صدارتی انتخابات میں فاطمہ جناح کی حمایت کی اور حکمت عملی کے خانہ ساز قانون کے تحت قرآن و حدیث کے صریح قانون کی مخالفت کی۔

اُوپر ہم پوری امت کی تخریب کے عزائم سے متعلق صریح عبارات پیش کر چکے ہیں۔ اب اس کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

(۱) **مودودی صاحب اور ارکانِ اسلام** پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ عباداتِ دین میں اصل مقصود ہیں اور حکومت اسلامیہ اس مقصود کی تحصیل کا ذریعہ ہے۔ مگر مودودی صاحب اس اجماعی عقیدہ کے بالکل برعکس اس کے قائل ہیں کہ دین کا اصل مقصد حکومت اسلامی قائم کرنا ہے اور عبادات سب کی سب اس مقصد کے حصول کا ذریعہ ہیں (خطبات ص۲۲۷) اس انوکھی تحقیق کا نتیجہ ظاہر ہے کہ اسلامی حکومت قائم ہو جانے کے بعد نماز، روزہ وغیرہ عبادات کی کوئی ضرورت نہیں۔ جب مقصد پورا ہو گیا تو ذرائع کی کیا حاجت؟

(۲) **مودودی صاحب اور داڑھی** داڑھی سے متعلق حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ "بڑھاؤ" اور پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ داڑھی ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے مگر مودودی صاحب نے داڑھی کٹانے کے جواز کا فتویٰ دیکر پوری امت کی تخریب کی۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ فرمانے کی جرأت کر رہے ہیں کہ حدیث میں صرف داڑھی رکھنے کا حکم ہے۔ جتنی بھی رکھ لی جائے حدیث پر عمل ہو جائے گا۔ یہ دیدہ و دانستہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر کھلا ہوا بہتان ہے۔ کسی حدیث میں یہ نہیں کہ داڑھی رکھو جتنی بھی ہو بلکہ احادیث میں "داڑھی بڑھاؤ، چھوڑو، زیادہ کرو جیسے الفاظ ہیں۔ کتنی جرأت ہے کہ من کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار" جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے" کی بھی پرواہ نہ کی۔

۳۔ مودودی صاحب اور زکوٰۃ

زکوٰۃ اور صدقات کے بارے میں قرآن مجید کا حکم ہے کہ فقراء اور مساکین

ؔ رسائل و مسائل حصہ اول ص۱۸۵-۱۸۶

کو مالک بناؤ اور اس پر پوری اُمت کا اجماع ہے کہ بغیر تملیک فقیر کے زکوٰۃ اور صدقات واجبہ ادا نہیں ہوں گے مگر مودودی صاحب پوری اُمت کے خلاف فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ صدقہ فطر اور چرم قربانی کی رقم ہمارے قبضہ میں آجانا کافی ہے۔ آگے خواہ اس سے ہم شفاخانے چلائیں یا ڈاکٹروں کو تنخواہ دیں یا گاڑیاں خریدیں یا تعمیرات پر صرف کریں یا الیکشن لڑیں مگر واضح رہے کہ اس طرح نہ صدقہ فطر ادا ہوگا، نہ کسی کی زکوٰۃ ادا ہوگی نہ چرم قربانی کی رقم کا تصدق واجب ادا ہوگا۔

۴۔ مودودی صاحب اور جمع بین الاختین

دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کی حرمت قرآن کریم میں مصرح ہے اور اس منصوص قرآنی پر پوری امت کا اجماع ہے مگر مودودی صاحب اور ان کے مقلدین جو تخریب اُمت کے بہانے تلاش کرنے میں مہارت رکھتے ہیں ان کو اس مسئلہ میں کوئی بہانہ ہاتھ نہ آیا تو ایک مفروضہ خود گھڑ کر بصورتِ استفتاء پیش کیا کہ بھاولپور میں دو لڑکیاں جڑواں ہیں ان کے نکاح کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ اس کے جواب میں مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ حرمتِ جمع بین الاختین کی علت قطع رحم ہے۔ صورت مسئولہ میں چونکہ یہ اطمینان ہے کہ جڑواں بہنیں آپس میں اتفاق و محبت سے رہیں گی اس لئے دونوں کا نکاح ایک مرد سے کیا جا سکتا ہے۔ حالانکہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ بھاولپور میں ایسی لڑکیاں نہیں ہیں۔

۵۔ مودودی صاحب اور متعہ

متعہ کی حرمت پر قرآن حکیم کی نصوص صریحہ موجود ہیں اور امت کا اجماع ہے بلکہ محققین کا نظریہ تو یہ ہے کہ اسلام میں متعہ مروجہ ایک آن کے لئے بھی

حلال نہیں ہوا۔ مکہ میں نازل شدہ صریح آیات کے خلاف مدینہ پہنچ کر اجازت کیسے مل گئی؟ جن احادیث سے عارضی طور پر چند ایام کے لئے جواز مفہوم ہوتا ہے ان سے متعہ مروجہ مراد نہیں بلکہ نکاح بمہر قلیل با ضمار نیت فرقت مراد ہے۔ یہ اجازت بھی بعد میں منسوخ ہو گئی۔ بہر کیف حقیقت کچھ بھی ہو اس پر امت کا اجماع ہے کہ متعہ قیامت تک کے لئے حرام کر دیا گیا ہے مگر پوری امت اور نصوص قرآنیہ کے خلاف مودودی صاحب نے ترجمان القرآن بابت اگست ۱۹۵۵ء میں بوقت ضرورت جواز متعہ کا فتویٰ شائع فرما دیا پھر جب اس پر چاروں طرف سے لے دے شروع ہوئی تو فرماتے ہیں کہ میں نے تو شیعہ کو یہ مشورہ دیا تھا، حالانکہ ہر شخص مودودی صاحب کا پہلا مضمون دیکھ کر یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ انہوں نے یہ مضمون اہل سنت اور شیعہ کے درمیان محاکمہ کے طور پر تحریر کیا ہے۔ راقم الحروف کے علم میں جماعت کے ایسے لوگ ہیں جو مودودی صاحب کے پینترا بدلنے سے قبل جوازِ متعہ پر دھواں دار تقریریں فرماتے تھے۔

۶۔ مودودی صاحب اور دجال

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے قیامت سے قبل خروجِ دجال کی پیشگوئی فرمائی ہے اس پیشگوئی کے صدق پر پوری امت کا اجماع ہے۔ کسی مسلمان کو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے صدق میں شبہ تو کیا وہ اس کا وسوسہ لانے کو بھی کفر سمجھتا ہے مگر مودودی صاحب کی شوق تخریب میں دریدہ ذہنی ملاحظہ فرمائیں۔

رسائل و مسائل ص۵۵ تا ص۵۷ میں مزاحیہ انداز میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کی تکذیب کی ہے، ذرا اس مجدد اسلام کی قوت استدلال کا بھی اندازہ لگائیں۔ رسائل و مسائل طبع سوم میں فرماتے ہیں کہ ساڑھے

تیرہ سو سال گذرنے پر بھی دجال ظاہر نہیں ہوا اس سے اس کی حقیقت واضح ہوگئی۔ سبحان اللہ کیسی دلیل ہے، اگر شیطان نے یہی دلیل انکار قیامت سے متعلق بھی القا کر دی تو مودودی صاحب فرمانے لگیں گے دیکھا چودہ سو سال گزرنے پر بھی قیامت نہیں آئی تو اس سے ثابت ہوا کہ قیامت کا خیال محض افسانہ ہے اور آیت "اقتربت الساعۃ" انہی افسانہ نویسوں کا اختراع ہے۔

۷۔ مودودی صاحب اور تقیہ

مودودی صاحب نے تقیہ میں حیرت انگیز کردار ادا کیا کہ لفظ تقیہ میں بھی تقیہ سے کام لے کر اس کے لئے "حکمت عملی" کی جدید اصطلاح وضع کی پھر جواز تقیہ پر استدلال کے لئے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر افتراء باندھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی۔ ترجمان القرآن بابت دسمبر ۱۹۵۶ء میں حکمت عملی (تقیہ) کا ثبوت یوں پیش کرتے ہیں۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حکمت عملی (تقیہ) کے تحت قرآنی مساوات کے خلاف "الائمۃ من القریش" کا فیصلہ فرمایا۔

۸۔ مودودی صاحب اور مرکز اسلام

مودودی صاحب کعبۃ اللہ کے خدام کو بنارس اور ہردوار کے پنڈت سمجھتے ہیں (خطبات مودودی صـ۳۰۲)

غور طلب

مندرجہ ذیل عقائد مذہب شیعہ کا شعار اور مابہ الامتیاز ہیں۔

(۱) تحریف قرآن (۲) بغض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم (۳) سلف صالحین کو گمراہ قرار دینا اور ان کو ہدف ملامت بنانا (۴) متعہ (۵) تقیہ۔

مودودی صاحب ان پانچوں عقائد میں شیعہ سے متفق ہیں۔ مودودی صاحب کی عبارت سے ان کا عقیدہ تحریف قرآن معنوی صراحۃً اور تحریف لفظی لزوماً ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں، مسئلہ متعہ پر چاروں طرف سے اعتراضات کی بوچھاڑ ہوئی تو تقیۃً اسے گول کر دیا اور تقیہ میں بھی یوں تقیہ کیا کہ اس کا نام بدل کر حکمت عملی رکھ دیا۔ شیعہ مذہب میں تقیہ اسلام کا اتنا ضروری رکن ہے کہ بدون تقیہ اسلام قبول نہیں۔ اسی لئے مسلمان امام کے پیچھے صف اوّل میں شیعہ کا نماز پڑھنا ثواب میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے کے برابر ہے۔ جب اس قسم کے پکے تقیہ باز شیعہ ۳۱۳ ہو جائیں گے تو امام مہدی غار سے نکلیں گے (حوالہ جات احسن الفتاویٰ میں ملاحظہ فرمائیں)۔

مودودی صاحب کے عقاید بالا کو دیکھ کر یہ شبہ ہوتا ہے کہ کہیں آپ بھی ان ۳۱۳ میں سے تو نہیں۔ اس شبہ کو مزید تقویت اس سے ملتی ہے کہ طہران میں شیعہ لوگ مودودی صاحب کی کتابوں کا فارسی ترجمہ کر کے شائع کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں میں نے ایک مولوی صاحب کو کچھ حوالہ جات دیکھنے کی غرض سے ناظم آباد نمبر ۲ میں واقع شیعہ لائبریری مکتب العلوم میں بھیجا، انہوں نے لائبریری کے نائب ناظم جعفری صاحب سے دریافت کیا کہ شیعہ مفسرین میں سے آپ کے ہاں کس کس کی تفسیر موجود نہیں تو جعفری صاحب نے سب سے پہلے مودودی صاحب کا نام لیا پھر کہا کہ عنقریب مودودی صاحب کی تفسیر بھی آجائے گی۔ تیسری شہادت بعض قابل اعتماد ذرائع سے انکشاف ہوا ہے کہ مودودی صاحب کی کتاب خلافت و ملوکیت مشہور شیعہ مطاہر علی کی عربی کتاب "منہاج الکرامۃ و معرفۃ الامامہ" کا ترجمہ ہے۔

تحقیق طلب | مجھے متعدد ذرائع سے یہ روایت پہنچی ہے کہ مودودی صاحب کے آباواجداد شیعہ تھے اور بعض صحابہؓ ان کا موروثی ورثہ ہے یہ بھی سنا ہے

کہ محمود احمد صاحب عباسی نے اپنی کتاب "ہفوات مودودی" میں اسے ثابت کیا ہے اگر کسی صاحب کے پاس یہ کتاب ہو یا اس سے متعلق کچھ تحقیق ہو تو مجھے مطلع کریں اور اگر خود مودودی صاحب اس کی وضاحت کردیں تو کیا ہی بہتر ہوگا۔

مودودی صاحب سے صرف دو سوال

ہم آخر میں مودودی صاحب سے صرف دو سوالوں کا جواب چاہتے ہیں۔

۱ — آپ کا طریقِ فکر، اصولِ روایت اور جدید اسلام کے قواعد و ضوابط اور اس طریقِ فکر کے محافظ و حامل رجال کا سلسلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے یا نہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو اس کی نشاندہی فرمائیں کہ کون کون سی کتب علماء مدارس اور کون سی فقہ آپ کے خیالات کی ترجمانی کررہی ہے؟ اگر یہ دعویٰ کریں کہ ہم نے یہ نظریات کتابوں سے لئے ہیں تو اصول مشاہدہ مسلم اور متفق علیہ ہے کہ دنیا کا کوئی فن بھی ماہرینِ فن کی صحبت اور تربیت کے بغیر صرف مطالعۂ کتب سے حاصل نہیں ہوسکتا تو دین کی فہم اس اصول سے کیوں مستثنیٰ ہے؟

اور اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو جس اسلام کے قواعد و ضوابط کی تدوین چودہ سو سال کے عرصہ تک نہ ہوسکی وہ کیسے قابلِ اعتماد ہوسکتا ہے؟

۲ — جب کسی صحابی کی تقلید بھی جائز نہیں بلکہ گناہ سے شدید تر ہے۔ تو آپ اپنی اطاعت اور تقلید کیوں واجب قرار دے رہے ہیں؟

ممکن ہے کہ کوئی صاحب یہ فرمائیں کہ صرف اُمورِ انتظامیہ میں امیر کی اطاعت لازم ہے اس لئے کہ اس کے سوا نظم چل ہی نہیں سکتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ

یہی علت تقلید میں موجود ہے۔

اس ہوا پرستی کے دور میں ہر مدعی علم کو اگر اجتہاد کی اجازت دے دی جائے تو سارا دین منہدم ہو جائے گا۔

اب نمبر وار سوالات کے جوابات ملاحظہ ہوں۔

(۱) جماعت اسلامی اہل سنت سے خارج ہے اور اپنے مخصوص عقائد کی وجہ سے عام مسلمانوں سے الگ ایک مستقل فرقہ ہے۔

(۲) ان کے ساتھ کسی قسم کا تعاون جائز نہیں۔

(۳) انمیں رشتہ کرنا جائز نہیں۔

(۴) ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں۔

اگر کسی مسجد میں اس عقیدہ کا امام ہو تو با اثر حضرات پر اسے علیحدہ کرنے کی کوشش کرنا فرض ہے۔

اگر مسجد کی منتظمہ امام بدلنے پر طیار نہ ہو تو اہل محلہ پر فرض ہے کہ ایسی منتظمہ کو برطرف کر کے دوسری صحیح العقیدہ منتظمہ منتخب کریں۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر قائم رکھیں اور ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رکھیں۔

اللھم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ آمین

معذرت

میں نے اس مضمون پر نظر ثانی کے وقت چاہا کہ مودودی صاحب کی تصنیف کو کچھ مزید دیکھ لیا جائے مگر جیسے دیکھنا شروع کیا تو خرافات

کم علم والے حضرات زیادہ علم والوں کی تقلید کیا کرتے تھے تو ان کے نزدیک (معاذ اللہ) وہ بھی مسلمان نہیں گناہ سے شدید تر تو صرف کفر ہی ہو سکتا ہے تعجب ہے کہ یہاں صراحۃً کفر کا فتویٰ لگانے کی جرأت کیوں نہ ہوئی، جب کہ کئی دوسرے مواضع میں اس کی تصریح کر رہے ہیں کہ ان کے سوا دُنیا میں کوئی مسلمان نہیں۔

جدید اسلام کی تعمیر

پوری اُمت مسلمہ کی تخریب کے بعد اب جدید اسلام کی تعمیر ملاحظہ ہو۔
"اسلام بغیر جماعت کے نہیں اور جماعت بغیر امیر کے نہیں"
(جماعت اسلامی کا پہلا اجتماع ص۱۴)
لہٰذا جب تک آپ جماعت اسلامی میں داخل نہیں ہو جاتے مسلمان نہیں ہو سکتے، اسلام بغیر جماعت کے نہیں اور جماعت بغیر امیر کے نہیں، تیسرا مقدمہ محذوف منوی ہے جسے بیرونی لوگوں کی بہ نسبت ارکان جماعت جانتے ہیں اب آگے امیر کا مقام سنیئے :۔

امیر کا مقام

فرماتے ہیں: "بعض مقامی جماعتوں کے ارکان مقامی امیر کو صدر انجمن سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ ان کو سمجھ لینا چاہیئے کہ جب انہوں نے اپنے میں سے ایک آدمی کو اہل تر سمجھ کر صاحب امر منتخب کیا ہے تو ان پر واجب ہے کہ معروف میں اس کی اطاعت کریں اور اس کی نافرمانی کو گناہ جانیں۔" (ترجمان جلد ۲۶ عدد ۳ ص۱۲۵)

جماعت اسلامی کے دستور میں بھی یہ دفعہ موجود ہے کہ "امور شرعیہ میں

کتاب خلافت و ملوکیت سے معلوم ہوا کہ مودودی صاحب فتنۂ سبائیت کے مجدد ہیں اور باطناً شیعہ ہیں اور تبرّا کو ماڈرنائیزڈ کر کے اپٹوڈیٹ طرز پر سُنّیوں کو شیعہ بنانے میں خاصہ کمال دکھایا ہے۔

مجدد سبائیت

شیخ الحدیث کی چند سطروں میں

حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب سابق شیخ الحدیث
ندوۃ العلماء لکھنؤ
(استاد حدیث مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن۔ کراچی)
راقمطراز ہیں (عادلانہ دفاع ج ۲ ص ۱۷۱)

(ابن سبا) ایک یہودی تھا جس کے سینے میں اسلام کی دشمنی اور عداوت کے شعلے بھڑک رہے تھے ازراہ نفاق اس نے مسلمان ہونے کا اظہار کیا اور مسلمان بن کر ایک مذہب ......کی بنیاد ڈالی جس کی خشت اول صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے دشمنی اور عداوت تھی عبداللہ بن ابی نے جو پودا لگایا تھا اور جس کی آبیاری عبداللہ بن سبا نے کی اس میں بہت سی شاخیں پھوٹیں مگر رفض سب میں مشترک رہا اور سچ یہ ہے کہ اسلام میں

جتنے فتنے آج تک پیدا ہوئے ہیں سب کی اصل یہی فتنۂ سبائیت ہی ہے اور اس نے جس قدر نقصان مسلمانوں کو دین و دنیا دونوں کے اعتبار سے پہنچایا ہے اس کا عشر عشیر بھی غیر مسلموں سے نہیں پہنچ سکا۔

موجودہ دور میں بھی ایسے اشخاص موجود ہیں جنہیں فتنۂ سبائیت کا مجدد کہا جا سکتا ہے...... اردو میں لکھنے والوں میں بھی اس قسم کے مصنفین موجود ہیں جن میں نمایاں اور مشہور شخصیت سید ابو الاعلیٰ مودودی امیر جماعت اسلامی پاکستان کی ہے۔ موصوف کی تازہ تالیف خلافت و ملوکیت نے نقاب تقیہ کو بالکل ہی پارہ پارہ کر کے موصوف کی سبائیت کو الم نشرح کر دیا ہے بلکہ کتاب میں جس خوبصورتی اور سلیقہ کے ساتھ سبائیت کے تلخ زہر کو شیریں بنا کر ناواقفوں کے حلق سے اتارنے کی کوشش کی گئی ہے اس کی داد نہ دینا ناانصافی ہو گی۔ اور اسے دیکھ کر اس کا قائل ہونا پڑتا ہے موصوف بلا شبہ سبائیت کے مجدد کے مرتبہ پر فائز ہیں۔ اس کتاب کو دیکھ کر ایک ناواقف کے قلب میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق جو نفرت و حقارت کا جذبہ پیدا ہو گا وہ تاریخ طبری و ابن اثیر وغیرہ کے پورے دفاتر پڑھ کر بھی نہیں پیدا ہو سکتا اسلاف خصوصاً صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تحقیر اور ان پر بے اعتمادی خود ضلال ہونے کے ساتھ ساتھ بہت سی گمراہیوں کا دروازہ بھی ہے جو شخص موصوف سے بالکل واقف نہ ہو وہ اگر اس کتاب کا مطالعہ کرے گا اور عقل و فہم سے کام لے گا تو یقیناً اس نتیجے پر پہنچے گا کہ خلافت و ملوکیت کسی شیعہ کی کتاب ہے جس نے نہایت ہوشیاری سے اپٹوڈیٹ طرز پر اپنے مذہب کا نقش اہل سنت پر بٹھلانے کی

کوشش کی ہے۔ موصوف صحابہ کرام رضؓ کو مجروح قرار دے کر انھیں مہذب طریقوں سے سب وشتم کرکے "ماڈرنائزڈ" تبرا کر کے مسلک اہل سنت والجماعت کو خیرباد کہہ کر معتدل ذہن ودماغ رکھتے ہیں۔

مودودی صاحب باطناً شیعہ ہیں لیکن ظاہری سنیت کی وجہ سے صاف صاف اس عقیدے کا اظہار نہیں کرسکتے۔ مودودی صاحب نے بیس اکیس سال کی محنت سے خاصی تعداد ایسے ذہنوں کی پیدا کر دی ہے جن کے دلوں میں صحابہ کرام رضؓ کی وقعت ماوشما سے کچھ کم ہی ہے اور جن میں ان پر تنقید ہی نہیں بلکہ افترا پردازی اور بہتان طرازی میں بھی کوئی ہچکچاہٹ نہیں محسوس ہوتی ہے میں یہ نہیں کہتا کہ جماعت اسلامی کے سب افراد بلا استثنا اسی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں لیکن اس توہین صحابہ رضؓ کو برداشت کرکے جماعت سے وابستہ رہنا اور ایک گمراہ شخص کو اپنا مقتدا بنانا ہمارے خیال میں قیامت کے دن بازپرس کا سبب ہوسکتا ہے یہ بھی عرض کردوں کہ مودودی صاحب اور ان کے بعض رفقار نے سبائیت اور رفض کے جو جراثیم پھیلائے ہیں ایک کثیر تعداد ایسے لوگوں کی بھی ان سے متاثر ہوچکی ہے اور ہو رہی ہے جو انکی جماعت سے وابستہ نہیں ہے لیکن اُن سے حسن ظن رکھتی ہے مودودی صاحب کی ذہانت وطباعی نے تاڑلیا تھا کہ اب سبائیت کے اسلحہ فرسودہ ہوچکے ہیں شیعہ سنی کا فرق اب وہ لوگ بھی سمجھنے لگے ہیں جو کسی زمانہ میں حنفی شافعی اختلاف سے زیادہ وقعت نہ دیتے تھے ان کی فکر رسا نے سبائیت کے لئے ایک ایسا رنگ پیش کیا جسے بہت سے ناواقف اہل سنت بھی اسی طرح قبول کرلیں کہ سُنیوں میں شامل رہتے

ہوئے بھی شیعہ ہوں اور اس میں شک نہیں کہ کتاب (خلافت و ملوکیت) میں مودودی صاحب نے سبائیت کو جدید لباس پہنانے میں خاصا کمال دکھایا ہے۔

(ترجمان الاسلام)

۱۴ شعبان - بحوالہ نظام کانپور

عظمت صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

از حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب

"مع چند تنبیہات"

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد   میلش اندر طعنۂ پاکاں زند (رومی)

ترجمہ: جب حق تعالیٰ کسی کی پردہ دری کرنا چاہتے ہیں تو رسوائی سے قبل اسکے اندر پاک اور مقبول بندوں پر اعتراض کا میلان پیدا ہوتا ہے۔

ایک صحابی سے بھی ہو گر سوئے ظن

ہے وہ بے شک لائقِ گردن زدن

مختصر انتخاب از کتاب مقام صحابہؓ

مصنفہ: حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی طرف سے امام مالک کا قول

اپنے مکتوبات میں نقل فرمایا ہے کہ جو شخص صحابہ کرامؓ میں سے کسی کو بھی خواہ وہ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ ہوں یا معاویہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ

تعالیٰ عنہم) ہوں بُرا کہے تو اگر کفر و فسق کا الزام لگائے تو اس کو قتل کیا جاوے گا اور اس کے علاوہ اگر گالیوں میں سے کوئی گالی دے تو اسے سخت سزا دی جائے گی۔

امام احمد بن حنبلؒ کا قول

جو شخص کسی صحابی پر عیب یا نقص کا الزام لگائے تو اس پر شرعی سزا واجب ہے ایسے شخص کے اسلام کو مشکوک سمجھا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ ایسے شخص کو دین اسلام پر تم ایک تہمت سمجھو۔

امام مسلمؒ کے استاد امام ابو زرعہ عراقیؒ کا قول

جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ کسی صحابی کی تنقیص کر رہا ہے تو سمجھ لو کہ یہ شخص زندیق ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن حق ہے اور رسول حق ہیں اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے وہ حق ہے اور ہم تک یہ سب حضرات صحابہؓ ہی کے واسطے سے پہنچا ہے۔ پس جس نے صحابۂ کرامؓ کو مجروح کیا اور عیب دار قرار دیا بے شک یہ شخص کتاب اور سنت کو باطل کرنا چاہتا ہے پس اس نالایق ہی کو ہمیں زندیق اور گمراہ کہنا زیادہ اقوم اور احق ہے۔

علامہ حافظ بن تیمیہؒ کا قول

اللہ تعالیٰ کا ارشاد۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ

علامہ موصوف اپنی کتاب الصارم المسلول علی شاتم الرسول میں

فرماتے ہیں کہ رضاء الٰہی اللہ تعالیٰ کی صفت قدیمہ ہے اسی سے اپنی رضا کا اعلان فرمائیں گے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ وہ آخری عمر تک موجبات رضا کو پورا کرے گا اور جس سے اللہ راضی ہو جائے پھر کبھی اس سے ناراض نہیں ہوتا پس حضرات صحابہؓ سے قلب و زبان کو صاف رکھنا واجب ہے۔

نوٹ۔ مگر مودودی صاحب بعض صحابہ کرامؓ سے بہت ناراض ہیں اور اسی ناراضگی سے مغلوب ہو کر اپنے قلم گستاخ کو بے لگام کئے ہوئے ہیں۔ حق تعالیٰ امت کو اس کے فتنے سے ہمیشہ کے لئے محفوظ فرمادیں آمین

حضرت امام مالکؒ کا قول

جو شخص کسی صحابی کو بُرا کہتا ہے وہ حق تعالیٰ کے اس ارشاد کی گرفت میں آجاتا ہے لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّار

تاکہ کفار کو غیظ و غضب میں مبتلا کرے۔ پس صحابی سے غیظ کفار کی علامت قرار دی گئی۔ اور پھر حضرت امام مالکؒ نے پورا رکوع سورہ محمد سے والذین معه اشداء کا تلاوت کیا۔

علامہ حافظ بن کثیرؒ کا قول

علامہ موصوف اپنی تفسیر بن کثیر میں فرماتے ہیں کہ ہلاکت ہو اس شخص پر جو حضرات صحابہ کرامؓ کے ساتھ یا ان میں سے کسی ایک کے ساتھ بغض رکھے یا اُن کو بُرا کہے ایسے لوگوں کا کس طرح سے قرآن پر ایمان ہے کہ یہ لوگ ایسے محترم حضرات کو بُرا کہتے ہیں جن سے اللہ تعالےٰ

راضی ہو چکا اور قرآن میں اس رضا کا اعلان فرما چکا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ (الآیۃ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ والذین جاؤا من بعدھم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلاً للذین آمنوا الخ

ان آیات قرآنیہ کے پیش نظر جملہ حضرات صحابہؓ کے لئے استغفار کرنا سب مسلمانوں کے لئے حکم الٰہی ہے (اور اُن سے کینہ نہ پیدا ہونے کی دعا کا حکم صاف یہ بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے آنے والے فتنوں کا علاج اپنے بندوں کو ۱۴ سو برس پہلے بتا دیا۔ ۱۲)

علماء فرماتے ہیں کہ ان آیات کے پیش نظر اس شخص کا اسلام میں کوئی مقام نہیں جو صحابہ کرامؓ سے محبت نہ رکھے یا ان کے لئے دُعا نہ کرے اور ان سے کینہ پیدا ہونے سے پناہ نہ مانگتا رہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا مسلک

حضرت علامہ حافظ ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں کسی کو اپنے ہاتھ سے کوڑے نہیں مارے سوائے اس مجرم کے جس نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کچھ بُرائی کی تھی اس نالائق کو خود اپنے ہاتھ سے کوڑے مارے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ صحابہؓ کا ذکر ہمیشہ

خیر ہی سے کرنا چاہئے۔ ورنہ زبان کو ذکر صحابہؓ سے روک ہی رکھے یعنی برائی سے نہ کرے۔

شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ کو برا سمجھنے والا شیعہ ہے: تو جو برملا باطل پر کہتا ہو اس کے سبائی اور رافضی ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے (جیسا کہ مودودی صاحب ہیں) (عادلانہ دفاع ج ۲)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر دی گئی کہ فلاں شخص حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا کہتا ہے تو آپ نے غیظ و غضب کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا کہ مجھے چھوڑ دیں اس نالایق کی زبان کاٹوں گا تاکہ آئندہ یہ نالایق اس قابل ہی نہ رہ جائے کہ کسی صحابی کو برا کہے۔

علامہ حافظ ابن عبد البرؒ کا قول

فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہؓ سے بڑھ کر کون عادل ہو سکتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت اور صحبت کے لئے چن لیا ہو۔

چند احادیث مبارکہ

جن سے حضرات صحابہؓ کا مقام واحترام اور قلب وزبان کو ان کی بُرائی سے بچانے کا حکم ثابت ہوتا ہے

حدیث ۱ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو ہمارے اصحابؓ کو بُرا کہتے ہیں تو تم کہو لعنت ہو تمہارے اس شر پر (ترمذی شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ کو بُرا کہنے والا مستحق لعنت ہوتا ہے۔

حدیث ۲ ترمذی شریف کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ڈرو اللہ سے ڈرو اللہ سے میرے اصحاب کے بارے میں خبردار میرے بعد ان کو نشانۂ ملامت نہ بنانا جس نے ان سے محبت کی تو وہ میری محبت کے سبب ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے ساتھ بغض کے سبب ان سے بغض رکھا جس شخص نے میرے اصحاب کو تکلیف دی اس نے مجھے دکھ دیا اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ کو تکلیف دی اور جس نے اللہ کو تکلیف دی عنقریب وہ عذاب میں پکڑ لیا جاوے گا۔

حدیث ۳ | حضرت ابو سعید خدری رضؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مت برا کہو میرے اصحاب کو۔ اگر تم لوگوں میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کرے تو ہمارے صحابہؓ میں سے کسی ایک کے نہ تو ایک مُد کے برابر صدقے کو پہنچ سکتا ہے نہ نصف مُد کو

علامہ حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ مُدّ برابر ہے ایک سیر کے اور سَبّ کا مفہوم عام ہے لعن طعن اور ہر برائی کو۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ علماء کا اس طرح کا اختلاف تو پرانا چلا آرہا ہے لہٰذا ہم کو مودودی صاحب کے بارے میں علماء اور اکابر امت کا اختلاف ایک پرانی بات سے زیادہ نظر نہیں آتا۔

جواب: جب سے دنیا قائم ہوئی ہے ایک مثال بھی کسی حق پرست اور مقبول خدا اور متقی عالم کی نہیں ہے جس کو اس وقت کے تمام معاصر علماء نے ایک زبان ہو کر ملحد زندیق اور گمراہ کہا ہو برعکس ہندوپاک کے تمام اکابر علماء نے مودودی صاحب کے لٹریچر کو امت کے لئے گمراہ کن قرار دیا ہے۔ اب رہی یہ بات کہ چند اہل علم مولانا علی میاں اور مولانا منظور نعمانی اور مولانا مسعود عالم ندوی کچھ دن کے لئے جماعت اسلامی میں کیوں شامل ہو گئے تھے تو دراصل ایڈیٹرانہ قلم کی چاشنی اور ظاہری خوشنمائی نے انھیں دھوکہ دیدیا تھا چنانچہ جب قریب سے دیکھا تو توبہ توبہ کر کے راہ فرار اختیار کیا۔ اس شمول اور خروج کی وجہ پر یہ شعر لکھنا ضروری معلوم

ہوتا ہے ؎

اے بسا خوش قامت کہ زیر چادر باشد
چوں باز کنی مادرِ مادر باشد (سعدیؒ)

عبرت | ایک طرف ہند و پاک کے اکابر علماء، اور ایک طرف تنہا مودودی صاحب اے خدا! تو ہی اس فتنۂ عظیم سے اُمت کو خلاصی عطا فرما۔ آمین

گستاخانہ قلم کا ایک نمونہ

مودودی صاحب کے گستاخانہ قلم کا صرف ایک نمونہ جو احقر نے خود اصل کتاب سے اخذ کیا ہے تاکہ ناظرین اندازہ لگا سکیں کہ ان کی کتابوں کے مطالعہ کے بعد ایمان بھی محفوظ رہ سکے گا؟

از تفہیمات صفہ ۱۲۲ حصہ دوم۔ ایڈیشن نمبر ۵ سنہ ۱۹۷۰ء

(سیدنا یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر سے فرمایا)
زمین مصر کے تمام وسائل و ذرائع میرے اختیار میں دے۔ یہ محض وزیر مالیات کا منصب کا مطالبہ نہیں تھا جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ بلکہ یہ ڈکٹیٹر شپ کا مطالبہ تھا اور اس کے نتیجہ میں سیدنا یوسف علیہ السلام کو جو پوزیشن حاصل ہوئی وہ قریب قریب وہی پوزیشن تھی جو اس وقت اٹلی میں مسولینی کو حاصل ہے۔

اور حضرت حکیم الامت تھانویؒ اپنی تفسیر بیان القرآن میں اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے صرف

شعبۂ مالیات کا اختیار طلب فرمایا تھا لیکن عزیز مصر نے اعتماد کے سبب پوری سلطنت کا مختار کل بنا دیا تھا۔

نوٹ :۔ اس انداز تحریر سے ایک پیغمبر کے بارے میں مودودی صاحب کس قسم کا ذہن تیار کرنا چاہتے ہیں پیغمبرانہ قدر و منزلت کو کس درجہ انحطاط کی منزل پر لے جانا چاہتے ہیں۔ اس دور میں ڈکٹیٹر کا لفظ ایک معمولی ادارہ کا سکریٹری بھی اپنے لئے سننا گوارا نہیں کرتا حتیٰ کہ اگر مودودی صاحب کو ڈکٹیٹر کوئی لکھے تو خود اُن کو اور ان کے تلامذہ کو ناگوار ہو گا۔

اصلاح معاشرت کا مسنون طریقہ

اصلاح قیادت اور اصلاح حکومت کا نعرہ بدون اصلاح افراد محض دھوکہ اور فریب ہے کیونکہ معاشرہ بنتا ہے افراد کے اجتماعی کردار سے یعنی اصلاح افراد سے اصلاح معاشرہ خود بخود ہو جاتا ہے دونوں لازم و ملزوم ہیں معاشرہ اور کسی چڑیا کا نام نہیں آجکل سوسائٹی اور معاشرہ کا لفظ اصلاح اعمال کی فکر کو مفلوج اور بے حس کرنے کے لئے اہل زیغ کثرت سے استعمال کرتے ہیں اور اصلاح خود کی گلو خلاصی کے لئے معاشرہ جیسی شے بے جان کو ذی انسان کیلئے مہیب اور خوفناک جانور کا ہوا دکھاتے ہیں لہٰذا ہر شخص آج لفظ معاشرہ استعمال کر کے ہر برائی کا جواز ثابت کرتا ہے۔ مکی زندگی میں اسلام کی ابتداء اصلاح افراد سے شروع ہوئی جب ایک ایک فرد صالح بنتا گیا انہیں صالح افراد کے مجموعہ سے صالح معاشرہ بنتا گیا۔ آج کل افراد تو اپنی اصلاح کے لئے اختیار اور قدرۃ ذاتی کو استعمال نہ کریں

بس معاشرہ معاشرہ کی صدائے بے سود لگاتے رہیں تو کس طرح صالح معاشرہ بن سکتا ہے؟ طاقت اور حکومت سے اصلاح معاشرہ کا خیال محض ہوسِ حکومت ہے اور حبِ جاہ کے کچھ نہیں ورنہ مکی زندگی میں ہر صحابیؓ اپنی ذاتی اصلاح اور اعمال صالحہ کو اختیار کرنے کے بجائے ۱۳ سال تک اعمال صالحہ سے مفلوج اور معطل ہو کر حکومت کا انتظار کرتا حالانکہ ایسا نہیں۔ اعمالِ صالحہ کی توفیق قلب کی دُرستی پر ہے یعنی ایمان اور یقین کامل پر ہے اور قلب کی درستی اہل اللہ کی صحبت پر موقوف ہے۔ حکومت اور طاقت سے دل دُرست نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ کسی ملک میں جرائم کا انسداد نہیں ہو رہا ہے حالانکہ ان کو جیل کی سزائیں مال جرمانے جسمانی اذیتیں بھی دی جا رہی ہیں۔ افراد کی صالحیت سے حکومت خود بخود صالح ہو جاوے گی کیونکہ صالحین کی اکثریت صالح حکمراں کی ضامن ہے جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے اَعْمَالُکُمْ عُمَّالُکُمْ۔ تمہارے اعمال ہی تمہارے حکمراں ہیں فاسقانہ اعمال کے ساتھ صالح قیادت کا خواب کبھی بھی شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے گا۔

مودودی صاحب کی اصحابِ رسولؐ سے کھلی عداوت

مودودی صاحب کی "صحابہ دشمنی" کا ایک منظر ملاحظہ ہو:۔ ——— (از کتاب عادلانہ دفاع جلد دوم)

دشمنِ صحابہؓ لکھتا ہے:۔

"یہ بات بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں نے قاضی ابوبکر ابن العربی کی العواصم من القواصم، امام ابنِ تیمیہؒ کی منہاج السنۃ اور حضرت شاہ عبدالعزیز کی تحفۂ اثنا عشریہ پر انحصار کیوں نہ کیا، میں ان بزرگوں کا نہایت عقیدتمند ہوں اور یہ بات میرے حاشیۂ خیال میں بھی کبھی نہیں آئی کہ یہ لوگ اپنی دیانت وامانت اور صحتِ تحقیق کے لحاظ سے قابلِ اعتماد نہیں۔ لیکن جس وجہ سے اس مسئلہ میں میں نے ان پر انحصار کرنے کے بجائے براہِ راست اصل ماخذ سے خود تحقیق کرنے اور اپنی آزادانہ رائے قائم کرنے کا راستہ اختیار کیا۔ وہ یہ ہے کہ ان تینوں حضرات نے دراصل اپنی کتابیں تاریخ کی حیثیت سے بیانِ واقعات کے لئے نہیں بلکہ شیعوں کے شدید الزامات اور ان کی افراط و تفریط کے رد میں لکھی ہیں جن کی وجہ سے عملاً اُن کی حیثیت وکیل صفائی کی سی ہو گئی ہے۔ اور وکالت، خواہ وہ الزام کی ہو یا صفائی کی، اس کی عین فطرت یہ ہوتی ہے کہ اس میں آدمی اسی مواد کیطرف رجوع کرتا ہے جس سے اس کا مقدمہ مضبوط ہوتا ہو اور اس مواد کو نظرانداز کر دیتا ہے جس سے اُس کا مقدمہ کمزور ہو جائے" (خلافت و ملوکیت صفحہ ۳۲۰)

مودودی صاحب ـ سُنّی یا رافضی؟

کیا مودودی صاحب کے اِس واضح بیان کے بعد بھی ان کی اصحابؓ رسولؐ سے دشمنی و عداوت میں کوئی شک باقی رہ جاتا ہے؟۔ صحابہ کرامؓ اور دشمنانِ صحابہؓ کے مقدمہ میں حضرت قاضی ابن العربیؒ، امام ابن تیمیہ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہم اللہ صحابہؓ کرام کی طرف سے وکیل صفائی ہیں۔ مودودی صاحب۔ ان بزرگوں کے صرف عقیدت مند ہی نہیں نہایت عقیدتمند ہیں اور ان کے نزدیک یہ بزرگ اپنی دیانت وامانت اور تحقیق کے لحاظ سے قابلِ اعتماد نہیں، مگر یہ حضرات

چونکہ صحابہ کرامؓ کے وکیل صفائی ہیں۔ اس لئے مودودی صاحب نے ان کی تحقیقات کو تو نظر انداز کر دیا ہے اور واقدی، سیف بن عمر، ابن الکلبی اور جعفر بن سلیمان ایسے مردود متروک کذاب وضاع، و رافضی اور رافضی مثل الحمار راویوں کی روایات، بلکہ خرافات کو صحیح تاریخ قرار دینے پر مصر ہیں۔ محض اس لئے کہ ان خرافات سے صحابہ کرامؓ کے مطاعن و مثالب ثابت ہوتے ہیں۔ کیا اس کے بعد بھی مودودی صاحب کے خود رافضی اور دشمن صحابہؓ ہونے میں کسی صحیح الدماغ انسان کو شبہ ہو سکتا ہے؟

جو شخص ائمہ اعلام اسلام کی صحیح تحقیقات سے خوشہ چینی کو تو اپنی شان تحقیق کے خلاف سمجھے اور ساڑھے تین سو صفحے کی کتاب میں ان حضرات سے ایک لفظ بھی نقل نہ کرے محض اس لئے کہ وہ حضرات صحابہؓ کے وکیل صفائی ہیں۔ اور جلے بھُنے رافضی راویوں کے چبائے اور اُگلے ہوئے "نوالوں" سے اپنا اور اپنی کتاب کا پیٹ بھرے اس کے رافضی ہونے میں اور اُسے رافضی کہنے میں کسی کو کیا تامل ہو سکتا ہے؟

مودودی صاحب بحیثیتِ وکیلِ استغاثہ

بات یہ ہے کہ مودودی صاحب حضراتِ صحابہؓ کے خلاف مدعی ہی نہیں، وکیلِ استغاثہ بھی ہیں۔ اس لئے آپ نے آئمہِ دین کی تحقیقات کو اس کی صحت اقرار و اعتراف کرنے کے باوجود نظر انداز کر دیا۔ کیونکہ اس سے آپ کا مقدمہ کمزور ہوتا تھا۔ حالانکہ وہ تحقیقات کتاب و سنت کی روشنی میں تھیں۔ اور مردود و متروک رافضی راویوں کی خرافات کو سر آنکھوں پر رکھا۔ کیونکہ اس سے صحابہ کرامؓ کے خلاف مودودی صاحب کا مقدمہ مضبوط ہوتا تھا۔ اور آدمی اسی مواد کی طرف

رجوع کرتا ہے جس سے اس کا مقدمہ مضبوط ہوتا ہو" (خلافت وملوکیت ص۳۲۰)

مودودی صاحب! کچھ حشر کا فکر کریں

اگر مودودی صاحب کا دل صحابہؓ دشمنی میں بالکل سیاہ نہیں ہوگیا اور اس میں کچھ بھی خوفِ خدا اور فکرِ آخرت باقی ہے تو وہ اپنے رویہ پر نظرثانی کریں۔ قیامت کے دن ظاہر ہے کہ صحابہ کرامؓ کے وکلاء صفائی اصحابِ رسولؐ رسولؐ کے ساتھ ہوں گے۔ اور اصحابِ رسولؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ! دوسری طرف دشمنانِ صحابہؓ ہوں گے۔ ابن سبا ملعون، اس کی سبائی پارٹی اور روافضی اور انکے ساتھ اُن کے وکلاء ہوں گے۔ مودودی صاحب اس دن رسولؐ و اصحابِ رسولؐ اور وکلائے اصحابِ رسولؐ کے ساتھ اپنا حشر چاہتے ہیں یا ابن سبا ملعون اس کی مردود جماعت اور روافض کے ساتھ؟ اگر وہ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور انہیں اپنی عاقبت کا خیال ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لواءِ حمد کے نیچے کھڑا ہونا چاہتے ہیں تو انہیں اپنی موجودہ ضد و جحود کی روش ترک کردینی چاہیئے۔ اور توبہ و استغفار کرکے عداوتِ صحابہؓ سے باز آجانا چاہیئے

آئیے! اب اصل بحث کی طرف رجوع کریں۔

صرف نقال اور مولف خطرناک دھوکہ شرمناک فریب

مودودی فرقہ کے متعصب لوگ کہتے ہیں کہ "مودودی صاحب تو مولف ہیں۔ مصنف نہیں انہوں نے جو کچھ لکھا ہے، اسلامی تاریخ کی مشہور و معتبر کتابوں سے نقل کرکے لکھا ہے اسلامی تاریخ کی مشہور و معتبر کتابوں سے

نقل کر کے لکھا ہے، اپنی طرف سے تھوڑا ہی لکھا ہے۔

جاہل اور اندھے متعصبین کی اس گمراہ کن منطق سے بے خبر لوگوں کو یہ تصور دینا منظور ہوتا ہے کہ مودودی صاحب تو صرف ناقل ہیں ورنہ یہ ساری باتیں کتابوں میں موجود ہیں۔ اُن کا "قصور" صرف یہ ہے کہ انہوں نے کتابوں سے ان حقائق کو برآمد کر کے عوام کے سامنے رکھ دیا ہے۔

چیلنج! اس قسم کی "جگالی" کرنے والوں کو میں چیلنج کروں گا کہ اگر واقعی مودودی صاحب صرف نقال اور موقف ہیں اور انہوں نے بغض و عداوتِ صحابہؓ سے مجبور و مغلوب ہو کر از خود کچھ نہیں لکھا تو وہ دُنیا کی کسی تاریخ سے یہ الفاظ ثابت کر دیں کہ "مال غنیمت کی تقسیم کے معاملہ میں حضرت معاویہؓ نے کتاب وسنّت کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی"۔

دعویٰ! میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ یہ بات نہ صرف تاریخ اسلام کی مستند ترین کتابوں سے قطعاً ماخوذ نہیں بلکہ دنیا کی کسی تاریخ سے اس ہفوات کا سراغ نہیں ملتا۔ یہ صرف مودودی صاحب کے بغض و عناد عن الصحابہؓ کا کرشمہ ہے۔

منہ مانگا انعام اگر مودودی صاحب ہمارا چیلنج قبول فرما کر ایک واقعہ ایسا ثابت کر دیں کہ مال غنیمت میں سے سونا چاندی ان کے لئے نکال لیا گیا ہو اور حضرت معاویہؓ کا حکم مندرجہ میںنہ ثابت کر دیں تو جو وہ انعام فرمائیں ہم پیش کر دیں گے۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار ......

بدقسمتی کی انتہا ملّت کی بدقسمتی کی انتہا ہے کہ اس درجہ جھوٹے انسان کو نہ صرف منہ لگایا جاتا ہے بلکہ بین الاقوامی

شخصیت قرار دیکر بانس پر چڑھایا جاتا ہے۔

عہد حاضر کی بین الاقوامی علمی شخصیت کا کمال ملاحظہ ہو (یعنی مودودی صاحب کا)

اجلہ علماء کے اجماع کے خلاف زیاد کی بات پر ایمان لے آکر اپنی جہالت کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہیں مودودی صاحب جس راوی کی روایت کا سہارا لیکر ایک صحابی کاتب وحی کو مطعون کرتے ہیں اس کا نام زیاد ہے اور اہل علم کا اجماع ہے کہ یہ راوی جھوٹا ناقابل اعتبار ہے۔ (مگر مودودی صاحب کو اپنا باطنی بغض نکالنے کے لئے سبائی رافضی کسی کی روایت بھی کافی ہے جس سے صحابہ کرامؓ کی اہانت کا ثبوت ہو جاوے) حالانکہ اس ساقط الاعتبار روایت میں ان کے لئے سونا چاندی جدا کرنے کے الفاظ سے مراد حضرت معاویہؓ کی ذات نہیں بلکہ بیت المال مراد ہے۔ امام بن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ مال غنیمت سے کل سونا چاندی بیت المال میں جمع کیا جائے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۹) مودودی صاحب کی دیانت کی انتہا ہے کہ البدایہ کا جو حوالہ دے رہے ہیں وہاں بیت المال مذکور ہے مگر مودودی صاحب حضرت معاویہؓ کے لئے ثابت کر رہے ہیں۔

مودودی صاحب کی خیانت اور بغضِ صحابہ رضؓ

مودودی صاحب کے بغض وعناد وفساد قلب کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بجائے خود مودودی صاحب کا خائن و ظالم ہونا ثابت ہو گیا اور اب کسی اندھے متعصب کے سوا کسی کو اس میں شبہ نہ رہا کہ اس شخص کا دل خوف خدا سے یکسر خالی اور صحابۂ کرامؓ کی عداوت و بداندیشی کے جذبات سے لبریز

ہے کوئی سچا سُنّی مسلمان ان ہزلیات وخرافات پر اعتماد نہیں کرسکتا الّا مودودی۔

روافض سے بازی جیت گئے

روافض تو بنوامیہ کی حکومت کو اس طرح بدنام کرتے تھے مگر ہمارے محقق مورخ حضرت معاویہؓ کو بدنام کررہے ہیں اس طرح وہ روافض سے بازی لے گئے۔

مودودی صاحب کی بدقسمتی

مودودی صاحب کی قسمت بدمیں صحابہؓ کی شان میں گستاخی و بدگوئی مقدر ہے امام مظلوم سیدنا غنیؓ سے لے کر ہر عظیم صحابی کو ان کے گستاخ وبے باک قلم نے ہدف سب وشتم اور نشانۂ طعن وتشنیع بنایا ہے۔

اخبار کی رائے

اگر یہی تنقید ایک شیعہ کے قلم سے شایع ہوتی تو یقیناً صحابۂ کرامؓ پر سب وشتم قرار دی جاتی۔

(رضاکار ۱۶ جولائی ۱۹۶۵ء)

مودودی صاحب سے ایک درخواست

مودودی صاحب ازراہ کرم اپنے رافضی اور شیعہ ہونے کا اعلان کردیں اور تقیہ سے بے نقاب ہوکر اُمت کو اپنے فتنہ سے آگاہ کردیں تاکہ سنی حضرات تو اس فتنہ مادرنائز تبرائے سے محفوظ ہوجائیں۔

فہرست چند کتب برائے معلومات

مودودی صاحب کے گمراہ کن لٹریچر کے دندان شکن جوابات حسب ذیل کتابوں میں مطالعہ کیجئے۔ حق کی تلاش کرنے والوں کے لئے اکابر امت کی فتنۂ مودودیت کے رد میں لکھی ہوئی

کتابیں ہیں۔

الاستاذ المودودی یہ کتاب حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری دامت برکاتہم نے عربی زبان میں تحریر فرمایا ہے اور عنقریب اس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہونے والا ہے۔ کتاب مذکور عربوں کے لئے لکھی گئی ہے اور عرب ممالک میں اہتمام سے بھیجی جارہی ہے تاکہ اہل عرب بھی مودودی صاحب کی بنیادی گمراہیوں سے آگاہ ہوجاویں۔

فتنۂ مودودیت۔ صفحات ۱۸۲ مصنفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم یہ کتاب مبارک فتنۂ مودودیت سے نجات کے لئے نور ہدایت ہے۔

عادلانہ دفاع جلد اول و جلد ثانی اس کتاب کو مناظر پاکستان مولانا سید نورالحسن بخاری نے لکھا ہے جس میں اجلہ اصحاب رسولؐ کے خلاف مودودی صاحب کے ظالمانہ، جارحانہ حملوں کا اور ان کے بے اصل و بے بنیاد ۶۷ مطاعن و اعتراضات، ایمان سوز و شرمناک بہتانات و افترآت اور لغو بیہودہ ہذیانات و خرافات اور ۱۰ بددیانتی اور ۱۸ جھوٹ ۔ ۷ گھڑنتو ۔ ۴ مغالطے کے ۱۵۳ مفصل مدلل اور مسکت جوابات دئے گئے ہیں۔

اظہار حقیقت بجواب خلافت و ملوکیت مصنفہ حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی سابق شیخ الحدیث ندوۃ العلما لکھنؤ۔

اب دُعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ اس کتاب "اکابر امت اور مودودی صاحب" کو قبول فرماکر اپنے ان بندوں کے لئے

بھی ہدایت کا سبب بنا دیں جن کے رگ و ریشے میں مودودی فتنے کا زہر پیوست ہو چکا ہے وماذالك على الله بعزيز اور حق تعالیٰ پر یہ کچھ مشکل نہیں ؎

جوش میں آئے جو دریا رحم کا   گبر صد سالہ ہو فخر اولیار

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم بحق رحمتك ورحمتك للعالمين صلى الله عليه وسلم

احقر محمد اختر عفا اللہ عنہ

۲ر رمضان مبارک ۱۳۹۶ھ

تارکین مودودی جماعت اور تائبین کرام کی شانیں

احقر مؤلف کتاب محمد اختر عفی عنہ کے دو اشعار

جن میں ان سب حضرات کے اسمائے گرامی اختصار کے ساتھ آگئے ہیں

(۱) نہ من تنہا ازیں بیگانہ رفتم
علیؔ[۱] و اشرفؔ[۲] و منظورؔ[۳] ہم رفت

(۲) زغازیؔ[۴] و محی الدین[۵] احمد
زعالمؔ[۶] آں شب دیجور ہم رفت

یہ اشعار محی الدین احمد کی طرف سے احقر نے لکھے ہیں

ترجمہ[۱] میں تنہا مودودی صاحب کے ظلمت خانے سے نہیں نکلا بلکہ حضرت مولانا علی میاں ندوی اور حکیم عبدالرحیم اشرف اور حضرت مولانا منظور نعمانی مدیر الفرقان لکھنؤ بھی اس جماعت مودودی سے تائب ہوئے۔

[۲] اور عبدالجبار غازی اور محی الدین احمد اور مولانا مسعود عالم ندوی سے بھی وہ تاریک رات دُور ہوگئی یعنی جماعت سے تائب ہوگئے۔

از کتاب اظہار حقیقت
بجواب خلافت و ملوکیت جلد اوّل

مصنفہ: حضرت مولانا محمد اسحٰق صدیقی ندوی سابق مہتمم

وشیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

استاد حدیث مدرسہ عربیہ نیو ٹاؤن۔ کراچی

مودودی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"بعض حضرات اس معاملہ میں یہ "الاقاعدہ کلیہ" پیش کرتے ہیں کہ ہم صحابہ کرام کے متعلق صرف وہی روایت قبول کریں گے جو ان کی شان کے مطابق ہوں اور ہر اس بات کو رد کر دیں گے جس سے ان پر حرف آتا ہو۔ خواہ وہ کسی صحیح حدیث میں وارد ہوئی ہو" (خلافت و ملوکیت ص۳۰۰)

قارئین کرام! مودودی صاحب کی اس عبارت کو ذہن میں رکھئے کس طرح موصوف نے نہایت چالاکی اور عیاری کے ساتھ صحیح مسلک اہلِ سنّت کی غلط ترجمانی کر کے قاری کے جذبات کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ خلافت و ملوکیت میں صحابہ کرامؓ پر لگائے گئے سنگین الزامات کو "صحیح حدیث" کی روایت سمجھ

کر تسلیم کرتا چلا جائے۔

مودودی صاحب کی قلمی عیاری کے چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں تاکہ قارئین پر ان کا صحابہ کرامؓ سے بغض رکھنا واضح ہو جائے۔ (مرتب)

(۱) بغضِ معاویہؓ

حضرت عمرو بن الحمق رضی اللہ عنہ کے متعلق لسان المیزان میں پہلی روایت تو یہ لکھی ہے کہ وہ واقعہ حرہ میں شہید ہوئے۔

دوسری روایت ابومخنف کی ہے کہ وہ ایک غار میں چھپے ہوئے تھے وہاں انھیں سانپ نے ڈس لیا اور حضرت معاویہؓ کے گورنر نے لاش کا سر کاٹ کر حضرت معاویہؓ کے پاس بھیجا مودودی صاحب نے پہلی روایت کو چھوڑ کر اسی ابومخنف کذاب کی موضوع اور جھوٹی روایت کو درج کتاب کیا ہے۔ حالانکہ وہ خود اپنی اسی کتاب میں اعتراف کر چکے ہیں کہ محققینِ فنِ رجال ابومخنف کو کذاب اور شیعی کہتے ہیں لیکن بغضِ معاویہؓ نے ان کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے اور اسی کذاب کی روایت کو انھوں نے صرف اس لئے قبول کر لیا کہ اس سے خلیفۃ المسلمین امام معاویہؓ کی شانِ اقدس کی منقصت کا پہلو نکلتا تھا۔

(۲) بغض سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ

امام عادل سیدنا عثمانؓ پر مطاعن کی ابتدا کرتے ہوئے مودودی صاحب لکھتے ہیں:

"حضرت عمرؓ کو اپنے آخر زمانہ میں اس بات کا خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں ان کے بعد عرب قبائلی عصبیتیں (جو اسلامی تحریک کے

زبردست انقلابی اثر کے باوجود ابھی بالکل ختم نہیں ہوگئی تھیں) پھر نہ جاگ اٹھیں اور ان کے نتیجے میں اسلام کے اندر فتنے برپا ہوں۔ چنانچہ ایک مرتبہ اپنے امکانی جانشینوں کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے انھوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے حضرت عثمانؓ کے متعلق کہا کہ اگر میں ان کو اپنا جانشین تجویز کردوں تو وہ بنی ابو معیط (بنی امیہ) کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط کردیں گے اور وہ لوگوں میں اللہ کی نافرمانیاں کریں گے۔ خدا کی قسم اگر میں نے ایسا کیا تو عثمان یہی کریں گے اور اگر عثمان نے ایسا کیا تو وہ لوگ ضرور معصیتوں کا ارتکاب کریں گے اور عوام شورش کرکے عثمان کو قتل کردیں گے۔" ص ۹۸، ۹۹

مودودی صاحب نے یہ روایت استیعاب کے حوالے سے نقل کی ہے روایت کے اعتبار سے استیعاب کا جو حال ہے وہ ہم گذشتہ صفحات میں واضح کرچکے ہیں اور بتا چکے ہیں (کہ یہ کتاب ہرگز قابلِ اعتماد نہیں کہی جاسکتی[1]) لیکن سند کے لحاظ سے بھی یہ بالکل بے جان ہے۔

ذرا اس کے بعض راویوں کے چہرے ملاحظہ ہوں۔

اس میں ایک راوی عبدالوارث بن سفیان یا سلیمان ہے جو مجہول ہے۔

محمد بن احمد بن ایوب ضعیف الراوایہ و منکر الحدیث ہے۔ یحییٰ بن معین نے انھیں کذاب کہا ہے (میزان الاعتدال ص ۲۳)

سلیمان بن داؤد کوفی شیعہ ہے۔ شیعوں کے مشہور عالم شیخ حلی نے بھی اسے شیعہ کہا ہے (خلاصۃ الاقوال ص ۱۰)۔ ظاہر ہے کہ شیعہ تو کوئی بھی

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں اظہار حقیقت بجواب خلافت و ملوکیت۔

مقبول الروایہ نہیں ہوسکتا خصوصاً ایسی صورت میں تو اس کی روایت بالاتفاق ساقط الاعتبار اور مردود ہوتی ہے جب کہ اس کی روایت سے کسی صحابی پر جرح ہورہی ہو۔ علیٰ ہذا جس روایت میں کوئی کذاب بھی ہو اس کا مردود ہونا بالکل بدیہی ہے۔ مجہول کی روایت بھی نامقبول ہی ہے۔ ان امور سے یہ بات روشن ہوجاتی ہے کہ یہ روایت موضوع اور ساقط الاعتبار ہے۔

لیکن مودودی صاحب نے اس روایت کو "صحیح حدیث" لکھ کر جس کو ہم اوپر قلم بند کرآئے ہیں کس طرح گمراہ کرنا چاہا ہے۔ قارئین خود انصاف فرمائیں مرتب

اسی موضوع پر بخاری شریف کی روایت ہے جس کو مودودی صاحب نے بالکل نظر انداز کردیا۔ حالانکہ جب ایک واقعہ کے متعلق ایک روایت اس کتاب کی ہو جو اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کے لقب سے ملقب ہے اور دوسری ایسی کتاب کی ہو جس میں صحت کا کوئی التزام نہیں پھر اس کی سند میں کذاب اور شیعی ہوں تو ہر صداقت پسند اور منصف مزاج شخص بخاری شریف کی روایت پر اعتماد کرے گا اور استیعاب کی روایت کو رد کردے گا مگر یہ وہی شخص کرے گا جس کی نیت درست ہو اور جو شخص حضرت عثمانؓ کے مادہ تقدس و تقویٰ پر خاک ڈالنے پر تلا ہوا ہو اور نئی نسل کو خود ساختہ علمی دھاندلی کے ذریعہ گمراہ کرنا چاہتا ہو وہ تو وہی کرے گا جو مودودی صاحب نے کیا ہے۔

بخاری شریف میں اپنے امکانی جانشینوں کے متعلق حضرت فاروق اعظمؓ نے جو وصیت فرمائی تھی وہ اس طرح مذکور ہے:۔

"لوگوں نے کہا اے امیر المومنین وصیت فرما دیجیے۔ اور کسی کو اپنا جانشین بنا دیجیے۔ فرمایا اس امر کے متعلق چھ آدمیوں سے بہتر کسی کو نہیں پاتا۔ ان سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر تک راضی رہے پھر آپ نے علیؓ و

عثمانؓ، زبیرؓ وطلحہؓ، سعدؓ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے نام لئے اور فرمایا کہ عبداللہ بن عمرؓ تمہارے ساتھ موجود رہیں گے، ان کا اس معاملہ میں کچھ حصّہ نہ ہوگا۔ اب اگر حکومت سعدؓ کو ملے تو وہ اس کے اہل ہیں ورنہ پھر تم میں سے جو کوئی بھی حاکم بنالیا جائے اسے چاہیئے کہ ان سے مدد لے کیوں کہ میں نے جو انہیں معزول کر دیا تھا تو کسی کمزوری وخیانت کی بنا پر نہیں کیا تھا۔"

۳۔ مودودی صاحب کا بُغضِ ولید بن عقبہؓ

مودودی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو (ولیدؓ بن عقبہ) بنی المصطلق کے صدقات وصول کرنے کے لئے معمور فرمایا مگر یہ اُس قبیلہ کے علاقہ میں پہنچ کر کسی وجہ سے ڈر گئے اور ان لوگوں سے ملے بغیر مدینے واپس جا کر انہوں نے یہ رپورٹ دے دی کہ بنی المصطلق نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور مجھے مار ڈالنے پر تل گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر غضبناک ہوئے اور آپؐ نے ان کے خلاف ایک فوجی مہم روانہ کر دی قریب تھا کہ ایک سخت حادثہ پیش آجاتا لیکن بنی المصطلق کے سرداروں کو بروقت علم ہوگیا۔ اور انہوں نے مدینہ حاضر ہو کر عرض کیا کہ یہ صاحب تو ہمارے پاس آئے ہی نہیں ہم تو منتظر ہی رہے کہ کوئی آکر ہم سے زکواۃ وصول کرے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

یاایھا الذین امنو ان جآءکم فاسق بنباء فتبینوا۔ (خلافت وملوکیت ص۱۱)

مودودی صاحب خواہ مخواہ ان تقدس مآب صحابیِ رسولؐ (ولیدؓ بن عقبہ) کو اس آیت

کا مصداق بنا کر ان پر کذب و فسق کی تہمت لگا رہے ہیں۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت ولیدؓ کو کسی شخص نے راستہ میں مل کر یہ خبر سنائی کہ بنی المصطلق باغی ہو گئے ہیں اور تمہارے قتل کے درپے ہیں۔ اس سے انہیں خوف پیدا ہوا اور وہ واپس ہو گئے۔ اس جھوٹے مخبر کو جس نے حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو یہ غلط خبر دی ہے قرآن مجید میں "فاسق" فرمایا گیا ہے نہ کہ سیدنا حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو۔

اس کے علاوہ اپنی گمراہ کن تصنیف کے صفحہ ۱۱۲، ۱۱۳ پر حضرت عثمانؓ اور ولیدؓ بن عقبہ پر مزید الزامات کی بوچھاڑ کرتے ہوئے مودودی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ

"۲۵ھ میں اس چھوٹے سے منصب سے اٹھا کر حضرت عثمانؓ نے ان کو (ولیدؓ بن عقبہ) حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی جگہ کوفے جیسے بڑے اور اہم صوبے کا گورنر بنا دیا وہاں یہ راز فاش ہوا کہ یہ (یعنی ولیدؓ بن عقبہ) شراب نوشی کے عادی ہیں۔ حتیٰ کہ ایک روز انہوں نے صبح کی نماز چار رکعت پڑھا دی پھر پلٹ کر لوگوں سے پوچھا اور پڑھاؤں؟...... چنانچہ صحابہ کے مجمع عام میں ولید پر مقدمہ قائم کیا گیا...... الخ

(بحوالہ استیعاب)

استیعاب کے متعلق ہم ذکر کر چکے ہیں۔ کہ یہ بالکل غیر معتبر کتاب ہے جس میں بعض جواہر پاروں کے ساتھ کوڑے کرکٹ کے ڈھیر بھی ہیں[۱]۔ اس لئے صاحب استیعاب کی رائے اس بارے میں بالکل بے وزن ہے۔ اور بادہ گوئی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی ہے۔ قصہ کا تعلق تاریخ سے ہے اس لئے درایت کی کسوٹی پر بھی اسے پرکھنا لازم ہے۔ جب ہم اس زاویہ سے اس قصہ پر نظر کرتے ہیں تو یہ بالکل من گھڑت اور سراپا بہتان وافترا نظر آتا ہے۔

---

[۱] تفصیلات کیلئے ملاحظہ فرمائیں۔ اظہار حقیقت بجواب خلافت و ملوکیت

پہلا سوال تو یہی پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ولید رضؓ حضرت صدیق اکبر رضؓ اور حضرت فاروق اعظم رضؓ کے زمانے میں مدت دراز تک مختلف عہدوں پر مامور رہے۔ لیکن کبھی ان پر یہ الزام نہیں لگایا گیا۔ آخر کوفہ ہی پہنچ کر کیوں انہوں نے اس حرکت کا ارتکاب کیا؟ اس سے قطع نظر کہ وہ صحابی رسولؐ تھے ایک عام مسلمان ہونے کی حیثیت سے بھی یہ بات بالکل بعید از قیاس ہے۔ کہ اتنی عمر پاکبازی و تقویٰ کے ساتھ بسر کرنے کے بعد یکایک وہ شراب پینے لگیں۔ جو چیز ظاہر کے خلاف ہو۔ اُسے اتنی آسانی کے ساتھ قبول کر لینا مودودی صاحب ہی کے ایسے حضرات کا کام ہے۔ جو صحابۂ کرام رضؓ کی عداوت کی وجہ سے ان کے خلاف ہر الزام کو قبول کر لیتے ہیں۔ حالانکہ اگر آج دو شخص اسی فعل کی شہادت خود مودودی صاحب کے خلاف دے دیں تو ان کی جماعت کا کوئی فرد بھی اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا اور اسے مخالفین کی سازش قرار دے گا۔

دوسرے یہ کہ اگر کوئی شخص شراب پی کر کہیں بیٹھ جائے تو کم از کم دو تین گز تک فضا کا تعفن دوسروں کے لئے ناقابل برداشت ہو جاتا ہے۔ اس زمانے میں تو اُس کی بدبو اور بھی زائد ہوتی تھی۔ سوال یہ ہے۔ کہ نماز سے پہلے یا دورانِ نماز کسی کو اس کا احساس کیوں نہ ہوا کہ یہ شراب پئے ہوتے ہیں؟ اور اگر احساس ہوا تھا تو اُن کے پیچھے نماز کیوں پڑھی؟ ۔۔۔۔۔۔ اور پھر جب وہ دو رکعت کے بعد کھڑے ہو گئے تھے تو کسی نے لقمہ کیوں نہ دیا؟ کیا سب کے سب نماز کے مسائل سے اس درجہ ناواقف تھے کہ فجر کی رکعتوں کی تعداد بھی نہیں جانتے تھے؟ یا یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ امام کو سہو ہو جائے تو کیا کرنا چاہیے؟

عربی کی مشہور مثل ہے کہ بغضك الشئ يعمى ويصم (کسی چیز کی عداوت

آدمی کو بعض اوقات اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے۔) مودودی صاحب کو صحابہ کرامؓ خصوصاً بنی امیہ سے جو عداوت ہے۔ اس کی وجہ سے انہوں نے یہاں پہنچکر اپنے محبوب مورخ طبری کی طرف سے بھی آنکھیں پھیر لیں۔ حالانکہ اس نے سنہ ۳۰ھ کے واقعات میں لکھا ہے کہ۔

"کوفہ سے جرائم پیشہ آدمیوں جنکے بیٹوں کو حضرت ولید رضی اللہ عنہ نے کسی جرم پر سزا دی تھی ان کا انتقام لینے کیلئے یہ سازش کی کہ آں ممدوح پر شراب نوشی کا الزام لگایا جائے۔ چنانچہ ایک نے ان کی مہر چرالی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ "یہ شراب پیتے ہیں۔ ہم نے نشہ کی حالت میں اُن کی مہر حاصل کر لی اور انہیں شراب کی قے کرتے دیکھا ہے۔"

طبری کی جو روایت صحابہ کرامؓ کے خلاف ہوتی ہے۔ وہ تو مودودی صاحب کو بہت مرغوب ہوتی ہے لیکن اس روایت سے ایک صحابیؓ پر ایک بہتان وافترا کی قلعی کھل رہی ہے۔ اور شراب کے قصے کا من گھڑت ہونا ثابت ہو رہا ہے۔ اس لئے موصوف نے اسے بالکل نظر انداز فرمادیا۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضؓ

ان کے بارے میں مودودی صاحب لکھتے ہیں:۔

"اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تو مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو چکے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر جن لوگوں کے بارے میں یہ حکم دیا تھا کہ وہ اگر خانہ کعبہ کے پردوں سے بھی لپٹے ہوئے ہوں تو انہیں قتل کر دیا جائے یہ ان میں سے ایک تھے۔ حضرت عثمانؓ انہیں لے کر اچانک حضورؐ کے سامنے

پہنچ گئے اور آپ نے محض ان کے پاس خاطر سے انہیں معاف فرما دیا تھا" (خلافت و ملوکیت) صد ۱۰۹

گویا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو انہیں معاف فرما دیا تھا، مگر مودودی صاحب انہیں معاف کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ مزید گزارش یہ ہے کہ زمانہ کفر و جاہلیت کے افعال کا طعنہ دینا شریعت و اخلاق کے کس اصول کے اعتبار سے جائز ہے؟ علمائے محققین نے حدیث سے مستنبط کر کے تحریر فرما دیا ہے کہ ارتداد حقیقی محال ہے۔ یعنی کوئی شخص صدق دل سے مسلمان ہو جائے تو وہ مرتد نہیں ہو سکتا۔ کسی کے مرتد ہو جانے کے معنی یہ ہیں کہ پہلے ہی اس کے دل میں ایمان جاگزیں نہیں ہوا تھا اور سچے دل سے وہ مسلمان ہوا ہی نہیں تھا۔

حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح پہلی مرتبہ محض ظاہری طور پر مسلمان ہو گئے تھے۔ اس کے بعد مرتد ہو کر چلے گئے۔ لیکن کچھ مدت تک غور و فکر کے بعد جب اسلام کی صداقت پورے طور پر واضح ہو گئی تو صدق دل سے ایمان لائے اور آنحضور ؐ کی زیارت و صحبت سے مشرف ہو کر ولائیت کے اعلیٰ ترین درجہ صحابیت پر فائز ہوئے۔ ان کی بعد کی زندگی انکے اخلاص اور کمالِ ایمان کی شاہد و عادل ہے۔ اسلام کے بعد گزشتہ کفر و ارتداد کا طعن کرنا خود طعن کرنے والے کو آخرت میں مطعون کر دیتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو غصہ ان پر تھا وہ ان کی ذات اور شخصیت پر نہ تھا بلکہ ان کے وصفِ کفر و ارتداد پر تھا جب اس ذمیمہ سے وہ پاک ہو گئے تو وہ غصہ بھی محبت اور رحمت میں تبدیل ہو گیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب تو نہ تھے جو یہ جان لیتے کہ تقدیرِ الٰہی میں ان کی سعادت مقدر ہو چکی ہے ...... کیا مودودی صاحب

بتا سکتے ہیں۔ کہ دوبارہ اسلام لانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا آنحضورؐ کے صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے ان کے متعلق نفاق کا شبہ کیا ہو؟ یا آنحضورؐ نے ان سے ناراضگی کا اظہار فرمایا ہو؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو آپ کا اعتراض بالکل باطل اور غضبِ الٰہی کا موجب ہے۔ یہ جملہ کہ:

"آپ نے محض ان کے پاسِ خاطر سے انہیں معاف فرمادیا تھا"

بہت بے ادبانہ اور گستاخانہ ہے۔ اس کے معنی تو یہ ہوتے کہ اگر حضرت عثمانؓ کا پاسِ خاطر نہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں قتل کروادیتے ہم پوچھتے ہیں کہ وہ اس وقت ارتداد سے تائب اور صدقِ دل سے مسلمان ہوگئے تھے یا نہیں؟ اگر ہوگئے تھے تو کیا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مومن کو قتل کردیتے؟ اور تائب ہونے والے کو توبہ سے روک دیتے۔ (معاذ اللہ) کوئی مسلمان اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا بصورت دیگر اگر وہ صدقِ دل سے مسلمان نہیں ہوئے تھے اور آنحضورؐ کو اس کا علم تھا تو کیا آپؐ نے حضرت عثمانؓ کی خاطر سے ایک شخص کے ارتداد کو گوارا فرمالیا؟ اور اس جرم کی سزا دینے سے پہلوتہی فرمائی؟ (العیاذ باللہ) کوئی مومن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس قسم کا خیال بھی دل میں لانا گوارا نہیں کر سکتا اس قسم کے فاسد و کاسد افکار مودودی صاحب اور ان کے متبعین ہی کو مبارک ہوں۔ مقام عبرت ہے کہ عداوت صحابہؓ نے مودودی صاحب کو اس جگہ پہنچادیا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا کرنے لگے (العیاذ باللہ)

مودودی صاحب فاضل مصنف کی نظر میں

میں موصوف کے حالات سے زیادہ واقف نہیں ہوں لیکن اس کتاب کو نیز

اُن کی اسی قسم کی سابق تحریروں کو دیکھ کر میرا اندازہ یہ ہے۔ کہ موصوف کا بچپن شیعی ماحول میں بسر ہوا ہے۔ اور سبائیت کے ایمان خور جراثیم ان کے قلب اور دماغ میں اسی وقت سے داخل ہو چکے ہیں۔ بزرگوں کے ساتھ موصوف کے رویّہ کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے۔ کہ انہوں نے انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کے دامنِ عصمت کو بھی داغدار بنانے کی سعی لاحاصل کی ہے۔ چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:۔

"تاہم قرآن کے اشارات اور صحیفۂ یونس کی تفصیلات پر غور کرنے سے اتنی بات صاف معلوم ہوتی ہے۔ کہ حضرت یونسؑ سے فریضۂ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی تھیں اور غالباً انہوں نے بے صبر ہو کر قبل از وقت اپنا مستقر بھی چھوڑ دیا تھا۔ اس لئے جب آثار عذاب دیکھ کر آشوریوں نے توبہ و استغفار کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا۔

(تفہیم القرآن جلد ۲ سورہ یونس ص ۹۹)

اپنا فرض منصبی ادا کرنے میں کوتاہی کرنا کتنا بڑا جرم اور گناہ ہے۔؟ اس کی تصریح کی ضرورت نہیں۔ مودودی صاحب یہ جرم ایک نبی معصوم کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ کیا یہ جرم عصمت کے منافی نہیں؟ کیا اس کی نسبت کسی نبی کی طرف کرنا سخت بے ادبی اور گستاخی نہیں؟ شیعہ کہتے ہیں کہ خلافتِ علیؓ کا اعلان کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھا مگر آپ نے بخوفِ شیخینؓ اس کا صاف صاف اعلان نہیں کیا۔ اس طرح گویا معاذ اللہ آپؐ نے ایک فریضۂ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی کی۔ مودودی صاحب بھی باطناً شیعہ ہیں۔ لیکن ظاہری سنیت کی وجہ سے صاف صاف اس عقیدے کا اظہار نہیں کر سکتے اس لئے انہوں نے حضرت یونسؑ کی طرف اس جرم کو منسوب کر کے ذہن کو شیعوں کے مندرجہ بالا

عقیدے کے لئے تیار کرنے کی کوشش کی ہے۔ کیوں کہ اگر ایک نبی ادائیگی فرض میں کوتاہی کر سکتا ہے۔ تو دوسرے انبیاء کے متعلق بھی یہ احتمال پیدا ہو سکتا ہے۔

(اس کتاب کے شائع ہونے کے بعد جب مذکورہ عبارت پر لے دی ہوئی تو موصوف نے دوسرے ایڈیشن میں اُس پوری عبارت کو حذف کر دیا۔ لیکن نہ تو غلطی کا اعتراف کیا۔ اور نہ ہی ان لوگوں کو اس ترمیم سے آگاہ ہونے دیا کہ جن کے پاس پہلا ایڈیشن موجود ہے۔ اس قسم کی حرکت سے اس کے سوا اور کیا سوچا جا سکتا ہے کہ مودودی صاحب نے ان افراد کی گمراہی کو غنیمت جانا ہے)

متجددین فتنۂ سبائیت

اس وقت فتنۂ سبائیت کی تاریخ لکھنا مقصود نہیں ہے۔ دکھانا صرف یہ ہے کہ ہر زمانے میں اس نے ایسے اشخاص کو جنم دیا ہے جنہوں نے زمانہ اور ماحول کے اعتبار سے اسے پھیلانے کی پوری کوشش کی ہے اور زمانہ کے فکری ذوق کی مناسبت سے اسے نیا لباس پہنایا ہے۔ موجودہ دور میں بھی ایسے اشخاص موجود ہیں جنہیں فتنۂ سبائیت کا مجدد کہا جا سکتا ہے۔ مشہور ملحد ڈاکٹر طٰہٰ حسین اور فجر الاسلام کے مصنف ڈاکٹر احمد امین اور سید قطب کے نام اس سلسلہ میں قابلِ ذکر ہیں جنہوں نے جدید اسلوب اختیار کر کے عربی زبان میں سبائیت کی خوب خوب وکالت کی ہے۔ اردو میں لکھنے والوں میں بھی اس قسم کے مصنفین موجود ہیں۔ جن میں نمایاں اور مشہور شخصیت مولوی سیّد ابوالاعلیٰ صاحب مودودی امیر جماعت اسلامی پاکستان کی ہے۔

موصوف کی تازہ تالیف "خلافت وملوکیت" نے تو نقابِ تقیہ کو بالکل ہی پارہ پارہ کر کے موصوف کی سبائیت کو الم نشرح کر دیا ہے۔ کتاب میں جس خوب

صورتی اور سلیقہ کے ساتھ سبائیت کے تلخ زہر کو شیریں بنا کر تاواقفوں کے حلق سے اتارنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کی داد نہ دینا ناانصافی ہوگی اور اسے دیکھ کر اس کا قائل ہونا پڑتا ہے کہ موصوف بلاشبہ سبائیت کے مجدّد کے مرتبہ پر فائز ہیں۔

بعض حضرات اس پر چیں بجبیں ہیں کہ تم نے مولانا مودودی صاحب پر تجدید سبائیت کا الزام کیوں عائد کیا؟ ان سے گزارش ہے کہ عبداللہ ابن سبا کی پوری تحریک کی روح رتبۂ صحابیت کی ناقدری اور صحابۂ کرامؓ پر بے اعتمادی تھی وہ خود تو یہودی منافق تھا لیکن اس نے مسلمانوں میں ایسی جماعتیں پیدا کر دیں جو مسلمان ہوتے ہوئے بھی صحابہؓ کے حق میں بدگمانی اور بدزبانی سے کام لینے لگے۔ ان میں بہت سے فرقے ہوگئے بعض تو حد کفر تک پہنچ گئے۔ مثلاً شیعہ باطنیہ یا نصیریہ وغیرہ بعض اسلام میں تو داخل رہے مگر مبتدع اور گمراہ کہلائے۔ یہ اگرچہ مسلمان ہیں مگر اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں ___ صحابۂ کرامؓ کے حق میں اتنی بدگمانی و بدزبانی کے بعد بھی اگر کوئی شخص اہل سنت والجماعت میں داخل رہے تو یہ لفظ ہی بے معنی ہو جائے گا۔ میں انہیں مسلمان سمجھتا ہوں لیکن شیعہ اور گمراہ سمجھتا ہوں۔ انہوں نے ایک نئے عنوان سے (جو موجودہ زمانے میں مقبول ہے) ایک جماعتِ صحابہؓ کو مجروح کر کے ان پر بے اعتمادی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے جو ابن سبا کا خاص مشن تھا اس لئے میں نے انہیں مجدد سبائیت کہا ہے۔

جماعت اسلامی کے کارکنوں کے لئے لمحۂ فکر

مودودی صاحب نے اسلامی حکومت کے قیام کے کام پر آپ سب کو

جمع کیا ہے۔ لیکن وہ یہ کہتے ہیں کہ ۱۳ سو برس کے زمانہ میں وہ صرف بارہ تیرہ سال اپنی صحیح شکل میں قائم رہی۔ حضرت عثمانؓ ہی کے زمانہ سے اس میں تغیر پیدا ہونا شروع ہو گیا۔ حضرت علیؓ نے اصلاح کرنا چاہی مگر ناکام رہے۔ حضرت حسنؓ نے بھی صرف چھ ۶ ماہ کوشش کے بعد اس سے دست کشی اختیار کرلی۔ ان کے بعد ان کی اصطلاحی "ملوکیت" کا دور شروع ہو گیا۔ اور خلافت کا ایسا خاتمہ ہوا کہ آج تک وہ عنقا ہے۔ گویا اسلامی حکومت کے تیرہ سو سال میں زیادہ سے زیادہ تیس ۳۰ سال قائم رہی۔ اس میں بھی خاصا زمانہ ایسا گزرا جس میں اس کا کمال رخصت ہو چکا تھا اور اس کی ناقص شکل باقی رہ گئی تھی۔ اس نظریہ سے کیا یہ نہیں معلوم ہوتا کہ "اسلامی حکومت" نظری طور پر بہت اچھی چیز ہے۔ لیکن اس کا عملی وجود ممکن نہیں ہے؟ پھر جب وہ عملاً غیر ممکن ہے تو اس کے لئے جد وجہد کرنا اضاعت وقت وقوت نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ مہربانی فرما کر اس سوال پر غور کیجئے اور دیکھئے کہ اسلامی حکومت کا نعرہ لگانے کے بعد صحابۂ کرام کو مجروح کرنا "یکے بر سر شاخ و بن می برید" کا مصداق بن جاتا ہے یا نہیں؟ اس کے بعد یہ بھی سوچئے کہ مودودی صاحب آپ کو کدھر لے جا رہے ہیں؟ اسلامی حکومت کی جانب یا شیعیت کی جانب؟

احقر

۲۰/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۱ھ — محمد اسحاق صدیقی ندوی عفی اللہ عنہٗ

مودودی صاحب کی گمراہی کے

(۱۹) اُنیس وجوہ

مکتوب گرامی

امیر جماعت اسلامی کے نام

از شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی

مخدومی السلام علیکم:

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ جماعت اسلامی کے سالانہ اجتماع میں آنجناب کی شرکت کیلئے ایک دعوت نامہ کئی روز ہوئے ارسال خدمت کیا گیا تھا۔ اب تک یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آپ نے اسے قبول فرمایا یا نہیں۔ جمعیۃ العلماء کے سالانہ اجتماع کیوجہ سے آنجناب کی مصروفیتوں کا بخوبی اندازہ ہے لیکن ان دونوں اجتماعات کی تاریخوں میں اتنا تفاوت ہے کہ آپ تھوڑا سا وقت ہمیں بھی مرحمت فرمائیں گے۔ ہمارا اجتماع انشاء اللہ ۲۰ اپریل سے شروع ہوگا۔ آنجناب سے ملنے کا اشتیاق تو بہت عرصہ سے ہے چنانچہ اس سلسلہ میں میں نے خط وکتابت بھی کی تھی لیکن بدقسمتی سے آپ اپنی مصروفیتوں کیوجہ سے اس وقت کوئی وقت نہ دے سکے۔ اس کے بعد مولانا حفظ الرحمٰن کے ذریعہ وقت کے تعین کی خواہش

کی تھی لیکن اس موقع پر ملاقات کی کوئی سبیل پیدا نہ ہو سکی بہرحال میں متعدد مسائل پر تبادلہ خیال کی ضرورت شدت سے محسوس کر رہا ہوں اور بہت سے امور میں آنجناب سے کچھ مشورے بھی کرنے ہیں اگر اس اجتماع کے موقع پر آپ تشریف لے آسکیں تو یہ ہماری عزت افزائی کا بھی موجب ہوگا اور یہ پیش نظر مقصد بھی حاصل ہو سکے گا لیکن اگر خدانخواستہ یہ ممکن نہ ہو تو پھر اجتماع حیدرآباد سے واپسی کے بعد آپ مجھے کوئی موقع عنایت فرمادیں تو انشاء اللہ میں خود حاضر خدمت ہوں گا۔

اس وقت فوری مسئلہ جس پر میں گفتگو کی سخت ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔ وہ دارالافتاء دیوبند کا وہ فتویٰ ہے جو سہارنپور سے "مودودی فتنہ مٹادو" "مودودی تحریک مہلک اور زہر قاتل ہے" "مودودی کے ہم خیال گمراہ ہیں" "مودودیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھو" کی موٹی موٹی سرخیوں سے شائع ہوا ہے معلوم نہیں یہ فتویٰ آپ کی ——— نگاہ سے بھی گزرا ہے یا نہیں؟ یہ فتویٰ قدرتی طور پر ان تمام لوگوں کیلئے انتہائی حد تک تکلیف دہ اور دلآزار ہے جو تحریک اسلامی کو حق سمجھ کر اس میں شریک ہوئے ہیں یا اس کو حق سمجھتے ہیں ایسے فتویٰ کا دارالعلوم دیوبند سے شائع ہونا جہاں آپ جیسے محتاط حضرات ہیں ہمارے لئے انتہائی حیرت اور قلق کا موجب ہوا ہے بالخصوص ایسی حالت میں کہ ان امور کے بارے میں جن پر اس فتوے کی بنیاد قائم کی گئی ہے متعدد بار ہماری طرف سے توضیحات شائع کی جاچکی ہیں اور جن کے بارہ میں ذمہ داران دارالعلوم سے براہِ راست خط و کتابت بھی ہو چکی ہے جس کا سلسلہ ابھی جاری ہے امید ہے کہ جناب جواب سے جلد مشرف فرمائیں گے والسلام:

ابواللیث

امیر جماعت اسلامی

در مجلسِ خود راہ مدہ ہمچو منے را　　افسردہ دلے افسردہ کند انجمنے را

محترم المقام - زید مجدکم:　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

والانامہ باعث سرفرازی ہوا۔ اس سے پہلے دعوت نامہ پہنچا تھا اجلاس سالانہ جمعیۃ کے سر پر آجانے کی وجہ سے میری مصروفیتوں کا عذر جناب نے صحیح طور پر اندازہ کیا مگر اس کے علاوہ اور بھی ایسے ہی یا اس سے زائد قوی اعذار اس وقت درپیش ہیں مثلاً دارالعلوم کا سالانہ امتحان ہے جو کہ رجب کی آخری تاریخوں سے شروع ہو کر ۲۳، ۲۴، شعبان پر ختم ہوتا ہے نیز دارالعلوم کے تعلیمی سال کا اختتام ہے جس میں کتب مفوضہ بخاری شریف اور ترمذی شریف کا ختم کرانا ہے جس کو ۲۷، ۲۸، شعبان تک انجام دینا ہے یہ امور علاوہ ان امور کے ہیں جو کہ تمام سال میں انتہائی مصروفیتوں کے باعث ہوتے ہیں جن موٹی موٹی سرخیوں والے اشتہارات کو آنجناب ذکر فرماتے ہیں ان کا مجھ کو آپ کے والانامہ سے پہلے کوئی علم نہ تھا صرف سہارنپور سے ایک رسالہ مسمیٰ بہ "کشف حقیقت" یعنی "تحریک مودودیت اپنے اصلی رنگ میں" ایک صاحب نے بھیجا تھا اس کا البتہ علم ہوا تھا۔

محترما - میرا پہلے خیال تھا کہ آپ کی تحریک اسلامی مسلمانوں کی علمی اور عملی دینی اور دنیاوی کمزوریوں اور ان کے انتشارات کے دور کرنے اور مسلمانوں کو منظم کرنے تک ہی محدود ہے: اگرچہ طریقِ تنظیم میں اختلاف رہے تھا اس بارے میں نے اس کے خلاف آواز اٹھانا یا تحریر کرنا مناسب نہ سمجھا تھا۔ اگرچہ افرادِ جماعت اور قائدِ جماعت کی طرف سے بسا اوقات ناشائستہ الفاظ تحریر اور تقریر میں معلوم ہوئے مگر ان سب سے چشم پوشی کرنا ہی انسب معلوم ہوا مگر آج جب کہ میرے سامنے اطراف وجوانب ہند و پاکستان سے آنیوالے مودودی صاحب کی تصانیف کے اقتباسات کا ڈھیر

لگا ہوا ہے اور پانی سر سے گزر گیا ہے تو میں ان کے دیکھنے اور سمجھنے سے مندرجہ ذیل نتیجہ پر پہنچنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتا ہوں۔

آپ کی تحریک اسلامی خلاف سلف صالحین ، مثل معتزلہ ، خوارج ، روافض جہمیہ وغیرہ فرقِ قدیمہ اور مثل قادیانی ، چکڑالوی ، مشرقی ، نیچری ، مہدوی بہائی وغیرہ فرقِ جدیدہ ایک نیا اسلام بنانا چاہتی ہے اور اسی کیطرف لوگوں کو کھینچ رہی ہے۔ وہ ان اصول و عقائد و اعمال پر مشتمل ہے جو کہ اہلِ سنت والجماعت اور اسلاف کرام کے خلاف ہے۔

۱۔ وہ تفسیر بالرائے کی قائل ہے۔ ہر وہ پروفیسر جو کہ ملحدانِ یورپ اور ان کی نئی روشنی کا حامل اور تھوڑی بہت عربی زبان سے واقف ہے اس کے نزدیک یہ حق رکھتا ہے کہ اپنی رائے اور مذاق سے تفسیر کر کے مسلمانوں کے لئے مشعلِ راہ بنے اور یہی آپ کے یہاں ہو رہا ہے خواہ اس کی تفسیر کتنی بھی سلفِ صالحین اور اقوالِ صحابہ کرام کے خلاف ہو۔

حالانکہ سب سے پہلے یہی فتنہ اسلام میں پیدا ہوا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تحکیم پر ان الحکم الا للہ کی تفسیر بالرائے کر کے بارہ ہزار کی جماعت نے بغاوت کر دی اور علیحدہ ہو گئی۔ اس کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حق اریدبھا الباطل حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو سمجھانے کیلئے بھیجا اور فرمایا کہ قرآن ذو وجوہ ہے ، ان لوگوں کو سنت سے سمجھانا ، چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سمجھایا جس پر آٹھ ہزار آدمی تائب ہو گئے مگر چار ہزار اپنی ضد اور رائے پر قائم رہے اور تکفیر و قتل کا بازار گرم کرتے رہے۔ یہی فرقہ خوارج کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کے بعد اس تفسیر بالرائے کی وبا اس قدر پھیلی کہ نہ صرف مسئلہ تحکیم میں بلکہ دیگر مسائل میں بھی اپنی آراء کو

عمل میں لایا گیا۔ مرتکب کبائر وغیرہ دیگر مسائل میں بہت زیادہ افراط و تفریط جاری ہوئی اور نہ صرف خوارج ہی تک اس کی محدودیت رہی بلکہ فتنہ ہائے معتزلہ روافض جہمیہ کرامیہ، مجسمہ مرجیہ وغیرہ اسی تفسیر بالرائے کی وجہ سے ظہور پذیر ہوئے۔ اہل سنت والجماعت ہمیشہ اتباع سنت اور اسلاف صالحین صحابہ کرام اور افاضل تابعین کو پیشوا اور رہبر بناتے ہوئے اپنی آراء اور مذاق کو انہیں کے رنگ سے رنگ کر فائز المرام ہوتے رہے اور ما انا علیہ واصحابی کی سند حاصل کرتے رہے۔ یہی بعینہٖ واقعہ ان ازمنہ اخیر میں پیش آیا، نیچریہ: قرآنیہ (اتباع چکڑالویہ قادیانیہ، خاکسار بہائیہ وغیرہ نے بھی یہی تفسیر بالرائے اور اپنی عقل اور مذاق کو پیشوا بنایا اور نصوص کو اس طرف کھینچنا یا ترک کر دینا اختیار کیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی کی پیش بندی کرتے ہوئے فرما دیا تھا من فسر القران برایہ فقد کفر (او کما قال) کیا تعجب کی بات نہیں ہے کہ وہ صحابہ کرام اور ان کی تلامیذ جن کی زبان مادری عربی تھی اور جنہوں نے وحی خداوندی کا مشاہدہ کیا تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود باجود اور آپ کے اعمال اور سنن کو دیکھنے والے تھے۔ اور تابعین جو مشاہدین وحی کے شاگرد رشید تھے ان کی تفسیریں تو بالائے طاق رکھدی جائیں اور ان کو مردود اور غلط قرار دے دیا جائے، اور ان کے مقابلہ میں تیرہ سو برس بعد کے پیدا ہونے والے عجمی اشخاص جنکو زبان عربی اور اس کے ادب اور اصول دین وغیرہ میں کوئی مہارت تامہ بلکہ ناقصہ بھی نہ ہو بلکہ کیمبرج یا آکسفورڈ یا کسی یونیورسٹی یا کالج کی ڈگریوں اور معمولی عربیت کی بنا پر ان کی تفسیروں کو معتمد علیہ قرار دیدیا جائے۔ جن لوگوں کی عمریں زبان عربی اور علوم دینیہ کو پڑھتے پڑھاتے گزر گئی ہیں ان کی تفسیر کو غلط اور تاریک خیال قرار دیا جائے اور پروفیسران علوم ملاحدۂ یورپ کی ستم ظریفیوں کو مراد خداوندی اور مقصود الٰہی

قرار دیا جائے، کیا کوئی عقلمند یا کوئی قوم اس بات کو روا رکھتی ہے کہ کسی نوجی کالج کے سند یافتہ کو یا انجینیرنگ کالج کے فارغ التحصیل کو، اگرچہ ان کی ڈگریاں کتنی ہی اونچی کیوں نہ ہوں میڈیکل ڈیپارٹمنٹ میں کام کرنے اور بیماروں میں معالجہ کو عمل میں لانے کی اجازت دیجائے گی جب کہ وہ کسی میڈیکل کالج کی طبی سند بھی نہیں رکھتا ہے ہر شخص جانتا اور سمجھتا ہے کہ ایسا کرنا انسانوں کو برباد کر دینے کے مترادف ہے۔ اور بجائے نفع رسانی مضرات اور بجائے تعمیر تخریب کا باعث ہوگا۔ یہی حال ایسے مفسرین کی تفسیر بالرائے کا ہے کہ سلف صالحین کی تفسیر اور اصولِ دینیہ کے خلاف بجائے ہدایت ضلالت اور گمراہی کا پیش خیمہ ہوگی۔

(۲) وہ پیغمبرِ اسلام حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قیاسات اور اٹکلوں پر چلانے والا بتلاتے ہوئے تاریخی واقعات کے ذریعے احادیث صحیحہ اور حسنہ کو ردی کی ٹوکری کی نذر کرتی ہے حالانکہ آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ صحیحہ پیغمبروں کی جملہ تبلیغات کو وحی خداوندی قرار دیتی ہیں۔ دنیاوی مشوروں اور خبریاتِ یومیہ اور روزمرہ کی ضروریات زندگی پر اخبارہائے نبویہ اور احکامات سماویہ تبلیغیہ کو قیاس کرنا سراسر تلبیس اور مخالفت نصوصِ قطعیہ ہے ابتداع فی الدین کی کھلی ہوئی تجویز ہے

۳۔ وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو سقیم یا صحیح غیر حقیقی المراد روایات کی بناء پر غیر قابلِ وثوق اور ہدفِ ملامت بناتی ہے۔ حالانکہ انہی کے اعتماد اور ثقاہت پر پیچھے آنے والوں کے لئے اسلام کا مدار ہے۔ اگر معاذ اللہ یہ اولین اساتذہ اسلام غیر قابل اعتماد ہوگئے تو تمام عماراتِ دین بالکل ڈھہ جائے گی۔ قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ نے ان کی جگہ جگہ پر تعدیل کی ہے بیشمار احادیث اور کتب سابقہ ان کو معتمد علیہ قرار دیتے ہیں اور زوردار الفاظ میں ان کی مدح سرائی کرتے ہوئے تمام انسانوں سے افضل اور اعلیٰ قرار دیتے ہیں۔ اس دروازہ کے کھلنے سے تمام دینی اصول دفروع ملیامیٹ

ہو جاتے ہیں۔

۴۔ وہ صحابہ کرام کی متعدد روایتوں کو خواہ کتنی ہی صحیح کیوں نہ ہوں ان کی خوش اعتمادی پر مبنی بتاتی ہوئی واقعیت سے دور کر دیتی ہے حالانکہ اس دروازہ کے کھلنے سے تمام معجزات اور اعلیٰ ترین اخلاق و اعمال نبویہ کی عمارت بالکل کھوکھلی ہو جاتی ہے اور ملاحدہ کو اس سے بڑا کاری ہتھیار ہاتھ آجاتا ہے۔

۵۔ وہ احادیثِ صحیحہ کے راویوں اور ائمہ حدیث کو مجروح کرنے اور غیر ثقہ بتاتی ہوئی اقوالِ ضعیفہ یا غیر ظاہر المراد اقوال صحیحہ یا ان جیسے خود غرض اہل ہوا، دشمنوں کے اقوال کو پیش کرتی ہے، مشاہیر عالم ائمہ ثقات کو غیر قابلِ اعتبار قرار دیتی ہے حالانکہ اس سے تمام ذخائر احادیث بالکل فنا ہو جاتے ہیں اور لعن آخر ہذہ الامۃ اولہا کا سماں پیش آجاتا ہے۔

۶۔ وہ تقلید شخصی کو نہایت گمراہی اور ضلالت قرار دیتی ہے۔ حالانکہ یہ امر آیاتِ قرآنیہ فاسئلوا اھل الذکر ۔ واتبع سبیل من اناب الی : ومن یتبع غیر سبیل المومنین الآیۃ کی بنا پر فی زماننا (جب کہ اہل علم وجامعین شروط اجتہاد معدوم ہیں، جیسا کہ چوتھی صدی کے بعد سے آج تک احوال ورو قائع بتلا رہے ہیں) تمام مسلمانوں پر واجب ہے اور تارک تقلید نہایت خطرہ اور گمراہی میں مبتلا ہے۔ اس سے ایسی آزادی کا دروازہ کھلتا ہے جو کہ دین اور مذہب سے بھی بیگانہ بنا دیتا ہے اور فسق و فجور میں مبتلا کر دینا تو اس کا معمولی اثر ہے۔

۷۔ وہ ائمہ اربعہ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ کی تقلید کو گمراہی اور حرام بتلاتی ہے حالانکہ یہ ائمہ کرام اپنے اپنے زمانہ میں آفتاب ہدایت و تقویٰ اور علومِ دینیہ اور فقہ کے نہایت روشن چراغ اور انابت الی اللہ کے درخشاں ستارے ہیں۔ ان کی تقلید شخصی پر چوتھی صدی کے بعد تمام امت مسلمہ

کا اجماع ہے۔

۸۔ وہ ہر پروفیسر اور عامی کی رائے کو آزادی دیتی ہے کہ وہ اپنے مذاق اور اپنی رائے کو عمل میں لائیں اور مسلمانوں کو اس پر چلائیں خواہ اس سے سلف صالحین کے مذاق اور رائے کے کتنا بھی خلاف کیوں نہ ہو۔

حالانکہ منکرینِ تقلید بھی اس کے مخالف ہیں ان کو بھی تجربہ کے بعد اس کی مضرتوں کا قوی احساس ہوا ہے۔ مولانا محمد حسین صاحب مرحوم بٹالوی جو کہ غیر مقلدوں کے نہایت جوشیلے امام تھے اور عدمِ تقلید کے زور دار حامی اور ہندوستان میں اس کے پھیلانے والے تھے۔ اپنے رسالہ اشاعت السنّت جلد دوم ص ۵۱-۵۲-۵۳ میں لکھتے ہیں "پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور تقلید مطلق کے تارک بن جاتے ہیں، وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ ان میں سے بعض عیسائی ہو جاتے ہیں اور بعض لامذہب جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے اور احکام شریعت سے فسق و فجور تو آزادی کا ادنیٰ نتیجہ ہے۔ ان فاسقوں میں بعض تو کھلم کھلا جمعہ، جماعت، نماز، روزہ چھوڑ بیٹھتے ہیں سود و شراب سے پرہیز نہیں کرتے اور بعض جو کسی مصلحت دنیاوی سے فسق ظاہری سے بچتے ہیں وہ فسق مخفی میں سرگرم رہتے ہیں، ناجائز طور پر عورتوں کو نکاح میں پھنسا لیتے ہیں، ناجائز حیلوں سے لوگوں کے مال خدا کے مال و حقوق دبا رکھتے ہیں۔ کفر و ارتداد و فسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں۔ مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کے لیے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔" الخ مختصراً

جس بے علمی کو مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی مذکور نے ذکر فرمایا ہے وہ تو اس زمانہ میں عام طور پر اہل علم میں بھی موجود ہے۔ بالخصوص پروفیسروں اور انگریزی تعلیم یافتہ حضرات میں تو یہ حضرات علوم اسلامیہ اور فنون عربیہ اور ادب عربی سے

اسی طرح ناواقف ہیں جسطرح عوام مسلمین اور اگر کسی میں قدرے شُدبد موجود بھی ہے تو وہ بمنزلہ عدم کے ہے۔ عموماً یہ حضرات اردو فارسی یا انگریزی ترجموں سے کام لیتے ہوئے پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے جو لوگ کسی یونیورسٹی میں خواہ ہندوستانی ہوں یا یورپین عربی کے ایم اے اور فاضل بھی ہیں، وہ عربی درسگاہوں کے فاضل کے سامنے بمنزلہ طفلِ مکتب ہیں۔ نہ صحیح عبارت عربی قواعد کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں، نہ لکھ سکتے ہیں، نہ بے تکلف بول سکتے ہیں اور اگر بعض چیدہ اشخاص میں ایسی قابلیت بھی پائی جاتی ہے تو وہ ان دیگر علوم سے یقیناً بے بہرہ ہوتے ہیں جن پر اجتہاد فی الدین کے علاوہ ادبِ عربی کا مدار ہے، چنانچہ مشاہدہ اور تجربہ ہے۔ ایسی صورت میں ان پروفیسروں کو اجتہاد اور ترک تقلید کرنا اور اس کی اجازت دینا سراسر دین اور شریعت کی جڑ کھودنا اور ضلالت اور گمراہی کو پھیلانا ہے۔ ہم نے خود اس زمانے کے مجتہدین مطلق کو آزما کر دیکھا ہے۔

۹۔ وہ طریقِ تصوّف اور سلوک اور اس کے اعمال کو جاہلیت اور الحاد زندقہ قرار دیتی ہے، اس کو بُدھ ازم اور یوگ بتلاتی ہے۔ حالانکہ یہی طریق اور اعمال ہیں کہ فی زماننا اسلام اور اعمال کی تکمیل اور احسان کے مامور بہ کی تحصیل اور عبودیت کاملہ کا استحصال بغیر اس کے اسی طرح ناممکن ہے، جیسے کہ فی زماننا قرآن کا صحیح پڑھنا بغیر زیر، زبر، پیش، جزم و تشدید اور بغیر تجوید غیر ممکن ہے اور جیسے کہ قرآن و حدیث کا فی زماننا سمجھنا اور عربیت عرب کو حاصل کرنا بغیر صرف نحو، معانی و بیان بدیع و کتبِ لغت غیر ممکن ہے۔ قرونِ اولیٰ کو تلاوتِ صحیح اور فہم معانی میں ان چیزوں کی حاجت نہ تھی مگر آج ہم کو بغیر ان کے کوئی کامیابی حاصل ہی نہیں ہو سکتی، بلکہ خود ملک عرب اور عراق و شام و مصر کے باشندے بھی (جن کی مادری اور روزمرّہ کی بول چال عربی ہے) ان علوم کے آج ہماری طرح محتاج ہیں۔

کم و بیش کا فرق دوسری بات ہے، اختلاط بالعجم نے ان کو عجمی بنادیا ہے، زمانہ ہائے قدیمہ اور قرونِ اولیٰ میں احسان اور عبدیت کاملہ قربِ زمانۂ نبویہ کی بنا پر ان طریق داعمال کی محتاج نہ تھی، مگر آج بغیر ان کے ان مامور بہا کمالات کا حاصل کرنا عادتًا غیر ممکن ہوگیا ہے۔ ان کو بوگ قرار دینا سراسر ظلم اور ناانصافی ہے۔

۱۰- وہ سلف صالحین اور اولیاء اللہ سابقین کی شان میں نہایت زیادہ زبان درازی کرتی سخت گستاخانہ لفظ استعمال کرتی اور ان کو عوام الناس میں نہایت ذلیل وخوار کرتی ہے، حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے "من اذیٰ اولیائی اذنتہ بالحرب" اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا "اذکروا موتاکم بخیر"، اور تیسری جگہ ارشاد فرمایا "لعن آخر ہذہ الامۃ اولہا" جس سے تحذیر مقصود ہے۔

۱۱- وہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس اللہ سرہ العزیز، اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ العزیز، اور ان کے اتباع واحفاد اور دیگر ائمہ ھدیٰ حضرت خواجہ معین الدین چشتی، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ اسرارہم، ائمہ طریقت کو مسلمانوں میں افیون اور ضلال وگمراہی کے بخشش دینے والے اشخاص تبلاتی ہے۔ حالانکہ یہ وہ اکابر اور اسلاف کرام ہیں، جنہوں نے تمام دنیائے اسلام میں دین اور سنت کو زندہ کیا اور ان کے فیض اور برکات سے لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کو وصول الی اللہ اور حقیقی تقویٰ کی نعمت حاصل ہوئی ان کے مآثر اور برکات سے تواریخ کے صفحات بھرے ہوئے ہیں۔

۱۲- وہ مذکورہ بالا مشائخ طریقت رحمہم اللہ تعالیٰ کو یوگ اور بدھ ازم اور ضلالت کے پھیلانے والے بتاتی ہوئی ان کی تذلیل کرتی ہے، حالانکہ اعمالِ طریقت خواہ نقشبندیہ کے ہوں، یا چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ وغیرہ کے یوگ اور بدھ ازم سے کوسوں دور ہیں طریقت کی تعلیم سراسر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

اعمال واقوال سے بھری ہوئی ہے اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم بقدم چلنے کی سخت تاکید کی ہے، جس پر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب شاہد عادل ہیں۔ دیکھو تصانیف امام ربانی و تصانیف حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور عوارف المعارف فتوح الغیب وغیرہ۔

۱۳۔ وہ علماء ظاہر اور محافظین علوم شرعیہ کی شان میں گستاخی کے الفاظ استعمال کرتی ہوئی عوام کو ان سے متنفر کرتی ہے اور ان کی تذلیل وتوہین عمل میں لاتی ہے اور ان کو غیر قابل اعتماد ٹھہراتی ہے اور مسلمانوں کو نئے اسلام اور اس کے لیڈر کی تقلید اور تابعداری کیطرف لے جاتی ہے۔

حالانکہ اس پر آشوب اور پُر فتن زمانہ میں جب کہ فسق وفجور اور الحاد وکفر، ہوا پرستی اور خواہشات نفسانی کا چاروں طرف دور دورہ ہے۔ خدا اور رسولؐ سے لوگ دور ہوتے جا رہے ہیں اور شریعت کو پس پشت ڈالتے جاتے ہیں ضروری تھا کہ محافظین شرع اور مبلغین دین وہدایت کا وقار عوام میں کیا جاتا اور احیائے دین، اور اتباع شریعت کی صورتیں پیدا کی جاتیں، عوام کے اذہان میں اس کے برعکس توہین اور تذلیل کو جانا دین کے مٹانے کے مترادف ہے۔ یہی طریقہ تمام مبتدعہ نے ہمیشہ سے جاری کر رکھا ہے، یہی طریقہ نیچریوں، قادیانیوں، اور خاکساروں وغیرہ نے کیا، بلکہ مشرقی کا رسالہ "ماہواری مولوی کا ایمان" تو اس باب میں خوب کھل کھیلا اور ہر مبتدع اور ضال اور عیوب کو چھپانے اور اپنی ضلالت وگمراہی کے پھیلانے کے لئے یہی طریقہ عمل میں لاتا رہتا۔

۱۴۔ وہ احادیث صحیحہ کو صرف اپنی عقل اور اپنے مذاق سے مجروح قرار دیکر عام مسلمانوں کو ان سے منحرف کرتی ہے حالانکہ سلف صالحین، صحابہ کرام، تابعین عظام قرون مشہود لہا بالخیر نے ان کو قبول فرمایا ہے، اور جو شبہات اس پر وارد کیے جا سکتے

ہیں ان کے ذخیرہ کی صورتیں بتاتی ہیں۔ اپنی عقول اور اپنے مذاق کو ہم کتنا بھی اعلےٰ درجہ عطا کریں مگر وہ ناقص اور نارسا ہی ہیں۔ جن پر تجربہ اور واقعات شہادت دیتے ہیں احمق سے احمق شخص بھی اپنی عقل اور سمجھ کو سب سے اعلیٰ خیال کرتا ہے ؎

گر از بسیط زمین عقل منعدم گردد بخود گمان نہ برد ہیچ کس کہ نادانم

۱۵۔ وہ مثلِ خوارج ان الحکم الا للّٰہ ، اور من لم یحکم بما انزل اللّٰہ کا لیبل لگا کر مسلمانوں کو کافر قرار دیتی ہے ، حالانکہ یہ اس کی غلط تاویلات اور بے ربط توجیہات کا ثمرہ اور "کلمۃ حق ارید بہا الباطل" کا نتیجہ ہے ، نیز سلف صالحین کی آراء اور اعمال سے بغاوت اور انحراف ہے۔

۱۶۔ وہ چکڑالوی کی طرح ذخیرۂ احادیث دین متین کو (معاذ اللّٰہ) ناقابلِ اعتبار قرار دیتی ہے اگرچہ وہ اخبار احاد ہی کیوں نہ ہوں ، حالانکہ ابتدائے اسلام سے لیکر آج تک ان کو اصول دین قرار دیا گیا ہے ، اور بہ نسبت روایات تاریخیہ ان کو زیادہ قابل اعتماد سمجھا گیا ہے۔

۱۷۔ وہ مثلِ فرقہ قادیانیہ اپنے قائد اعظم اور امیر کو ایسا مختار بتاتی ہے کہ اپنے مذاق سے جس حدیث کو قابل اعتماد قرار دے اور جس کو چاہے ردی کی ٹوکری میں پھینک دے ، حالانکہ ایسی مطلق العنانی رائے اور حکم میں نہ کسی میں پہلے ازمنہ مشہود لہا بالخیر میں مانی گئی اور نہ اس زمانہ فتنہ و فساد میں مانی جا سکتی ہے جب کہ رائے صائب ، انابت کاملہ اور علم کامل عنقا ہو رہے ہیں بلکہ حسب ارشاد حضرت عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ عنہ "من کان منکم مستنا فلیستن بمن قد مات فان الحی لا یومن علیہ الفتنۃ" ایسا امر موجودہ دور کے اشخاص میں انتہائی ضلالت کا پیش خیمہ ہے۔

۱۸۔ وہ ذخائر فقہ کو غلط اور ذخیرہ ضلالت بتاتی ہوئی ترمیم اور اصلاح اور حذف کا حکم دیتی ہے اور مسلمانوں کے آج تک تیرہ سو برس کے عمل درآمد کو جاہلیت اور

گمراہی بتلاتی ہے اور سب گذشتہ مسلمانوں کو غیر ناجی کہتی ہے، حالانکہ یہ ایسا فتنہ ہے جس پر جس قدر بھی افسوس اور رنج کیا جائے کم ہے۔

۱۹۔ وہ مثل معتزلہ و روافض وغیرہ اپنے سائن بورڈ وغیرہ پر "حقیقی توحید کا دفتر جماعت مؤحدینِ حقیقی کا مبلغِ اسلام" یا اس کے مترادف الفاظ میں لکھتی ہے جس طرح معتزلہ اپنے آپ کو اصحاب العدل اور اصحاب التوحید کہتے اور لکھتے تھے شیعہ اپنے آپ کو محبینِ اہلِ بیت لکھتے ہیں جس کے معنی یہ سمجھے گئے کہ ہم سے علیحدہ ہونے والے اصحاب اور فرقے اصحابِ عدل نہیں اور نہ اصحاب توحید ہیں اور نہ اصحاب اہلِ بیت سے محبت رکھنے والے ہیں۔

اس قسم کے سائن بورڈوں سے عوام مسلمین میں زمانہ ہائے گذشتہ میں جو زہریلا اثر پھیلا وہ ان تاریخی واقعات سے صاف ظاہر ہے جو کہ ازمنہ سابقہ میں معتزلہ خوارج روافض وغیرہ اور اہل سنت کے آپس میں پیش آئے اور ازمنہ اخیر میں بھی اسی قسم کی حرکتوں سے غیر مقلدوں، قرآنیوں، نیچریوں، قادیانیوں، خاکساروں وغیرہ میں ظہور پذیر ہوئے۔ ہر ایک اپنے اس قسم کے سائن بورڈوں سے دوسرے فرقوں پر اس قسم کا حملہ کرتا ہے کہ وہ اس کمال سے محروم اور خالی ہیں۔ غیر مقلد اور اپنے آپ کو اہلِ حدیث والتوحید کے خوشنما سائن بورڈ سے مزین کرکے آوازہ بلند کرتا ہے کہ احناف حدیثِ نبویؐ سے محروم اور توحید سے خالی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ آپ کے سائن بورڈ سے بھی یہی چرکا لگتا ہے کہ جو لوگ اسلامی جماعت کے ممبر نہیں وہ حقیقی موحد نہیں ہیں۔ وہ اسلامیت کاملہ نہیں رکھتے۔ اس سے عوام کو جس قدر انتشار اور افتراق میں مبتلا کیا جاتا ہے وہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے جس کا ادنیٰ اثر یہ ہوگا کہ اسلامی جماعت میں داخل نہ ہونے والے مشرک اور کافر غیر ناجی ہیں۔ ہر ایک من مانی باتوں پر ہٹ کریگا، اور گالی گلوچ مناظرہ، مجادلہ، مارپیٹ وغیرہ کا بازار گرم ہوگا اور عوام کو سنبھالنا قبضہ سے باہر

ہو کر امتِ مسلمہ کو انتہائی مشکلات میں مبتلا کر دے گا۔

محترما! دورِ حاضر کے ہم مسلمانان انڈین یونین کی مشکلات جو کہ اکثریت کی طرف سے مسلمانوں کو گھیرے ہوئے ہے۔ مہاسبھائیوں کی فرقہ وارانہ ذہنیت۔ آر ایس ایس کی اسلام دشمنی، آریوں کی جارحانہ مذہبی پالیسی اور مرتد بنانے کی جارحانہ کوششیں مسلمانوں کی ہر قسم کی مادی اور روحانی کمزوری اور ان کی منتشرہ حالت ان میں احساس کمتری کا روز افزوں مرض ملحدان مغرب کی طرف سے الحاد زندقہ کی مسموم آندھیاں مادہ پرستی کی زور دار اسکولوں، کالجوں کی تعلیم، نفوس انسانیہ کا دنیاوی اور مادی ترقی کا رجحان وغیرہ وغیرہ امور تو متقاضی تھے کہ مسلمانوں کے شیرازہ کو زیادہ سے زیادہ مضبوط بنایا جاتا، اور حکیمانہ عاقلانہ تنظیمِ عمل میں لا کر ان کے خوف و ہراس، بدحواسی اور بزدلی، بے دینی اور بدعملی کو دور کیا جاتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی تحریک اس کے برخلاف دینی اور دنیاوی بربادی کی وبائی ہوا فضا میں پیدا کر رہی ہے اور آئندہ تمام ملک کو اس سے مسموم کر دینے کا سامان مہیا کیا جا رہا ہے اس لیے میں مناسب جانتا ہوں کہ مسلمانوں کو اس تحریک سے علیحدہ رہنے اور مودودی صاحب کے لٹریچروں کو نہ دیکھنے کا مشورہ دوں۔

آپ حضرات کا یہ ارشاد کہ ہم کو مودودی صاحب کے اعتقادات اور شخصی خیالات سے سروکار نہیں ہے ہم اس کا بار بار اعلان کر چکے ہیں۔ ایسا ہی ہے جیسے کہ مشرقی صاحب نے لوگوں کے اعتراضات کو تحریک خاکساران میں رکاوٹ دیکھ کر اعلان کیا کہ ہم تو مسلمانوں میں جنگی اور حربی تعلیم اور اسپرٹ پیدا کرنا اور اس کو پھیلانا چاہتے ہیں۔ ہمارے عقائد اور ہماری تصانیف سے مسلمانوں کو کوئی سروکار نہیں ہے۔ پھر کیا ایسا ہوا اور جماعت خاکساران کیا اپنے لیڈر کے عقائد و اخلاق اور اس کی تصانیف کی گندگیوں سے محفوظ رہی، خود مودودی صاحب کی زبان ہی سے سن لیجیے۔ دیکھئے الفرقان نمبر ۲، ۳، ص ۱۰۹ بابت ماہ صفر ربیع الاول بعنوان

خاکسار تحریک اور علامہ مشرقی ۔

محترما ! جب کوئی تحریک کسی شخص کی طرف منسوب ہوگی تو وہ قبلہ توجہ ہوگا۔ اور اس شخص کے عقائد اور اخلاق کا اثر ممبروں پر قطعی طور پر ضرور پڑے گا خصوصاً جب کہ مودودی صاحب کے لٹریچر برابر روز دار طریقہ پر شائع کیے جا رہے ہیں اور ممبروں اور غیر ممبروں کو ان کے مطالعہ کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ ایسے وقت میں وہ زہریلے مواد جو نہایت چالاکی سے زوردار تحریروں میں رکھے گئے ہیں اپنے اثر سے خالی نہیں رہ سکتے۔ میرے محترم! امور مذکور بالا کے ہوتے ہوئے میں نہیں سمجھ سکتا کہ جناب سے شرفِ ملاقات سے کیا نتیجہ حاصل ہو سکتا ہے۔ میں ایک پرانا مسلمان اور مقلد حنفی خادم مشائخ طریقت ہوں۔ آپ حضرات نئے اسلام کے روشن چراغ ہیں میں مسلمانوں کو سلف صالحین کے راستہ پر چلانا چاہتا ہوں اور اس میں ان کی نجات سمجھتا ہوں۔ آپ حضرات مودودی صاحب کے نئے اسلام پر مسلمانوں کو چلانا چاہتے ہیں۔ ان کی تجدید اور احیاء کو جو کہ حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت سید احمد شہید وغیرہ رحمہم اللہ کو بھی نصیب نہیں ہو سکی۔ ذریعہ نجات مسلمانوں کے لئے قرار دیتے ہیں۔ آپ سلف صالحین کی تیرہ سو سالہ جاہلیت سے جو کہ مسلمانوں میں اس وقت سے لے کر آج تک جاری رہی، اور ہر مقتدی اور امام اسلام بجز شرذمہ قلیلہ اس میں مبتلا رہا اس سے نجات دلانا چاہتے ہیں۔ پھر اس اصول بون بعید پر کیا امید ہے کہ آپ مجھ پر اثر ڈالیں گے اور میں آپ پر کوئی اثر ڈال سکوں۔ آپ اس تحریک کو عرصۂ دراز سے چلا رہے ہیں۔ کئی برس ہوئے کبھی آپ نے دیوبند تشریف ارزانی کی تکلیف گوارا نہ فرمائی۔ نہ آپ نے جمعیۃ علماء کے دفتر میں آ کر اس کے کارکنوں سے تبادلہ خیال کر کے مسلمانوں کی بہتری کی راہ پر غور و فکر فرمایا۔ میں نہیں سمجھتا کہ آج کس وجہ سے آپ کو اس طرف توجہ ہوئی ہے۔ بہرحال میں آپ کی توجہ کا شکر گذار

ہوں مگر اس بون بعید کے ہوتے ہوئے مجھ کو کوئی امید فائدہ معلوم نہیں ہوتی خصوصاً جب کہ آپ کا رامپور کا جلسۂ عام بڑے درجہ پر آپ کو پہنچا چکا ہے تو بجز اس کے کہ، "لکم دینکم ولی دین" کہہ کر آپ کو تکلیف فرمانے کی زحمت سے سبکدوش کروں اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

میں حیدرآباد کے اجلاس اور دیگر مصروفیتوں کی بنا پر اس عریضہ کو پورا نہ کر سکا تھا آپ کا دوسرا والا نامہ جوابی رجسٹری والا باعثِ سرفرازی ہوا، اس کا بھی شکر گزار ہوں جیسے کہ پہلے والا نامہ کا شکر گزار ہوں۔

میرے محترم! مذکورہ بالا مضامین جو کہ بہت زیادہ اقتباسات سے لئے گئے ہیں بجائے خود مایوس کن ہیں۔ دارالافتاء کے مضامین کا جناب کو شکوہ ہے اور اس کو روکنے کا تا احتجاج حکم دیتے ہیں۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ دارالافتاء دارالعلوم دیوبند میں ایک مستقل ادارہ ہے۔ اس کے سرپرست جناب مولانا المفتی سید مہدی حسن صاحب ایک معمر تجربہ کار فاضل و محقق ہیں۔ روزانہ ان کے پاس تیس چالیس بلکہ اس سے زائد استفتے آتے رہتے ہیں جن کے جوابات ان کو چکانے ضروری ہوتے ہیں۔ تحریک اسلامی مذکورہ کے متعلق بھی جب وہ مجبور ہوئے اور استفتوں کی بھرمار ہوگئی تو قلم اٹھانا اور مودودی صاحب کی تصانیف کو مطالعہ کرنا پڑا۔ ان کے پاس ان تصانیف کا معتدبہ ذخیرہ بھی ہے۔ ان کا روکنا میرے اختیار سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے۔ اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ (آمین)

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

دیوبند

"تتمہ"

اُمّتِ مسلمہ کیلئے صحابہ کرامؓ کے بارے میں

چند اہم ہدایات

اقتباس از کتاب مقامِ صحابہؓ

مولفہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دامت برکاتہم

ترتیب و عنوانات از مولف عفی عنہ

صحابہ کرامؓ کی چند خصوصیات

صحابہ کرامؓ جس مقدس گروہ کا نام ہے وہ امت کے عام افراد ورجال کی طرح نہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُمت کے درمیان ایک مقدس واسطہ ہونے کی وجہ سے ایک خاص مقام اور عام امت سے امتیاز رکھتے ہیں۔ یہ مقام وامتیاز ان کو قرآن وسنت کی نصوص و تصریحات کا عطا کیا ہوا ہے۔ اور اسی لئے اس پر امت کا اجماع ہے: اسکو تاریخ کی صحیح وسقیم روایات کے انبار میں گم نہیں کیا جاسکتا۔ اگر کوئی روایت ذخیرۂ حدیث میں بھی ان کے اس مقام اور شان کو مجروح کرتی ہو تو وہ بھی قرآن وسنت کی نصوص صریحہ اور اجماعِ اُمت کے مقابلے میں متروک ہوگی۔ تاریخی روایات کا تو کہنا ہی کیا ہے۔

علامہ ابن کثیر صحابۂ کرامؓ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

عذاب الیم ہے ان لوگوں کے لئے جو ان حضرات سے یا اُن میں سے بعض سے بغض رکھے یا اُن کو بُرا کہے ایسے لوگوں کو ایمان بالقرآن سے کیا واسطہ جو اُن لوگوں کو بُرا کہتے ہیں جن سے اللہ نے راضی ہونے کا اعلان کر دیا "حضرات صحابۂ کرامؓ پر اعتراض والزام دراصل رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت ہے" ترمذی نے حضرت عبداللہ بن مغفل سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، میرے صحابہ کے معاملے میں میرے بعد ان کو (طعن و تشنیع) نشانہ نہ بنا، کیوں کہ جس شخص نے ان سے محبت کی تو میری محبت کے ساتھ ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کے ساتھ ان سے بغض رکھا۔ اور جس نے ان کو ایذا پہنچائی اس نے مجھ کو ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچائی اور جو اللہ کو ایذا پہنچانا چاہے تو قریب ہے کہ اللہ اس کو عذاب میں پکڑے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ جس نے صحابہ کرامؓ سے محبت رکھی وہ میری محبت کے ساتھ محبت رکھی اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ صحابہؓ سے محبت رکھنا میری محبت کی علامت ہے۔ ان سے وہی شخص محبت رکھیگا جس کو میری محبت حاصل ہو۔ دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ جو شخص میرے کسی صحابی سے محبت رکھتا ہے تو میں اس سے محبت رکھتا ہوں اس طرح اس کی محبت صحابی کے ساتھ علامت اس کی سمجھو کہ مجھے اُس شخص سے محبت ہے۔ یہی دو معنے اگلے جملے بغض صحابہؓ کے ہو سکتے ہیں کہ جو

شخص کسی صحابی سے بغض رکھتا ہے وہ دراصل مجھ سے بغض ہوتا ہے یا یہ کہ جو شخص ان سے بغض رکھتے تو میں اس شخص سے بغض رکھتا ہوں۔

دونوں معنے میں سے جو بھی ہوں، یہ حدیث ان حضرات کی تنبیہ کے لئے کافی ہے جو صحابہ کرامؓ کو آزادانہ تنقید کا نشانہ بناتے اور ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں جن کو دیکھنے والا ان سے بدگمان ہو جائے یا کم از کم ان کا اعتماد اس کے دل میں نہ رہے غور کیا جائے تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت کے حکم میں ہے۔

قرآن و سنت میں مقام صحابہؓ کا خلاصہ

آیاتِ قرآنی اور روایات حدیث میں یہی نہیں کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا اور ان کو رضوانِ الٰہی اور جنت کی بشارت دی گئی ہے بلکہ امت کو ان کے ادب و احترام اور ان کی اقتدار کا حکم بھی دیا گیا ہے ان میں سے کسی کو برا کہنے پر سخت وعید بھی فرمائی ہے۔ ان کی محبت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ان سے بغض کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض قرار دیا ہے۔

صحابہ کرامؓ کے بارے میں اجماع امت کا فیصلہ

مشاجراتِ صحابہؓ کے معاملہ میں صحابہؓ و تابعین اور آئمہ مجتہدین کا عقیدہ اور فیصلہ ہے کہ خواہ اس وجہ سے کہ ہم ان پورے حالات سے واقف نہیں جن میں یہ حضرات صحابہؓ گزرے ہیں یا اس وجہ سے کہ قرآن و سنت میں ان کی مدح و ثنا اور رضوانِ خداوندی کی بشارت اس کو مقتضی ہے کہ ہم ان سب کو اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے سمجھیں، اور ان سے کوئی لغزش بھی ہوئی ہے تو اس کو معاف قرار دیکر کوئی ایسا حرف زبان سے نہ نکالیں جس سے ان میں سے کسی کی

تنقیص یا کسرشان ہوتی ہو، یا جو ان کے لئے سبب ایذار ہو سکتی ہو۔ کیوں کہ ان کی ایذار رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذار ہے، بڑا بدنصیب ہے وہ شخص جو اس معاملہ میں محقق مفکر بہادری کا مظاہرہ کرے اور ان میں سے کسی کے ذمے الزام ڈالے۔

(مرتب) کاش حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم صحابہ کرام رضؓ کے بارے اس بدنصیب محقق مفکر بہادر کی نشاندہی فرما دیتے تاہم گمان غالب ہے کہ اُمت اس بدنصیب کو سمجھ جائے گی کیوں کہ اس کتاب کا موضوع خود دلالت خود دلالت النص سے اس ابہام کو رفع کر رہا ہے۔

مستشرقین اور ملحدین کے اعتراضات

کا جواب دیتے دیتے خود معترض ہو گئے

اس زمانے میں جن اہل قلم نے مصر اور ہندو پاکستان میں مشاجرات صحابہ رضؓ کے مسئلہ کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا، اور اس پر کتابیں لکھی ہیں ان کے پیش نظر دراصل آج کل کے مستشرقین اور ملحدین کا دفاع اور جواب دہی ہے جس کو انہوں نے اسلام کی خدمت سمجھ کر اختیار کیا ہے۔ لیکن اس کام کا جو طریقہ اختیار کیا وہ اصولاً غلط تھا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ خود ان کے دام میں آگئے اور صحابہ کرام رضؓ کے تقدس اور پاکبازی کو مجروح اور اس مقدس گروہ کو بدنام کرنے کا جو کام مستشرقین اور ملحدین نہیں کر سکے تھے کہ حقیقت شناس مسلمان بہرحال ان کو دشمن اسلام جان کر ان پر اعتماد نہ کرتے تھے، وہ کام ان مصنفین کی کتابوں نے پورا کر دیا۔

اسلام میں الزام و اعتراض کے عادلانہ اصول

کسی بھی شخصیت کو مجروح کرنے اور اس پر کوئی الزام ثابت کرنے کے لئے اسلام نے جرح و تعدیل کے خاص اصول مقرر فرمائے ہیں جو عقلی بھی ہیں اور شرعی بھی. جب تک الزامات کو جرح و تعدیل کے اس کانٹے میں نہ تولا جائے اس وقت تک کسی بھی شخصیت پر کوئی الزام عائد کرنا اسلام میں جرم اور ظلم ہے. یہاں تک کہ جو شخصیتیں ظلم و جور میں معروف ہیں ان پر بھی کوئی خاص الزام بغیر ثبوت و تحقیق کے لگا دینے کو اسلام میں حرام قرار دیا گیا ہے. بعض اکابر امت کے سامنے کسی نے حجاج بن یوسف ثقفی پر جس کا ظلم و جور دنیا میں معروف و متواتر ہے کوئی تہمت لگائی تو اس بزرگ نے فرمایا کہ تمہارے پاس اس کا ثبوت شرعی موجود ہے کہ حجاج بن یوسف نے یہ کام کیا ہے. ثبوت کوئی تھا نہیں. نقل کرنے والے نے حجاج کو بدنام اور معروف بالفسق ہونے کی وجہ سے اس کی ضرورت بھی نہیں سمجھی کہ اسکا ثبوت مہیا کرے۔

اس مقدس بزرگ نے فرمایا کہ خوب سمجھ لو کہ حجاج اگر ظالم ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے ہزاروں کشتگان ظلم کا انتقام لے گا تو اس کے ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ حجاج پر اگر کوئی غلط تہمت لگائے گا تو اس کا بھی انتقام اس سے لیا جائے گا. رب العالمین کا قانون عدل اس کی اجازت نہیں دیتا کہ کوئی شخص گنہگار فاسق بلکہ کافر بھی ہے تو اس پر جو چاہو الزام اور تہمت لگا دو اور جب اسلام کا یہ معاملہ عام افراد انسان یہاں تک کہ کفار و فجار کے ساتھ بھی ہے تو اندازہ لگایئے کہ جس گروہ یا جس فرد نے اللہ اور رسول پر ایمان لانے کے بعد اپنا سب کچھ ان کی رضی کے لئے قربان کیا ہو اور اپنے ایک ایک

قدم اور ایک ایک سانس میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کے احکام کی تعمیل کو وظیفۂ زندگی بنایا ہو جن کے مقام اخلاق اور عدل و انصاف کی شہادتیں دشمنوں نے بھی دی ہوں ان کے متعلق اسلام کا عادلانہ قانون اس کو کیسے گوارا کر سکتا ہے کہ ان کی مقدس ہستیوں کو بدنام کرنے اور ان پر الزامات لگانے کی لوگوں کو کھلی چھٹی دیدے کہ کیسی ہی غلط سلط روایت و حکایت سے بلا تنقید و تحقیق ان کو مجروح قرار دے دیا جائے۔

"بعض مسلم اہل قلم پر افسوس"

مستشرقین اور ملحدین تو دشمن اسلام ہیں یہ اگر جان بوجھ کر بھی اسلام کے اس عادلانہ اور حکیمانہ اصول عدل و انصاف کو نظر انداز کریں تو ان سے کچھ مستبعد نہیں۔ مگر افسوس ان حضرات پر ہے جو ان کی مدافعت کے لئے اس خونیں میدان میں آئے تھے۔ انہوں نے بھی اس اسلامی اصول کو نظر انداز کر کے حضرات صحابہؓ کے بارے میں وہی طریقہ کار اختیار کر لیا جس کو مستشرقین نے اپنی سوچی سمجھی تدبیر سے اسلام اور اسلافِ اسلام کے خلاف اختیار کیا تھا کہ صرف تاریخ کی بے سند اور خلط ملط روایات کو موضوع تحقیق اور مدار کار بنا کر انہیں روایات اور حکایات کی بنیاد پر حضرات صحابہؓ کی شخصیتوں پہ الزامات عائد کر دیئے۔

مستشرقین کا تو مقصد ہی یہ تھا کہ مسلمانوں کی صفوں میں انتشار و اختلاف پیدا کریں۔ صحابہ کرامؓ کے سب گروہ نہیں تو بعض ہی کو مجروح غیر معتمد بنا دیں۔ انہوں نے اگر قرآن و سنت کی نصوص و روایات سے آنکھیں بند کر کے صرف تاریخی روایات کی بنا پر حضرات صحابہؓ کے بارے میں کچھ فیصلے کئے تو کوئی بعید نہیں تھا۔ افسوس ان مسلم اہل قلم پر ہے جنھوں نے

اس میدان میں قدم رکھنے کے ساتھ اسلام کے عادلانہ اصول تنقید اور حکیمانہ جرح وتعدیل کے اصول کو نظر انداز کر کے انھیں تاریخی روایات کو مدار کار بنالیا قرآن وحدیث کی نصوص صریحہ قطعیہ نے جن بزرگوں کی تعدیل نہایت وزن دار الفاظ میں فرمائی اور دین کے معاملہ میں ان کے معتمد ومعتبر ہونے کی گواہی دی جن کے بارے میں قرآن وسنت ہی کی نصوص نے یہ بھی ثابت کردیا کہ ان سے کوئی گناہ یا لغزش ہوئی بھی ہے تو وہ اس پر قائم نہیں ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مغفور ومرحوم اور مقبول ہیں اس کے بعد تاریخی روایات سے ان کو جرح والزام کا نشانہ بنانا اسلام کے تو خلاف ہے ہی عقل وانصاف کے بھی خلاف ہے۔

صحیح اور عادلانہ طرزِ عمل

امت مسلمہ کیلئے بے خطر راہِ عمل،

امت کے اسلاف واخلاف صحابہؓ وتابعین اور بعد کے علماء امت کا جو اجماع اوپر نقل کیا گیا ہے کہ مشاجرات صحابہ اور باہم ایک دوسرے کے خلاف پیش آنے والے واقعات میں سکوت اور کف لسان ہی شیوۂ اسلاف ہے۔ اس معاملہ میں جو روایات وحکایات منقول چلی آتی ہیں ان کا تذکرہ بھی مناسب نہیں۔ یہ کوئی اندھی عقیدتمندی یا تحقیق سے راہِ فرار نہیں بلکہ صحیح تحقیق کا عادلانہ اور محتاط فیصلہ ہے۔

بعض مسلم اہل قلم کی مشاجرات صحابہؓ کے بارے میں عظیم لغزش

جتنے حضراتِ صحابہؓ باہمی قتال میں وجوہ شرعیہ کی بنا پر پیش پیش تھے اور ہر ایک اپنے آپ کو حق پر سمجھ کر مقابل سے لڑنے پر مجبور تھا۔ انہوں نے عین قتال

کے وقت بھی حدود شرعیہ سے تجاوز نہیں کیا اور فتنہ فرو ہونے کے بعد ایک دوسرے کے متعلق ان کی روش بدل گئی اور جو کچھ نقصان دوسرے فریق کے لوگوں کو ان کے ہاتھ سے پہونچا باوجودیکہ وہ شرعی وجوہ کی بنا پر تھا، پھر بھی اس پر ندامت و افسوس کا اظہار کیا۔

اللہ تعالیٰ کو ان واقعات کے پیش آنے سے پہلے ہی اس مقدس گروہ کے قلوب اور ان کے اخلاص للہ کا اور اپنی کوتاہیوں پہ نادم و تائب ہونے کا حال معلوم تھا اس لئے پہلے ہی یہ سب کچھ معلوم ہوتے ہوئے ان سب سے راضی ہونے کا اور ان کے ابدی جنت کا اعلان قرآن میں نازل فرما دیا تھا۔ جو درحقیقت اس کا اعلان ہے، کہ اگر ان میں سے کسی سے کوئی واقعی گناہ سرزد بھی ہوا ہے تو وہ اس پر قائم نہیں رہے۔ تائب ہو گئے اور ان کے نامۂ اعمال سے اس کو محو کر دیا گیا کس قدر حیرت ہے کہ اسلام کی خدمت کا نام لینے والے بعض حضرات ان سب چیزوں سے آنکھیں بند کر کے مستشرقین و ملحدین کے طریقہ پر چل پڑے۔ ان حضرات کی شخصیات اور ذات پر تاریخ کی غلط سلط اور خلط ملط روایات سے الزامات تراشنے لگے۔ جن کو خدا تعالیٰ نے معاف کر دیا۔ انہوں نے ان کو معاف نہیں کیا جن سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے راضی ہونے کا اعلان کر دیا۔ یہ ان سے راضی نہیں ہوئے۔

قرآن پاک احادیث مبارکہ کے مقابلہ میں تاریخ کا مقام

علماء اسلام نے فن تاریخ کی جو خدمتیں کی ہیں وہ اس کی اسلامی اہمیت کی شاہد ہیں (اور مسلمان ہی درحقیقت اس فن کو باقاعدہ فن بنانے والے ہیں) مگر ہر فن کا ایک مقام اور درجہ ہوتا ہے۔ فن تاریخ کا یہ درجہ نہیں کہ صحابہ کرام رض ذوات و شخصیات کو قرآن و سنت کی نصوص سے صرف نظر کر کے صرف تاریخی

روایات کے آئینہ میں دیکھا جائے اور اس پر عقیدہ کی بنیاد رکھی جائے جس طرح فن طب کی کتابوں سے اشیاء کے حلال حرام یا پاک ناپاک ہونے کے مسائل واحکام ثابت کئے نہیں جاسکتے اگرچہ طب کی یہ کتابیں اکابر علماء ہی کی تصنیف ہوں۔

تاریخی حیثیت کا کمزور پہلو

فتنوں اور ہنگاموں کے حالات اور ان میں مشہور ہونے والی روایات کا جن لوگوں کو تجربہ ہے وہ جانتے ہیں کہ شہر میں کسی جگہ کوئی ہنگامہ پیش آجائے تو اسی زمانے اور اسی شہر کے رہنے والے بڑے بڑے ثقہ لوگوں کی روایتوں کا بھروسہ نہیں رہتا۔ کیونکہ جس شخص سے انہوں نے سُنا تھا اس کو ثقہ ومعتمد سمجھ کر اس کی روایت بیان کردی مگر ہوتا یہ ہے کہ اس معتمد نے بھی خود واقعہ دیکھا نہیں کسی دوسرے سے سنا اور یوں روایت در روایت ہو کر ایک بالکل بے سروپا افواہ ایک معتمد علیہ روایت کی صورت اختیار کرلیتی ہے۔

مشاجرات صحابہؓ کا معاملہ اس سے الگ کیسے ہو جاتا جبکہ اس میں سبائی تحریک کے نمائندوں اور روافض وخوارج کی سازشوں کا بڑا دخل تھا۔ اس لئے اسلامی تاریخ جن کو اکابر علماء محدثین اور دوسرے ثقہ ومعتبر حضرات نے جمع فرمایا اور اصول تاریخ کے مطابق ہر طرح کی روایات جو کسی واقعہ سے متعلق ان کو پہنچی۔ تاریخی دیانت کے اصول پر سب کو بے کم وکاست درج کردیا۔

تو اب سمجھ لیجئے کہ روایات کا مجموعہ کس درجہ قابل اعتبار ہوسکتا ہے

عام دنیا کے واقعات وحالات میں جو تاریخی روایات جمع کی جاتی ہیں ان میں اس طرح کے خطرات عموماً نہیں ہوتے اس لئے کتب تاریخ کا وہ حصہ جو مشاجرات صحابہؓ سے متعلق ہے خواہ اس کے لکھنے والے کتنے بڑے ثقہ اور معتمد علماء ہوں ان کے اعتبار کا وہ درجہ بھی ہرگز باقی نہیں رہتا جو عام تاریخی واقعات کا ہوتا ہے۔

"حضرت حسن بصری تابعیؒ کا ارشاد گرامی"

حضرت حسن بصریؒ نے ان معاملات میں جو کچھ فرمایا اگر غور کرو تو اس کے سوا کوئی دوسری بات کہنے اور سننے کے قابل نہیں ——

حضرت حسن بصریؒ سے قتالِ صحابہؓ کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا

اس قتال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرامؓ حاضر تھے اور ہم غائب۔ وہ لوگ حالات وواقعات اور اس وقت کی مقتضیات شرعیہ سے واقف تھے ہم ناواقف — اس لئے جس چیز پر ان کا اتفاق ہوا اس میں ہم نے انکی پیروی کی اور جس چیز پر اُن کا اختلاف ہوا اس میں ہم نے توقف اور سکوت اختیار کیا۔

حضرت محاسبی اس قول کو نقل کر کے حضرت حسن کے قول کو اختیار کرتے ہیں۔ اور آخر میں فرماتے ہیں کہ ہم پوری طرح جانتے ہیں کہ ان حضرات نے اجتہاد کیا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہی کے طالب تھے کیونکہ دین کے معاملہ میں یہ لوگ متہم نہیں تھے۔

مفتی اعظم پاکستان کی دردمندانہ گذارش

میں اس وقت اپنی عمر کے آخری ایام مختلف قسم کے امراض اور روز افزوں ضعف کی حالت میں گذار رہا ہوں۔ زندگی سے دور موت سے قریب ہوں۔ یہ وہ وقت ہے جس میں فاسق فاجر بھی توبہ کی طرف لوٹتا ہے جھوٹا آدمی سچ بولنے لگتا ہے۔ ضدی آدمی اپنی ضد چھوڑ دیتا ہے ؎

گریۂ شام سے تو کچھ نہ ہوا — ان تک اب نالۂ سحر جائے
دلِ مجروح کی صدا ہے یہ — کاش دل میں ترے اُتر جائے

اس وقت کسی تصنیف و تالیف کے شوق نے مجھ سے یہ صفحات نہیں لکھوائے بلکہ اُمت مسلمہ کا وہ سویا ہوا فتنہ جس نے اپنے وقت میں ہزاروں لاکھوں کو گمراہ کر دیا تھا۔

اس وقت ملحدین اور مستشرقین کی گہری چال سے اس کو پھر بیدار کر کے مسلمانوں کو تباہ کرنے والے بہت سے فتنوں میں سے ایک اور نئے فتنے کا اضافہ کیا جا رہا ہے۔ ملحدین اور مستشرقین کی شرارتوں اور اسلام دشمنی سے ہمارے عوام اور نو تعلیمیافتہ حضرات نہ سہی، مگر اہل علم و بصیرت رکھنے والے مسلمان تو کم از کم واقف ہیں۔ ان کی باتوں سے اتنے متاثر نہیں ہوتے مگر ہمارے ہی مسلمان اہل قلم حضرات کی ان کتابوں نے وہ کام پورا کر دیا جو مستشرقین نہ کر سکتے تھے کہ خود لکھے پڑھے اہل علم اور پختہ ایمان مسلمانوں کے ذہنوں کو صحابہ کرامؓ کے بارے میں متزلزل کر دیا اور حدود مذہب و دین سے آزاد علوم قرآن و سنت سے

بے خبر نو تعلیم یافتہ نوجوانوں میں تو ان حضرات پر اس طرح طعن و تشنیع اور جرح و تنقید ہونے لگی جیسے موجودہ زمانے کے اقتدار پرست لیڈروں پر ہوتی ہے۔ اور یہ گمراہی کا وہ درجہ ہے کہ اس کے بعد قرآن و سنت، توحید و رسالت اور اصول دین سبھی مجروح و ناقابلِ اعتبار ہو جاتے ہیں۔

اس لئے تمام مسلمانوں کی اور اپنے نوخیز تعلیمیافتہ طبقے کی اور خود ان حضرات مصنفین کی خیر خواہی اور نصیحت کے جذبے سے یہ صفحات سیاہ کئے ہیں۔ کیا عجب ہے کہ حق تعالیٰ ان میں اثر دے اور یہ حضرات میری گذارشات کو خالی الذہن ہو کر پڑھ لیں جواب دہی کی فکر نہ کریں اپنی آخرت کو سامنے رکھ کر اس پر غور کریں کہ نجات آخرت کا راستہ جمہور اُمت کی راہ سے الگ نہیں ہو سکتا۔

جس معاملہ میں ان حضرات نے سکوت اور کف لسان کو اختیار کیا وہ کسی بزدلی یا خوف مخالفت سے نہیں بلکہ عقل سلیم اور اصول دین کے مطابق سمجھ کر اختیار کیا۔ ان کے طریق سے الگ ہو کر محققانہ بہادری دکھانا کوئی اچھا کام نہیں ہو سکتا۔ اگر اپنی کوئی غلطی واضح ہو جائے تو آیندہ اس سے بچنے اور مسلمانوں کو بچانے کا اہتمام کریں اور جتنا ہو سکے سابقہ غلطی کا تدارک کریں۔ یہ بحثیں اور سوال و جواب کی طمطراقی بہت جلد ختم ہونے والی ہے اور اس کا ثواب یا عذاب باقی رہنے والا ہے۔

مَا عِندَكُمْ يَنفَدُ وَمَا عِندَ اللَّهِ بَاقٍ

بندہ ضعیف و ناکارہ

(حضرت مفتی اعظم پاکستان) محمد شفیع عفا اللہ عنہ

خادم دار العلوم کراچی

یوم الجمعہ ۱۱ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ

انبیاء علیہم السلام
اور
صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم
مودودی صاحب کی نظر میں

از مولانا محمد یوسف لدھیانوی مُدیر بینات
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا مودودی کی تمام ذاتی خوبیوں اور صلاحیتوں کا کھلے دل سے اعتراف کرتے ہوئے مجھے موصوف سے بہت سی باتوں میں اختلاف ہے۔ جزئیات تو بے شمار ہیں، مگر چند کلیات حسب ذیل ہیں۔

اوّل: مولانا مودودی کے قلم کی کاٹ اور شوخی ان کی سب سے بڑی خوبی سمجھی جاتی ہے، مگر اس ناکارہ کے نزدیک ان کی سب سے بڑی خامی یہی ہے۔ ان کا قلم مومن اور کافر دونوں کے خلاف یکساں کاٹ کرتا ہے اور وہ کسی فرق و امتیاز کا روادار نہیں جسطرح وہ ایک لادین سوشلسٹ کے خلاف چلتا ہے ٹھیک اسیطرح ایک مومن مخلص اور خادمِ دین کے خلاف بھی۔ وہ جس جرأت کے ساتھ اپنے کسی معاصر پر تنقید کرتے ہیں (جس کا انہیں کسی درجہ میں حق ہے) اسی "جسارت" کے ساتھ وہ سلف صالحین کے کارناموں پر بھی تنقید کرتے ہیں۔ وہ جب تہذیبِ جدید اور الحاد و زندقہ کے خلاف قلم اٹھاتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کا شیخ الحدیث گفتگو کر رہا ہے اور دوسرے ہی لمحے جب وہ اہلِ حق کے خلاف خامہ فرسائی کرتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ مولانا نے مسٹر پرویز یا غلام احمد قادیانی کا قلم چھین لیا ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ نبوت و رسالت کا مقام کتنا نازک ہے؟

یہ مضمون رسالہ بینات شمارہ رجب ۱۳۹۹ھ میں شائع ہوا ہے

ادب گاہیست زیرِ آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

کسی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کوئی ایسی تعبیر روا نہیں جو ان کے مقامِ رفیع کے شایانِ شان نہ ہو۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہمارے سامنے ہے، پورا ذخیرۂ حدیث دیکھ جایئے ایک بھی لفظ ایسا نہیں ملے گا جس میں کسی نبی کی شان میں کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ کمی کا شائبہ پایا جاتا ہو۔ لیکن مولانا مودودی کا قلم حریمِ نبوت پہنچ کر بھی ادب نا آشنا رہتا ہے اور وہ بڑی بے تکلفی سے فرماتے ہیں :۔

الف : "موسیٰ علیہ السلام کی مثال اس جلد باز فاتح کی سی ہے، جو اپنے اقتدار کا استحکام کئے بغیر مارچ کرتا ہوا چلا جائے اور پیچھے جنگل کی آگ کی طرح مفتوحہ علاقہ میں بغاوت پھیل جائے"۔ (رسالہ ترجمان القرآن ج ۲۹ عدد ۴ ص)

ب : "حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے عہد کی اسرائیلی سوسائٹی کے عام رواج سے متاثر ہو کر اوریا سے طلاق کی درخواست کی تھی"۔

(تفہیمات حصہ دوم ص ۴۲۔ طبع دوم)

ج :۔ "حضرت داؤد علیہ السلام کے فعل میں خواہش نفس کا کچھ دخل تھا۔ اس کا حاکمانہ اقتدار کے نامناسب استعمال سے بھی کوئی تعلق تھا، اور وہ کوئی ایسا فعل تھا جو حق کے ساتھ حکومت کرنے والے کسی فرمانروا کو زیب نہ دیتا تھا"۔ (تفہیم القرآن ج ۴ سورہ ص ص ۳۲۷)

د :۔ نوح علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"بسا اوقات کسی نازک نفسیاتی موقع پر نبی جیسا اعلیٰ و اشرف انسان بھی تھوڑی دیر کے لئے اپنی بشری کمزوری سے

مغلوب ہوجاتا ہے .... لیکن جب اللہ تعالیٰ انھیں متنبہ فرماتا ہے کہ جس بیٹے نے حق کو چھوڑ کر باطل کا ساتھ دیا اُس کو محض اس لئے اپنا سمجھنا کہ وہ تمہاری صلب سے پیدا ہوا ہے محض ایک جاہلیت کا جذبہ ہے تو وہ اپنے دل سے بے پروا ہو کر اس طرزِ فکر کی طرف پلٹ آتے ہیں جو اسلام کا مقتضا ہے"۔ لہ

(تفہیم القرآن ج ۲ ص ۳۴۴ طبع سوم ۱۹۶۴ء)

۸ :- سیدنا یوسف علیہ السلام کے ارشاد اجعلنی علیٰ خزائن الارض (مجھے زمین مصر کے خزائن کا نگراں مقرر کر دیجئے) کے بارے میں فرماتے ہیں)

"یہ محض وزیر مالیات کے منصب کا مطالبہ نہیں تھا، جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ بلکہ یہ ڈکٹیٹر شپ کا مطالبہ تھا اور اس کے نتیجہ میں سیدنا یوسف علیہ السلام کو جو پوزیشن حاصل ہوئی وہ قریب قریب وہی پوزیشن تھی جو اس وقت اٹلی میں مسولینی کو حاصل ہے"۔ (تفہیمات حصہ دوم ص۱۲۲)

۹ : حضرت یونس علیہ السلام سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی تھیں۔ غالباً انھوں نے بے صبر ہو کر قبل از وقت اپنا مستقر بھی چھوڑ دیا تھا"۔ (تفہیم القرآن ج ۲ سورہ یونس ص ۳۱۲، ۳۱۳)

ممکن ہے مولانا مودودی اور ان کے مدّاحوں کے نزدیک "جلد بازفاتح"۔ "خواہش نفس کی بناء پر"۔ "حاکمانہ اقتدار کا نامناسب استعمال"۔ "بشری کمزوریوں سے مغلوب"۔ "جذبۂ جاہلیت کا شکار" ـــــــ

"فریضۂ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں" ——— اور "ڈکٹیٹر شپ" جیسے الفاظ میں سوءِ ادب کا کوئی پہلو نہ پایا جاتا ہو۔ اس لئے وہ انبیاءؑ علیہم السلام کے بارے میں ایسے الفاظ کا استعمال صحیح سمجھتے ہوں ——— لیکن اس کا فیصلہ دو طرح ہو سکتا ہے ——— ایک یہ کہ اسی قسم کے الفاظ اگر خود مولانا موصوف کے حق میں استعمال کئے جائیں تو ان کو یا ان کے کسی مدّاح کو ان سے ناگواری تو نہیں ہو گی؟ مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ مولانا ڈکٹیٹر ہیں۔ اپنے دور کے ہٹلر اور مسولینی ہیں۔ وہ خواہش نفس سے کام کرتے ہیں۔ جذبہ جاہلیت سے مغلوب ہو جاتے ہیں۔ حاکمانہ اقتدار کا نامناسب استعمال کر جاتے ہیں' اور انہوں نے اپنے فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہیاں کی ہیں وغیرہ وغیرہ تو میرا خیال ہے کہ مولانا کا کوئی عقیدت مند" ان الزامات" کو برداشت نہیں کرے گا۔ اگر یہ الفاظ مولانا مودودی کی ذات سیادت مآب کے شایانِ شان نہیں۔ بلکہ یہ مولانا کی تنقیص اور سوئے ادب ہے۔ تو انصاف فرمائیے کہ کیا ایسے الفاظ انبیاءِ کرام علیہم السلام کی شان میں زیبا اور شائستہ ہیں؟

اسی نوعیت کا ایک فقرہ اور سن لیجئے:

حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں

"یہاں اس بشری کمزوری کی حقیقت کو سمجھ لینا چاہیئے جو آدم علیہ السلام سے ظہور میں آئی تھی ......

بس ایک فوری جذبے نے جو شیطانی تحریص کے زیر اثر اُبھر آیا تھا ان پر ذہول طاری کر دیا، اور ضبط نفس کی

گرفت ڈھیلی ہوتے ہی وہ طاعت کے مقام بلند سے
معصیت کی پستی میں جا گرے۔"

(تفہیم القرآن ج ۳ ص ۱۳۳)

اس عبارت سے سیدنا آدم علیہ السلام کا اسم گرامی حذف کر کے اس کی جگہ اگر مولانا مودودی کا نام لکھ دیا جائے تو میرا اندازہ ہے کہ ان کے حلقہ میں کہرام مچ جائے گا اور پاکستان میں طوفان برپا ہو جائے گا، اس سے ثابت ہے کہ یہ فقرہ شائستہ نہیں۔ بلکہ گستاخی اور سوء ادب ہے،

اسی کی ایک مثال اُمہات المؤمنین کے حق میں موصوف کا ایک فقرہ ہے:

"وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں کچھ زیادہ
جری ہو گئیں تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زبان درازی
کرنے لگی تھیں۔"

(ہفت روزہ ایشیا لاہور۔ مورخہ ۱۹ نومبر ۱۹۷۶ء)

مولانا موصوف نے یہ فقرہ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وعلیہن وسلم کے بارے میں فرمایا ہے مگر میں اس کو مضاف سے زیادہ مضاف الیہ کے حق میں سوء ادب سمجھتا ہوں۔

یہ تو ظاہر ہے کہ مولانا محترم کی اہلیہ محترمہ امہات المؤمنین سے بڑھ کر مہذب اور شائستہ نہیں۔ نہ وہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مقدس ہیں۔ اب اگر ان کا کوئی عقیدت مند یہ کہہ ڈالے کہ مولانا

کی اہلیہ مولانا کے سامنے زبان درازی کرتی ہیں تو مولانا اس فقرے میں اپنی خفت اور ہتک عزت محسوس فرمائیں گے، پس جو فقرہ خود مولانا کے حق میں گستاخی تصور کیا جاتا ہے میں نہیں سمجھتا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اور امہات المؤمنین کے حق میں سوءِ ادب کیوں نہیں ؟

الغرض مولانا موصوف کے قلم سے انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں جو ادبی شہ پارے نکلے ہیں وہ سوءِ ادب میں —— داخل ہیں یا نہیں ؟ اس کا ایک معیار تو یہی ہے کہ اگر ایسے فقرے خود مولانا کے حق میں سوءِ ادب میں شمار ہو کر ان کے عقیدت مندوں کی دل آزاری کا موجب ہو سکتے ہیں تو ان کو تسلیم کر لینا چاہئے کہ یہ انبیاء کرام علیہم السلام کے حق میں بھی سوءِ ادب ہیں، اور جو لوگ نبوت و رسالت پر ایمان رکھتے ہیں ان کی دل آزاری کا سبب ہیں۔

دوسرا معیار یہ ہو سکتا ہے کہ آیا اردو میں جب یہ فقرے استعمال کئے جائیں تو اہل زبان ان کا کیا مفہوم سمجھتے ہیں ؟ اگر ان دونوں معیاروں پر جانچنے کے بعد یہ طے ہو جائے کہ واقعی ان کلمات میں سوءِ ادب ہے تو مولانا کو ان پر اصرار نہیں کرنا چاہئے، بلکہ ان سے توبہ کرنی چاہئے، کیونکہ انبیاء کرام کے حق میں ادنیٰ سوءِ ادب بھی سلب ایمان کی علامت ہے

(۲) انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد انسانیت کا سب سے مقدس گروہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے۔ خصوصاً حضرات خلفائے

راشدین رضی اللہ عنہم کا منصب تو انبیاء کرام علیہم السلام اور امت کے درمیان برزخ کی حیثیت رکھتا ہے ــــــــ اس لئے "تجدید و احیائے دین" "خلافت و ملوکیت" اور تفہیم القرآن وغیرہ میں خلیفہ مظلوم سیدنا عثمان ذوالنورین، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ، حضرت معاویہ، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت عمرو بن العاص، حضرت عقبہ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں مولانا مودودی کے قلم سے جو کچھ نکلا ہے اور جس کی صحت پر ان کو اصرار ہے میں اسے خالص رفض و تشیع سمجھتا ہوں اور مولانا کی ان تحریروں کے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ وہ جس طرح بارگاہِ نبوت کے ادب ناشناس ہیں اسی طرح مقامِ صحابیت کی رفعتوں سے بھی ناآشنا ہیں۔ کاش انہوں نے امام ربانی مجدد الف ثانی رح کا ایک ہی فقرہ یاد رکھا ہوتا۔

ہیچ ولی بمرتبۂ صحابی نرسد، اویس قرنی باآں رفعتِ شان کہ بشرف صحبت خیر البشر علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات نرسیدہ بمرتبہ ادنیٰ صحابی نرسد۔ شخصے از عبداللہ بن المبارک رضی اللہ عنہ پرسید ایہما افضل معاویۃ ام عمر بن عبدالعزیز؟ در جواب فرمود: الغبار الذی دخل انف فرس معاویۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر من عمر بن عبدالعزیز کذا مرۃ" (مکتوبات دفتر اوّل مکتوب ۲۰۷)

ترجمہ: کوئی ولی کسی صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہونچ سکتا۔ اویس قرنی رح اپنی تمام تر بلندئ شان کے باوجود چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرفِ صحبت سے مشرف نہ ہو سکے اس لئے کسی ادنیٰ صحابی

کے مرتبہ کو بھی نہ پہونچ سکے۔ کسی شخص نے امام عبداللہ بن مبارکؒ سے دریافت کیا کہ حضرت معاویہؓ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ؟ فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں حضرت معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار داخل ہوا وہ بھی عمر بن عبدالعزیزؒ سے کئی گنا بہتر ہے"۔

یہاں یہ نکتہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت و رفاقت کا جو شرف حاصل ہوا ہے پوری امت کے اعمالِ حسنہ مل کر بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ذرا تصور کیجئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی دو رکعتیں، جن میں صحابہ کرامؓ کو شرکت کی سعادت نصیب ہوئی کیا پوری امت کی نمازیں ملکر بھی ان دو رکعتوں کے ہم وزن ہو سکتی ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر جو کسی صحابی نے ایک سیر جَو اللہ تعالیٰ کے راستے میں دیئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے انھیں شرفِ قبول عطا ہوا بعد کی امت اگر پہاڑ برابر سونا بھی خیرات کر دے تو کیا یہ شرف اسے حاصل ہو سکتا ہے؟ باقی تمام حسنات کو اسی پر قیاس کر لیجئے۔

اس شرفِ مصاحبت سے بڑھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ مدرسہ نبوت کے ایسے طالب علم تھے جن کے معلم و ہادی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، جن کا نصابِ تعلیم ملاءِ اعلیٰ میں مرتب ہوا تھا۔ جن کی تعلیم و تربیت کی نگرانی براہ راست وحی آسمانی کر رہی تھی۔ اور جن کا امتحان علام الغیوب نے لیا، اور جب ان کی تعلیم و تربیت کا ہر پہلو سے امتحان ہو چکا تو حق تعالیٰ شانہ نے انہیں "رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ" کی ڈگری عطا فرما کر آنے والی پوری انسانیت کی تعلیم و تربیت اور تلقین و ارشاد کا منصب انکو تفویض

کیا،" اور "کنتم خیر امۃ اخرجت للناس" کی مسند ان کے لئے آراستہ فرمائی اگر آپ غور کریں گے تو معلوم ہوگا انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد صرف صحابہؓ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت ایسی ہے جن کی تعلیم و تربیت بھی وحیِ الٰہی کی نگرانی میں ہوئی اور ان کو سندِ فضیلت بھی خود خداوند قدوس نے عطا فرمائی۔

مودودی صاحب اور تاریخ کی آڑ

مولانا مودودی کے عقیدت کیش یہ کہکر دل بہلا لیتے ہیں کہ مولانا نے جو کچھ لکھا ہے تاریخ کے حوالوں سے لکھا ہے۔ اور یہ ان کے قلم کا شاہکار ہے کہ انہوں نے منتشر ٹکڑوں کو جوڑ کر ایک مربوط تاریخ مرتب کر ڈالی ——— میں ان کی خدمت میں باادب گذارش کروں گا کہ ان کا یہ بہلاوا بچند وجوہ غلط ہے۔

اوّل مولانا کا یہ قلمی شاہکار نہ تاریخی صداقت ہے، نہ صحابہ کرامؓ کی زندگی کی صحیح تصویر ہے۔ بلکہ یہ ایک "افسانہ" ہے جس میں مولانا کے ذہنی تصورات و نظریات نے رنگ آمیزی کی ہے۔ آج کل "افسانہ نگاری" کا ذوق عام ہے۔ عام طبائع تاریخی صداقتوں میں اتنی دلچسپی نہیں لیتیں جتنی کہ رنگیں افسانوں میں۔ اس لئے مولانا کی جولانیٔ طبع نے صحابہ کرامؓ پر بھی "خلافت و ملوکیت" کے نام سے ایک افسانہ لکھ دیا۔ جس کا حقائق کی دنیا میں کوئی وجود نہیں۔ آج اگر کوئی صحابی دنیا میں موجود ہوتا تو شیخ سعدیؒ کی زبان میں مولانا کے قلم سے یہ شکایت ضرور کرتا:

بخندید و گفت آں نہ شکل من است
ولیکن قلم در کف دشمن است

اگر مولانا کو صحابہ کرامؓ کا پاس ادب ملحوظ ہوتا تو قرآنِ کریم کے صریح اعلان ——— رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ——— کے بعد وہ

صحابہ کرام رضؓ کی بلند و بالا شخصیتوں کو افسانہ نگاری کا موضوع نہ بناتے ــــــ

دوم: یورپ میں اسلام کی نابغہ شخصیتوں کو مسخ کرنے اور ان کی سیرت و کردار کا حُلیہ بگاڑنے کا کام بڑی خوبصورتی اور پُر کاری سے ہو رہا ہے، اور یہودی مستشرقین کی کھیپ اس کام پر لگی ہوئی ہے۔ وہ بھی ٹھیک اسی طرح بزعم خود تاریخ کے منتشر ٹکڑوں کو جوڑ کر ایک فرضی تصویر تیار کرتے ہیں۔ اور دنیا کو باور کراتے ہیں کہ وہ پوری غیر جانبداری کے ساتھ اور کسی قسم کے تعصب کی آمیزش کے بغیر تاریخی حقائق دنیا کے سامنے لا رہے ہیں مگر اپنے اس لفظی ادعاء کے برعکس وہ جس طرح مسلّمہ تاریخی حقائق کو چھپاتے ہیں۔ جس طرح بالکل سیدھی بات کی اُلٹ تعبیر کرتے ہیں، جس طرح بات کا بتنگڑ اور رائی کا پہاڑ بنا کر اسے پیش کرتے ہیں اور جس طرح اپنی بدفہمی یا خوش فہمی سے وہ اس میں رنگ آمیزی اور حاشیہ آرائی کرتے ہیں اس سے ان کا تعصب اور اسلام سے ان کی عداوت چھپائے نہیں چھپتی۔

ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ کوئی ایسا شخص جو خدا اور رسول پر ایمان رکھتا ہو ٹھیک ٹھیک مستشرقین کے نقش پا کا تتبع کرے گا ــــــ لیکن بدقسمتی سے مولانا مودودی کی کتاب ــــ خلافت و ملوکیت ــــــ کا بالکل یہی رنگ ڈھنگ ہے، پڑھنے والا مسکین یہ سمجھتا ہے کہ مولانا تاریخی حقائق جمع کر رہے ہیں۔ مگر وہ نہیں جانتا کہ وہ تاریخ سے کیا لے رہے ہیں، کیا چھوڑ رہے ہیں۔ اور کیا اپنی طرف سے اضافہ فرما رہے ہیں۔ الغرض جس طرح ہزار دل فریبیوں کے باوجود مستشرقین عداوتِ اسلام کے روگ کو چھپانے سے قاصر رہتے ہیں۔ اسی طرح مولانا مودودی بھی اپنے اس استشراقی شاہکار میں ہزار رکھ رکھاؤ کے باوصف، عداوتِ صحابہ رضؓ کو چھپا نہیں سکتے۔ اب اگر مولانا محترم یا ان کے عقیدتمندوں کی تاویلات صحیح ہیں

تو مستشرقین کا کارنامہ اُن سے زیادہ صحیح کہلانے کا مستحق ہے۔ اور اگر یہودی مستشرقین کا طرزِ عمل غلط ہے تو اسی دلیل سے مولانا مودودی کا رویہ بھی غلط ہے۔

سوم: کہا جاتا ہے کہ صحابہ کرامؓ انسان ہی تھے، فرشتے نہیں تھے، وہ معصوم عن الخطاء نہیں تھے، ان سے لغزشیں اور غلطیاں کیا، بڑے بڑے گناہ ہوئے ہیں، یہ کہاں کا دین و ایمان ہے کہ ان کی غلطی کو غلطی نہ کہا جائے۔

میں پہلے تو یہ عرض کروں گا کہ مولانا مودودی کو تو صحابہ کرامؓ کی غلطیاں چھانٹنے کے لئے واقدی اور کلبی وغیرہ کا سہارا ڈھونڈنے کی ضرورت پڑی ہے لیکن خدائے علام الغیوب صحابہ کرامؓ کے ہر ظاہر و باطن سے باخبر تھے۔ ان کے قلب کی ایک ایک کیفیت اور ذہن کے ایک ایک خیال سے واقف تھے وہ یہ بھی جانتے تھے کہ یہ انسان ہیں، معصوم نہیں، انہیں یہ بھی علم تھا کہ آئندہ ان سے کیا کیا لغزشیں صادر ہوں گی۔ ان تمام امور کا علم محیط رکھنے کے باوجود جب اللہ تعالیٰ نے ان کو "رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ" کا اعزاز عطا فرمایا تو ان کی غلطیاں بھی۔

ع این خطا از صد صواب اولیٰ تر است

کا مصداق ہیں۔ اس کے بعد مولانا مودودی کو ان اکابر کی خردہ گیری و عیب چینی کا کیا حق پہنچتا ہے؟ کیا یہ خدا تعالیٰ سے صریح مقابلہ نہیں کہ وہ تو ان تمام لغزشوں کے باوجود صحابہ کرامؓ سے اپنی رضائے دائمی کا اعلان فرما رہے ہیں۔ مگر مولانا مودودی ان اکابر سے راضی نامہ کرنے پر تیار نہیں؟

دوسری گذارش میں یہ کروں گا کہ چلئے! فرض کر لیجئے کہ صحابہ کرامؓ سے غلطیاں ہوئی ہوں گی مگر سوال یہ ہے کہ آپ چودہ سو سال بعد ان اکابر کے جرائم کی دستاویز مرتب کر کے اپنے نامۂ اعمال کی سیاہی میں اضافہ کے سوا اور کیا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر یہ اکابر دنیا میں موجود ہوتے تب تو آپ انہیں انکی

غلطیوں کا نوٹس دے ڈالتے، مگر جو قوم تیرہ چودہ سو سال پہلے گذر چکی ہے اس کے عیوب و نقائص کو غلط سلط حوالوں سے چُن چُن کر جمع کرنا اور اس ساری غلاظت کا ڈھیر قوم کے سامنے لگا دینا اس کا مقصد اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کے دل میں صحابہ کرامؓ سے جو حُسنِ عقیدت ہے اسے مٹا دیا جائے۔ اور اسکی جگہ قلوب پر صحابہؓ سے بغض و نفرت کے نقوش ابھارے جائیں؟ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ آخر یہ کس عقل و دانش اور دین و ایمان کا تقاضہ ہے؟

چہارم: خلافت و ملوکیت میں مولانا مودودی نے جس نازک موضوع پر قلم اٹھایا ہے اسے ہماری عقائد و کلام کی کتابوں میں "مشاجرات صحابہؓ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور یہ باب ایمان کا ایسا پُل صراط ہے جو تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے، اس لئے سلف صالحین نے ہمیشہ یہاں پاس ادب ملحوظ رکھنے اور زبان و قلم کو لگام دینے کی وصیت کی ہے، کیونکہ بعد کی نسلیں ہی نہیں بلکہ صحابہ کرامؓ کے زمانے کے سطح بین لوگ بھی اسی وادی پرُخار میں دامنِ ایمان تار تار کر چکے ہیں، اکابرِ اُمّت ہمیشہ ان بد دینوں کے پھیلائے ہوئے کانٹوں کو صاف کرتے آئے ہیں۔ لیکن مولانا مودودی سلف صالحین کو "وکیل صفائی" کہہ کر دھتکار دیتے ہیں، ان کے ارشادات کو "خواہ مخواہ کی سخن سازیاں" اور "غیر معقول تاویلات" قرار دیکر رد کرتے ہیں۔ اور ان تمام کانٹوں کو، جن میں اُلجھ کر روافض اور خوارج نے اپنا دین و ایمان غارت کیا تھا، سمیٹ کر نئی نسل کے سامنے لا ڈالتے ہیں، انصاف فرمایئے کہ اسے اسلام کی خدمت کہا جائے یا اسے رافضیت و خارجیت میں نئی روح پھونکنے کی کوشش کا نام دیا جائے؟ اور مولانا مودودی اور انکے معتقدین اس کارنامے کے بعد کیا یہ توقع رکھتے کہ ان کا حشر اہل سنت ہی میں ہوگا، رافضیوں اور خارجیوں میں نہیں ہوگا؟ میں ہزار

سوچتا ہوں مگر اس معمّہ کو حل نہیں کر پاتا کہ مولانا موصوف نے یہ کتاب نئی نسل کی راہنمائی کے لئے لکھی ہے، یا انھیں صراطِ مستقیم سے برگشتہ کرنے کے لئے؟

پنجم: سب سے بڑھ کر تکلیف دہ چیز یہ ہے کہ تیرہ چودہ سو سال کے واقعہ کی "تحقیقات" کے لئے مولانا "عدالتِ شرعیہ" قائم کرتے ہیں جس کے صدر نشین وہ خود بنتے ہیں۔ اکابر صحابہ کو اس عدالت میں ملزم کی حیثیت سے لایا جاتا ہے، واقدی و کلبی وغیرہ سے شہادتیں لی جاتی ہیں۔ صدرِ عدالت خود ہی جج بھی ہے اور خود ہی وکیل استغاثہ بھی۔ اگر سلف صالحین اکابر صحابہؓ کی صفائی میں کچھ عرض معروض کرتے ہیں تو اسے وکیلِ صفائی کی خواہ مخواہ سخن سازی اور غیر معقول تاویلات کہہ کر ردّ کر دیا جاتا ہے ——— اسی طرح یک طرفہ کارروائی کے بعد مولانا اپنی تحقیقاتی رپورٹ مرتّب کرتے ہیں، اور اسے "خلافت و ملوکیت" کے نام سے قوم کی بارگاہ میں پیش کر دیتے ہیں ———

اس امر سے قطع نظر کہ ان "تحقیقات" میں دیانت و امانت کے تقاضوں کو کس حد تک ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اس سے قطع نظر کہ شہادتوں کی جرح و نقد میں کہاں تک احتیاط برتی گئی ہے اور اس سے قطع نظر کہ فاضل جج نے خود اپنے ذہنی تصورات کو واقعات کا رنگ دینے میں کس حد تک سلامتیٔ فکر کا مظاہرہ کیا ہے، مجھے بہ ادب یہ عرض کرنا ہے کہ آیا مولانا کی اس خود ساختہ عدالت کو اس کیس کی سماعت کا حق حاصل ہے؟ کیا یہ مقدمہ جس کی تیرہ چودہ سو سال بعد مولانا تحقیقاتی رپورٹ مرتب کرنے بیٹھے ہیں ان کے دائرہ اختیار میں آتا ہے؟ کیا ان کی یہ حیثیت ہے کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگردوں کا مقدمہ نمٹانے بیٹھ جائیں؟

مجھے معلوم نہیں کہ مولانا کے مدّاحوں کی اس بارے میں کیا رائے ہے۔ مگر میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ صحابہ کرامؓ کے مقدمہ کی سماعت ان سے اوپر کی عدالت

ہی کر سکتی ہے۔ اور وہ یا تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یا خود احکم الحاکمین۔ ان کے سوا ایک مولانا مودودی نہیں، امّت کا کوئی فرد بھی اس کا مجاز نہیں کہ وہ قدوسیوں کے اس گروہ کے معاملہ میں مداخلت کرے صحابہ کرامؓ کے باہمی معاملات میں آج کے کسی بڑے سے بڑے شخص کا لب کشائی کرنا اس کی حیثیت اس سے زیادہ نہیں کہ کوئی بھنگی بازار میں عدالت جما کر بیٹھ جائے اور وہ ارکانِ مملکت کے بارے میں اپنے بے لاگ فیصلے لوگوں کو سنانے لگے۔ ایسے موقوں پر ہی کہا گیا ہے: ایاز! قدر خویش بشناس!

ششم: یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کو حق تعالیٰ شانہٗ نے اُمّت کے مُرشد و مربّی اور محبوب و متبوع کا منصب عطا فرمایا ہے۔ قرآن و حدیث میں ان کے نقشِ قدم کی پیروی کرنے اور ان سے عقیدت و محبّت رکھنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ اور ان کی بُرائی و عیب جوئی کو ناجائز و حرام بلکہ موجب لعنت فرمایا گیا ہے۔ خود مولانا مودودی کو اعتراف ہے کہ:

> "صحابۂ کرام کو بُرا بھلا کہنے والا میرے نزدیک صرف فاسق ہی نہیں بلکہ اس کا ایمان مشتبہ ہے من ابغضھم فببغضی ابغضھم (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھنے کی بنا پر ان سے بغض رکھا)"۔ (ترجمان القرآن اگست ۱۹۶۱ء)

جن لوگوں نے مولانا کی کتاب "خلافت و ملوکیت" پڑھی ہے وہ شہادت دیں گے کہ اس میں صحابہ کرامؓ کو صاف صاف بُرا بھلا کہا گیا ہے، اور صحابہ کرامؓ سے مصنّف کا بغض و نفرت بالکل عیاں ہے مثلاً "قانون کی بالاتری کا خاتمہ" کے زیرِ عنوان مولانا مودودی لکھتے ہیں:

الف: "ایک اور نہایت مکروہ بدعت حضرت معاویہؓ کے عہد میں یہ شروع

ہوئی کہ وہ خود اور ان کے حکم سے ان کے گورنر، خطبوں میں برسرِ منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کی بوچھاڑ کرتے تھے۔ حتیٰ کہ مسجد نبوی میں منبر رسول پر عین روضۂ نبوی کے سامنے حضورؐ کے محبوب ترین عزیز کو گالیاں دی جاتی تھیں، اور حضرت علی کی اولاد اور ان کے قریب ترین رشتہ دار اپنے کانوں سے یہ گالیاں سنتے تھے ــــــ کسی کے مرنے کے بعد اس کو گالیاں دینا، شریعت تو درکنار انسانی اخلاق کے بھی خلاف تھا۔ اور خاص طور پر جمعہ کے خطبے کو اس گندگی سے آلودہ کرنا تو دین و اخلاق کے لحاظ سے سخت گھناؤنا فعل تھا۔"

(خلافت و ملوکیت ص ۱۴۷)

ب : "مالِ غنیمت کی تقسیم کے معاملہ میں بھی حضرت معاویہؓ نے کتاب اللہ و سنّت رسول اللہ کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی ــــــ کتاب و سنّت کی رُو سے پورے مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال میں داخل ہونا چاہئے اور باقی چار حصے اس فوج میں تقسیم کئے جانے چاہئیں جو لڑائی میں شریک ہوئی ہو، لیکن حضرت معاویہؓ نے حکم دیا کہ مالِ غنیمت میں سے چاندی سونا ان کے لئے الگ نکال لیا جائے پھر باقی مال شرعی قاعدے سے تقسیم کیا جائے۔" (حوالۂ بالا)

ج : "زیاد بن سمیہ کا استلحاق بھی حضرت معاویہؓ کے ان افعال میں سے ہے جن میں انہوں نے سیاسی اغراض کے لئے شریعت کے ایک مسلّم قاعدے کی خلاف ورزی کی..... یہ ایک صریح ناجائز فعل تھا۔" (ص ۱۷۵)

د : حضرت معاویہؓ نے اپنے گورنروں کو قانون سے بالاتر قرار دیا اور انکی زیادتیوں پر شرعی احکام کے مطابق کارروائی کرنے سے صاف انکار کردیا (ایضاً)

مولانا مودودی کی ان عبارتوں میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنے کے لئے جو کچھ لکھا ہے وہ قطعاً خلافِ واقعہ ہے۔ اور علمائے کرام اسکی حقیقت واضح کر چکے ہیں، مجھے یہاں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ جو لوگ مولانا مودودی کی بات پر ایمان لاکر مولانا کی اس افسانہ طرازی کو حقیقت سمجھیں گے وہ حضرت معاویہؓ اور اس دَور کے تمام اکابر صحابہ وتابعین سے محبت رکھیں گے یا بغض؟ ان کی اقتدا پر فخر کریں گے یا ان پر لعنت بھیجیں گے؟ اور خود مولانا موصوف کے ان عبارتوں میں حضرت معاویہؓ کو بُرا بھلا نہیں کہا تو کیا ان کی قصیدہ خوانی فرمائی ہے؟ اگر میں یہ گذارش کروں کہ خود انہی کی نقل کی ہوئی حدیث کے مطابق " وہ فاسق ہی نہیں بلکہ انکا ایمان بھی مشتبہ ہے" تو کیا یہ گستاخی بے جا ہوگی؟ مولانا مودودی سے مجھے توقع نہیں کہ وہ اپنی اس غلطی پر کبھی نادم ہوں گے، مگر میں یہ گذارش کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس کا انجام نہایت خطرناک ہے۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ شیعوں کے ایک عالم محقق طوسی نے اپنی کتاب "تجرید العقائد" کے آخر میں صحابہ کرامؓ پر تبرّا کیا تھا۔ مرنے لگا تو غلام احمد قادیانی کی طرح منہ کے راستے سے نجاست نکل رہی تھی [۱] اس طرف اشارہ کر کے کہنے لگا۔ ایں چیست؟ (یہ کیا ہے) کوئی خوش عقیدہ عالم وہاں موجود تھے، بولے:

ایں ہماں ریداست	یہ وہی گندگی ہے جو تونے
کہ در آخر تجرید خوردی	تجرید کے آخر میں کھائی تھی

حق تعالیٰ شانہ ہمیں ان اکابر کے سوءِ ادب سے محفوظ رکھے۔ آمین

جب اسلام کا سب سے مقدس ترین گروہ یعنی صحابہ کرام علیہم الرضوان۔ بھی مولانا مودودی کی نگہ بلند میں نہ جچتا ہو تو بعد کے سلف صالحین، اکابر امت، فقہاء ومحدثین اور علماء وصوفیاء کی ان کی بارگاہ میں کیا قیمت ہو سکتی ہے؟

---

[۱] مرزا غلام احمد قادیانی کی موت وبائی ہیضہ سے ہوئی۔ دست اور قے کی شکل میں دونوں راستوں سے نجاست خارج ہو رہی تھی۔

مقدمہ فتنۂ مودودیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارن پور، ان شہرۂ آفاق دینی درسگاہوں میں سے دو عظیم الشان اسلامی و مذہبی درسگاہیں مانی جاتی ہیں جنہوں نے نابغۂ روزگار شخصیتوں کو پیدا کیا اور ایسی عہد آفرین اور تاریخ ساز جماعت میدان میں لا کھڑی کر دی جنہوں نے درس و تدریس تحریر و تقریر، تزکیہ و تربیت، دعوت و تبلیغ، وعظ و ارشاد سے اسلام کی خدمت کی اور اس کی پاسبانی کے فرائض انجام دیئے۔ اسلام اور اہلِ اسلام کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنہ کی سرکوبی کو انہوں نے اپنا اہم اور مقدس فریضہ جانا اور جب تک اپنے فریضہ سے سبکدوش نہ ہو گئے بے چین اور مضطرب رہے۔

منکرین حدیث ہوں یا منکرین ختم نبوت، نظریہ دو قرآن پر ایمان رکھنے والے ہوں یا تجدد زدہ اور عقل پرست، فتنۂ قادیانیت ہو یا نیچریت، رضاخانیت ہو یا چکڑالویت، فتنۂ خاکساریت ہو یا مودودیت، ان میں سے کسی بھی "فتنۂ عمیاء" کو لے لیجیے۔ اکابر دیوبند اس کے قلع قمع کرنے میں اور اس کی شہ رگ پر نشتر زنی کرنے میں پیش پیش ملیں گے۔ شکر اللہ تعالیٰ مساعیہم۔

اگر دارالعلوم دیوبند میں حضرت شیخ الہند، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی، امام العصر حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری، حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی، مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوری، مولانا اعزاز علی صاحب امروہی، حکیم الامت حضرت مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب زاد مجدہ وغیرہ وغیرہ جیسے ممتاز اور یگانۂ روزگار حضرات ان باطل تحریکوں اور ان کے زہریلے اثرات سے مسلمانوں کو خبردار کرتے ہوئے ملیں گے تو مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنیؒ، حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوریؒ، حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب زاد مجدہٗ، حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب زاد مجدہٗ، حضرت مولانا الحاج مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی، حضرت مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب جیسے باکمال اور ممتاز اہل علم و فضل حضرات ان تحریکات کے خلاف صف بستہ ملیں گے۔

تحریری میدان میں یہ حضرات کتنا عمدہ اور بہترین سرمایہ اپنے اخلاف کو دے گئے، اس کا ہلکا سا اندازہ کتابوں کی اس نامکمل فہرست سے ہو سکتا ہے۔

التصریح بما تواتر فی نزول المسیح، اکفار الملحدین، عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام نظریہ دو قرآن پر ایک نظر، سائنس اور اسلام، التشبہ فی الاسلام، اصول دعوت اسلام مقالات طیبات، عالمی مذہب، علم غیب، اسلامی آزادی، مسئلہ تقدیر، اسلام اور مغربی تہذیب، حدیث رسولؐ کا قرآنی معیار، اجتہاد اور تقلید، فطری حکومت، ہدایات الرشید الی افحام العنید، مطرقۃ الکرامہ علی مرآۃ الامامہ، تنشیط الاذان فی تحقیق محل الاذان، المہند علی المفند براہین قاطعہ علی ظلام الانوار الساطعہ، عقائد علمائے دیوبند، مشرقی کا اسلام، دفع الالحاد عن حکم الارتداد، تنویر البصائر فی تزویج المقابر، تکمیل العرفان فی شرح حفظ الایمان، فتنہ ارتداد اور مسلمانوں کا فرض، قرآن عظیم اور جبریہ تعلیم۔

اور تحریک جماعت اسلامی (مودودیت) کی تردید میں، اعتقاد الحجیہ، مسلمان اگرچہ بے عمل ہو مگر اسلام سے خارج نہیں، مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت، ایمان و عمل، مکتوب ہدایت استفتائے ضروری، کلام طیب، دارالعلوم کے ایک فتوے کی حقیقت، کشف حقیقت یعنی تحریک مودودیت اپنے اصلی رنگ میں، تنقید اور جماعت اسلامی، مودودی جماعت کے عقیدۂ تنقید پر تبصرہ مسئلہ تقلید اور جماعت اسلامی، فتویٰ منجانب مظاہر العلوم سہارنپور وغیرہ کتابیں لکھی گئیں۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی کتب ہیں جو اس موضوع پر علمائے دیوبند نے لکھیں، زیر نظر کتاب بھی اسی مذکورہ بالا سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ یہ کتاب دراصل حضرت شیخ زاد مجدہٗ کا ایک نجی مکتوب ہے جو ۱۳۷۰ھ میں لکھا گیا تھا۔

وہ کیا عوامل اور محرکات تھے جن کی بناء پر یہ مکتوب لکھا گیا، اس کی ایک تاریخ ہے وہ یہ کہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے ایک قدیم استاذ جماعت اسلامی سے متاثر ہو کر اس کے پُرجوش داعی اور مبلغ بنے، وہ اگرچہ بعض مسائل میں اس سے اختلاف نہیں رکھتے تھے مگر علی الاعلان اس کی تغلیط اور تردید بھی نہیں کرتے تھے اسلیے اس عدم اتفاق کی بناء ارباب مدرسہ کی نگاہ میں کوئی اہمیت تھی اور نہ ہی شہری عوام میں کوئی وقعت ـــــ ان کی جانب سے مختلف مجالس میں اس تحریک کی تائید تصویب اور

شرکت کی دعوت بھی چلتی تھی، فقہ کے اسباق میں علی الاعلان مودودی صاحب کے اجتہادات سُنائے جاتے، ان کی حمایت کی جاتی اور ائمہ کرام کے اقوال پر ان کو ترجیح ملتی، نوبت یہاں تک پہنچی کہ کتاب القضاء پڑھاتے وقت مجتہد ہونے کی شرائط اور اجتہاد کا دروازہ بند ہو جانے کے خلاف زوردار تقریر کی اور اپنے زمانہ میں اس کی شدید ضرورت کا احساس دلایا۔

ابتداءً مظاہر کے طلبہ کو یہ انوکھے مسائل حلق سے اتارنے مشکل ہو گئے اور پھر وہی ہوا جو عام طور سے اس قسم کے مواقع میں ہوا کرتا ہے کہ طلبہ کی دو جماعتیں بن گئیں، ایک نے ان کی تصویب کی دوسری نے تردید باہمی مناظرے مجادلے ہونے لگے پھر نزاع اور سخت کلامی تک نوبت آئی گمنام خطوط لکھکر ارباب اہتمام کو تشویش کیا گیا۔

وہ چونکہ مظاہر کے قدیمی استاذ تھے، اونچی کتابوں کا درس دیا کرتے تھے اور اپنے مواعظ و تقاریر کی وجہ سے اچھے خاصے مشہور ہو گئے تھے اسلیے جماعت اسلامی کے اجتماعات میں شریک ہونے پر (جسکا وہ بڑا اہتمام کیا کرتے تھے) عام دیکھنے والے ان کو مدرسہ مظاہر علوم کا نمائندہ سمجھتے اور یہ تأثر لیتے کہ علمائے مظاہر اور اس تحریک کے کارکن ایک ہی مسلک رکھتے ہیں اور ایک ہی انداز فکر، جماعت اسلامی سہارنپور خود بھی شد و مد سے اس کا پروپیگنڈہ کرتی تھی۔ کہ علمائے مظاہر بالکلیہ ہمارے ساتھ ہیں کوئی اختلاف نہیں رکھتے۔

حد یہ ہے کہ جب مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب کا تالیف کردہ رسالہ "کشف حقیقت" طبع ہوا تو ان حضرات نے لوگوں کی نگاہ سے اس کی اہمیت یہ کہکر گرانی چاہی تھی کہ یہ تنہا قاری سعید احمد صاحب کی اپنی رائے اور اپنا خیال ہے۔ مظاہر والے ان کے اس فتوے سے متفق نہیں ہیں بلکہ وہ ہمارے ہی ساتھ ہیں۔

جماعت کے ہونیوالے ان اجتماعات کی تفاصیل جب اخبارات میں شائع ہوتیں تو اس میں مولانا موصوف کی شرکت کی اطلاع اکثر و بیشتر اس عنوان سے دیجاتی "مظاہر علوم سہارنپور کی طرف سے مولانا کی شرکت" بعض مرتبہ یہ خبر ان الفاظ سے شائع ہو جاتی کہ مظاہر علوم سہارنپور کی جانب سے شیخ التفسیر مولانا . . . صاحب کی شرکت" اشتراک اسمی کی وجہ سے بسا اوقات مغالطہ ہو جاتا اور اسکو حضرت شیخ زادمجدہٗ کی شرکت تصور کیا جاتا۔

تنہا یہی ایک چیز مظاہر کے لیے ناقابل برداشت بنی ہوئی تھی کہ اس پر مزید اضافہ یہ ہوا کہ مختلف مقامات اور اضلاع سے اور شہر کے مختلف حلقوں سے موصوف کے مدرسہ سے سبکدوش کئے جانے پر اصرار شروع ہوا اور ہر محلہ سے بیسیوں دستخطوں پر مشتمل درخواستیں آنے لگیں، اس پر بھی زور دیا جانے لگا کہ مدرسہ مودودیت کے سلسلہ میں اپنا مسلک صاف اور واضح کرے۔

اس نئی صورت حال کے پیدا ہو جانے پر پچیس ۲۵ جمادی الاولی ۱۳۷۰ھ یکشنبہ کی صبح کو مظاہر علوم کی مجلس شوریٰ منعقد ہوئی، جس کے ارکان یہ تھے۔

حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب ناظم مدرسہ، حضرت شیخ زاد مجدہٗ، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب، مولانا الحاج مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی، مولانا الحاج اکرام الحسن صاحب۔

ان حضرات نے اجتماعی طور پر یہ قرار دادیں پاس کیں۔

(۱) مدرسہ مظاہر علوم "تحریک جماعت اسلامی" سے بالکل الگ ہے طلبہ کو جماعت کی کتابیں دیکھنے کی اجازت نہیں ہے۔

(۲) طلبہ کا ایک اجتماع ہو جس میں اپنی یہ قرار داد سنائی جائے۔ چنانچہ اسی تاریخ میں شام کو دار الحدیث میں جلسہ ہوا مولانا الحاج عبد اللطیف صاحب، مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب، مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب نے تقریریں کیں اور طلبہ کو اس سے یکسو رہنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"جو طلبہ اس تحریک میں حصہ لے رہے ہیں ان کو مدرسہ کے چندہ سے انتفاع جائز نہیں"

(۳) مولانا سے گفتگو کی جائے ممکن ہے افہام تفہیم سے کوئی مفید حل نکل آئے اور وہ اپنی رائے پر نظر ثانی کریں۔

چنانچہ ذمہ داران مدرسہ نے صدق و اخلاص سے بھرپور کوشش شروع کی اور درخواست کی کہ مولانا موصوف اپنی اس حمایت سے بمصالح مدرسہ دست بردار ہو جائیں۔ مگر مولانا آخر تک اس پر رضامند نہ ہوئے اور صاف کہدیا کہ جماعت تو اب چھوٹ نہیں سکتی، مسائل میں ہمیشہ اختلاف ہوتا چلا آیا ہے کیا وجہ ہے کہ مدرسہ میں باطل چیزوں (مسلم لیگ، کانگریس) کے خلاف کبھی ایسا زور نہیں ہوا۔

ایک موقعہ پر موصوف نے یہ فرمایا کہ میں اس سلسلہ میں صرف تین آدمیوں سے بات چیت کر سکتا ہوں کسی چوتھے سے نہیں کر سکتا۔ ان میں پہلے نمبر پر حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب، دوسرے نمبر پر حضرت شیخ زاد مجدہٗ اور تیسرے نمبر پر مولانا منظور احمد صاحب استاذ مظاہر تھے۔ مدرسہ کے انتظامی افراد نے (جو ہر وقت مطالحت اور مفاہمت کی تلاش میں تھے) اس موقعہ کو غنیمت جانا اور مولانا عبد اللطیف صاحب ناظم مدرسہ کا انتخاب کر دیا ــــ چنانچہ حضرت ناظم صاحب نے ایک نجی مجلس میں بہت دیر تک اس موضوع پر گفتگو کی مختلف پہلوؤں سے معاملہ کی نوعیت سمجھائی، آخر میں مجبور ہو کر یہ فرمایا کہ "نا کسی کے نظریات کو زبردستی نہیں بدلا جا سکتا اور نہ میں آپ کو اس پر مجبور کرتا ہوں مگر اتنی درخواست

ضرور کروں گا کہ اس کا پرچار طلبہ میں مت کریں، آپ اپنی تائید کو اپنی ذات تک محدود رکھیں کیونکہ طلبہ ہمارے پاس امانت ہیں ہم ان کے ذہنوں کا بگڑنا برداشت نہیں کر سکتے۔

اس طویل ملاقات کا نتیجہ صرف یہ نکلا کہ مولانا نے یہ کہہ دیا کہ مجھ پر غلط دباؤ ڈالا گیا۔

تقریری صورت سے مایوس ہو کر تحریری طریقہ اپنایا گیا اور اس کے لیے حضرت شیخ منتخب ہوئے انہوں نے مکتوب کی شکل میں ایک نہایت طویل مضمون تحریر فرماتے ہوئے موصوف صاحب کی پرانی سوئی اور بنیادی غلطیوں کی نشاندہی فرمائی، وہ جو انداز اپنے ملنے والوں میں پیدا کرنا چاہتے تھے اس کے عواقب و نتائج سے باخبر کیا، مگر کوئی نتیجہ خاطر خواہ برآمد نہ ہو سکا ما کل ما یتمنی المرء یدرکه۔

اب جبکہ تمام راستے مسدود ہو چکے تھے اور [illegible] ثابت ہو چکا تھا اس لیے مدرسہ کے ذمہ داران نے موصوف کو مظاہر کی ذمہ داریوں سے سبکدوش کرنے کا فیصلہ کیا اس میں حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہ کے عتاب کو بھی خاص دخل تھا جو اہل مدرسہ پر ہوا۔

بہر حال مظاہر کو داخلی و خارجی فتنوں سے محفوظ رکھنے کی خاطر مورخہ چھ رمضان المبارک ۱۳۷۰ھ مطابق بارہ ۱۲ جون ۱۹۵۱ء بروز سہ شنبہ اپنے فیصلہ کو عملی جامہ پہنا دیا اور موصوف کو ان کے علیحدہ کر دیئے جانے کی اطلاع کر دی گئی۔ تیرہ ۱۳ رمضان کو موصوف نے اس کو قبول کر لینے کی اطلاع مظاہر میں بھیج دی۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ مظاہر کے تمام ذمہ دار حضرات مدرسہ سے اتنے قدیمی تعلق رکھنے والے کو ہرگز جدا نہیں کرنا چاہتے اور سب ہی اپنے اس فیصلہ پر نہایت غمگین اداس اور رنجیدہ تھے یہی وجہ تھی کہ اس اطلاع نامہ پر ناظم صاحب کی طرف سے جہاں بہت سے حسرت اور رنج آمیز جملے لکھے ہوئے تھے وہیں یہ بھی لکھا ہوا تھا وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ لَمَحْزُوْنُوْنَ یا ...... مگر جن حالات میں فیصلہ کیا گیا تھا، ان کی اہمیت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا!

مولانا کی آخری علالت کا سلسلہ رمضان المبارک ۱۳۷۰ھ سے شروع ہو گیا تھا۔ عرق النساء کی شکایت کے ساتھ بخار اور بواسیر کی تکلیف بھی روز افزوں ہو رہی تھی، بالآخر سترہ ۱۷ ذیقعدہ ۱۳۷۰ھ مطابق اکیس ۲۱ اگست ۱۹۵۱ء سہ شنبہ کی شب میں گیارہ ۱۱ بجے انتقال ہوا غسل دینے والوں میں حضرت شیخ زاد مجدہ بھی شامل تھے، حضرت شیخ ہی نے نماز جنازہ پڑھائی اور دوپہر کے وقت قبرستان حاجی شاہ میں تدفین

عمل میں آئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ

علالت کے دوران مظاہر علوم کے تمامی اساتذہ، ذمہ دار حضرات بالخصوص حضرت مولانا عبداللطیف صاحب، حضرت شیخ زاد مجدہٗ بغرض عیادت جاتے رہے۔ علاج اور مشوروں میں شریک رہے اس سب کے باوجود انتقال کے بعد جب مظاہر کی ایک معزز اور باحیثیت شخصیت نے تجہیز وتکفین کا وقت دریافت کیا تو مولانا...... (جو اس وقت جماعت کے ایک ذمہ دار آدمی مانے جاتے تھے) نے یہ کہہ کر وقت بتلانے سے انکار کردیا کہ مولانا! کہاں ہو؟ یہ جنازہ ایسا نہیں جسے ہر کس وناکس ہاتھ لگاتے۔ مخصوص حضرات ہی بس اسے ہاتھ لگا سکیں گے۔

وفات سے تیسرے روز مولوی ابوالکلیث صاحب، مولوی صدرالدین اصلاحی وغیرہ پانچ رفقاء تعزیت کی غرض سے آئے۔ ان حضرات کا قیام کسی اور جگہ پر رہا۔ روانگی کے دن صبح کی چائے کی دعوت حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب زاد مجدہٗ کے یہاں ہوئی۔

یہ ہے اس مکتوب کا تاریخی پس منظر اور وجہ تالیف!

حضرت شیخ زاد مجدہٗ کے دوسرے مسودات کی طرح یہ مسودہ بھی غیر مطبوعہ شکل میں محفوظ تھا۔ حضرت شیخ زاد مجدہٗ پر اس زمانہ میں بھی اس کی طباعت پر زور دیا گیا مگر حضرت شیخ اس کی طباعت پر راضی نہ ہوئے۔ یہ کہہ کر انکار فرماتے رہے کہ یہ تو ایک نجی مکتوب تھا جو مرحوم کے غور کرنے کے لیے لکھا گیا تھا۔ مگر نوشتۂ تقدیر میں جو وقت اس کی طباعت اور عام اشاعت کا مقرر تھا وہ آگیا اور احباب ومتعلقین کا مجھ پر اصرار ہوا کہ اس کو شائع کردینا چاہیئے۔ چنانچہ بنام خدا اس کو طبع کیا جارہا ہے۔

یہ مسودہ مکمل تھا، مضمون کے اعتبار سے اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا۔ البتہ نظر ثانی کے موقعہ پر چند چیزوں کی رعایت ضرور کی گئی ہے

(۱) کتاب میں ذکر کردہ آیات قرآنیہ اور بہت سی احادیث نبویہ کے نہ ترجمے تھے اور نہ ہی کوئی تخریج وتشریح۔ اور ان دونوں حضرات کے لیے اس کی کچھ ضرورت بھی نہیں

تھی کیونکہ ایک طرف اس خط کے کاتب اگر شیخ الحدیث تھے تو دوسری طرف مکتوب الیہ شیخ التفسیر تھے۔ مگر چونکہ طباعت کے بعد یہ کتاب ہر شخص کے ہاتھوں میں جانے لگی، اس لیے آیات و احادیث کا ترجمہ مستقل حواشی میں[1] لکھ دیا گیا ہے اور اس کی تشریح کردی گئی ہے۔ قرآنی آیات کا ترجمہ حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور احادیث کا ترجمہ تھوڑے سے تغیر لفظی کے ساتھ مظاہر حق سے لیا گیا ہے۔

قرآن پاک اور احادیث نبویہ کے تراجم آئے دن ہو رہے ہیں۔ اور ان کی افادیت و ضرورت سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مگر کاتب سطور کو اپنے اکابر و مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کے تراجم میں جو لطف و سرور محسوس ہوتا ہے وہ کہیں اور نہیں ملتا۔ اثر تحریر بقدر اخلاص کے تو آپ بھی قائل ہوں گے۔

(۲) مودودی صاحب کی جن تالیفات کے اقتباسات نقل کیے گئے ہیں ان کی اصل سے مراجعت کرلی گئی۔

(۳) یہ مضمون مسلسل تھا کوئی عنوان کسی قسم کا اس میں نہیں تھا اس لیے نظر ثانی کے موقعہ پر عنوانات قائم کر دیئے گئے۔

ایک ضروری بات یہ ہے کہ یہ مضمون تقریباً پچیس سال قبل کا لکھا ہوا ہے۔ ادھر وہ کتابیں جن کے اقتباسات اس کتاب میں لیے گئے ہیں، چھوٹے بڑے مختلف سائزوں میں طبع ہوئی ہوں گی اس لیے تالیف کے وقت مصنف کے سامنے جس کتاب کا جو بھی نسخہ رہا ہے اس کی طباعت اور مقام اشاعت کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ تاکہ جو حضرات اپنے طور پر اصل سے مراجعت کرنا چاہیں وہ تغیر صفحات کی وجہ سے غلط تاثر نہ قائم کرلیں۔

(۱) تنقیحات۔ شائع کردہ مکتبہ جماعت اسلامی غریب خانہ گوشہ محل حیدرآباد۔
سنہ طباعت ۱۵ جون ۱۹۴۶ء۔

---

[1] یہ تمام حواشی جو پہلی اشاعت میں کتاب کے آخر میں ضمیمہ کی شکل سے شائع ہوتے تھے اس جدید اشاعت میں یہ تمام حواشی اصل جگہ یعنی اسی صفحہ پر شائع کیے جا رہے ہیں تاکہ قارئین کو مطالعہ میں سہولت ہو۔

(۲) تفہیمات ۔ شائع کردہ مکتبہ جماعت اسلامی ۵، اے ذیلدار پارک لاہور ۔

(۳) خطبات ۔ مکتبہ جماعت اسلامی دارالاسلام جمالپور پٹھانکوٹ پنجاب ۔

(۴) تجدید و احیائے دین ۔ مکتبہ جماعت اسلامی پٹھان کوٹ ۔

(۵) اسلامی عبادات پر ایک تحقیقی نظر ۔ شائع کردہ مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند دہلی ٦٠ ۔

(٦) متحدہ قومیت ۔ مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند، سوئی والان دہلی، شائع شدہ[ؔ] ۱۹٦۲ء ۔

مقدمہ نگار نے اپنے قارئین کا بہت سا وقت لے لیا ہے ۔ اب وہ درمیان سے ہٹتا ہے اور کتاب کے مطالعہ کے لیے موقع فراہم کرتا ہے ۔

بندہ محمد شاہد غفرلہٗ
سہارنپوری
یکم جمادی الثانی ۱۳۹۵ھ

ؔ ہمیں تحقیقی طور سے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ تالیف کے وقت حضرت مصنف زاد مجدہٗ کے سامنے یہ دو کتابیں (اسلامی عبادات پر ایک تحقیقی نظر ۔ متحدہ قومیت، کس مکتبہ کی طبع شدہ تھیں اور کس سن میں وہ طبع ہوئی تھیں اسلیے بدرجہ مجبوری بعد کے طبع شدہ ایڈیشن سے عبارت کا مقابلہ کر کے انہی کا حوالہ دیدیا گیا ۔ (شاہد غفرلہٗ)

تقریظ

از حضرت مولانا الحاج مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی زاد مجدہٗ صدر مفتی دار العلوم دیوبند، و حضرت الحاج مولانا سید محمد اسعد صاحب مدنی زاد مجدہٗ صدر

جمعیتہ علمائے ہند

(۱) الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

امابعد! رسالہ مبارکہ جماعت اسلامی — ایک لمحہ فکریہ! حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کی تالیف ایک خصوصی اور مختصر خطہ ہونے کے باوجود اہل علم و اہل دین حضرات کے لیے مشعل راہ ہے جس کی روشنی میں اس تحریک کی ضلالت اپنے خد و خال کے ساتھ بے نقاب ہوکر سامنے آجاتی ہے اور پھر اس کا روپہلا اور سنہرا رنگ کسی مخلص مومن کے قلب و نظر کو اپنی طرف مائل کرنے میں کامیاب نہیں ہوگا۔

جن حضرات پر اس تحریک کے زہریلے اثرات سے واقف ہونے کے لیے طویل مطالعہ کا وقت نہیں یا وہ اس کو اصولِ اسلام پر جانچنے کی استعداد نہیں رکھتے یا ان کی نظر اس کی گمراہ کن بنیادوں کے ادراک سے قاصر ہے ان کو اس رسالہ کے ذریعہ انشاء اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کا راستہ بسہولت مل جائے گا۔

والتوفیق بید اللہ واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراطٍ مستقیم

احقر محمود غفرلہٗ

دار العلوم دیوبند، ضلع سہارنپور

(۲)

احقر حضرت مفتی صاحب کی حرف بحرف تائید کرتا ہے مجھے خدا کی ذات سے قوی امید ہے کہ حضرت شیخ مدظلہ العالی کی یہ قیمتی تالیف اس فتنہ کو سمجھنے کے لیے اور اس کی خرابیوں سے مطلع ہونے کے لیے بہت کافی رہے گی۔

حق تعالےٰ شانہ عام مسلمانوں کے لیے اس کو نافع بناتے مفید فرمائے۔

محمد اسعد اللہ غفرلہٗ

۲ جمادی الثانی ۱۳۹۵ھ
مطابق ۱۳ جون ۱۹۷۵ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

آغازِ کتاب

——— مکرم و محترم مولانا الحاج محمد ---- [1] صاحب ہدانا اللہ وایاکم

بعد سلام مسنون!

جب سے موجودہ کشمکش شروع ہوئی بلکہ اس سے پہلے بھی بارہا دل چاہا کہ مودودی مسئلہ پر جناب سے گفتگو کروں مگر اپنی کم مائیگی عدمِ فرصت سدِّ راہ ہوتی رہی اس شورش کے زمانہ میں اور بھی زیادہ طبیعت پر تقاضا ہوا۔ مگر جب بھی آپ کے علاوہ آپ کی جماعت کے بعض افراد کی طرف سے موثق روایات کے ساتھ یہ سنتا رہا کہ اس شورش کا مصدر [2] یہی ناکارہ ہے تو ہمت پست ہوگئی۔ اس لیے کہ جب کسی شخص کے متعلق یہ جذبہ پیدا ہو جائے کہ یہی حقیقی مخالف ہے تو اس کی بات پر غور کرنے سے پہلے ہی تکدر پیدا ہو جایا کرتا ہے۔ مگر اس وقت ایک روایت سے یہ معلوم ہوا کہ کسی موقعہ پر آپ نے یہ

---

[1] یہاں پر مکتوب الیہ کا نام اخفا کے خیال سے حذف کر دیا گیا ہے۔ ہمارے حضرت شیخ زادمجدہ کے یہاں اس چیز کا بہت اہتمام ہے کہ نام کی تصریح کے بغیر جہاں تک کام چل سکتا ہو چلایا جائے اسی اہتمام نے مجبور کیا کہ یہاں اور دیگر مقامات پر نام حذف کر دیا جائے اور جن حضرات کے متعلق اطمینان تھا کہ وہ اپنے نام کے اظہار سے کبیدہ خاطر نہ ہوں گے یا ان کا اظہار خلافِ مصلحت نہیں سمجھا گیا اسے باقی رکھا گیا۔ [2] بعض صالحین نے اس زمانے میں یہ مشہور کر دیا تھا کہ حضرت شیخ زادمجدہ کی اس تحریک (مودودیت) پر برہمی اور ناراضی صرف اس وجہ سے ہے کہ ان سے وابستہ افراد پر اس کا بڑا اثر پڑ رہا ہے اور وہ حضرت شیخ اور تصوف و تقلید سے بیزار ہو کر ان کے حلقۂ ارادت سے نکلتے جا رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں خود مودودی صاحب کے الفاظ یہ ہیں "یہ سارے فتوے اور مضامین ایسے برسنے شروع ہوتے ہیں کہ جماعت اسلامی کی بڑھتی ہوئی تحریک سے اپنے حلقۂ متاثر کے آدمیوں کے ٹوٹ کا اندیشہ ان بزرگوں کو واحق ہوگیا ہے اور ساری فکر انہیں اب ان ٹوٹنے والوں کو روکنے کی بھی ہے۔" "اس شورش کا مصدر یہی ناکارہ ہے" سے اسی تخیل فاسدہ کی طرف اشارہ ہے۔

فرمایا کہ اس سلسلہ میں آپ صرف تین آدمیوں سے گفتگو کر سکتے ہیں۔ حضرت ناظم صاحب[1]، مولانا منظور احمد[2] صاحب اور یہ ناکارہ تو بندہ نے ناظم صاحب سے درخواست کی کہ وہ جناب سے تنہائی میں گفتگو فرمائیں۔ چنانچہ سات ۷ رجب ۱۳۴۷ھ کی صبح کو حضرت موصوف نے جناب سے کوئی گفتگو بھی فرمائی جس کی تفصیل تو معلوم نہیں مگر اجمالاً جو معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ آپ نے اس کو دباؤ سمجھ کر قبول کرنے سے انکار فرمادیا۔ حالانکہ حضرت ناظم صاحب کے اور آپ کے جو انواع متعددہ کے تعلقات تھے ان کے لحاظ سے اوّلاً تو وہ دباؤ تھا ہی نہیں اور اگر بالفرض تھا بھی تو قابلِ قبول نہ تھا نہ کہ قابلِ رد اسلیے کہ ہم لوگوں کی نگاہ میں ان کی علمیت تقدس

---

[1] ناظم صاحب سے مراد حضرت مولانا الحاج عبد اللطیف صاحب ہیں موصوف حضرت اقدس سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کی تحریص و ترغیب پر ۱۳۱۵ھ میں اپنے وطن پور قاضی سے آئے تھے اور مظاہر میں عربی کی ابتدائی کتب سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا تھا۔ ۱۳۲۲ھ میں دورۂ حدیث سے فراغت پائی۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب اور حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب استاذ حدیث تھے۔ فراغت کے بعد ۱۳۲۳ھ میں مظاہر علوم میں تقرر ہوا۔ ۱۳۳۳ھ میں پہلی مرتبہ ناظم مدرسہ بنے۔ ۱۳۳۱ھ میں استاذِ حدیث بن کر پہلی مرتبہ بخاری شریف اور ترمذی کا درس دیا۔ ۱۳۴۴ھ میں جب حضرت سہارنپوری حجاز مقدس تشریف لے جارہے تھے تو دوبارہ مستقل مدرسہ کے ناظم اعلیٰ بنائے گئے انتیس ۲۹ سال جانفشانی و تندہی کے ساتھ مدرسہ کی خدمات انجام دے کر دو ۲ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ مطابق دو اگست ۱۹۵۴ء دوشنبہ کو وفات پائی اور قبرستان حاجی شاہ میں تدفین ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔

[2] حضرت مولانا منظور احمد خاں صاحب مظاہر علوم کے کبار مدرسین میں سے تھے۔ اوّل سے آخر تک مظاہر علوم میں تعلیم پائی۔ ۱۳۲۸ھ میں فارغ ہوئے۔ اساتذہ کی فہرست میں حضرت سہارنپوری، مولانا عنایت الٰہی صاحب مولانا ثابت علی صاحب جیسے اعیان شامل ہیں ۱۳۳۰ھ میں مظاہر علوم میں بلا تنخواہ معین مدرس بنے۔ درس و تدریس کے مختلف مراحل و منازل سے گذر کر ۱۳۴۵ھ میں استاذ حدیث مقرر ہوئے اور ۱۳۴۶ھ میں دورۂ حدیث کے اسباق آپ کے حوالہ کیے گئے۔ کامل اٹھاون ۵۸ سال مدرسہ کی خدمات انجام دے کر تیئیس ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ انیس ۱۹ اگست ۱۹۶۸ء دوشنبہ کو انتقال ہوا۔ قبرستان حاجی شاہ میں تدفین عمل میں آئی۔

تقویٰ، مشیخت، استاذیت وغیرہ بہت سے اسباب اس کے موجب تھے کہ جناب اس کو قبول فرما لیتے۔ اگر حضرت عبداللہ مسعودؓ اپنی تحقیق کے خلاف حضرت عثمانؓ کے اتباع میں سفر میں بجائے دو کے چار رکعت پڑھ سکتے ہیں، اور حضرت امام شافعیؒ امام ابو حنیفہ رح کے احترام میں اپنی تحقیق کے خلاف کسی وقت رفع یدین چھوڑ سکتے ہیں تو جناب کو اپنی ذاتی منفرد رائے کے خلاف حضرت ناظم صاحب کی رائے کو (جبکہ وہ تمام اکابر کی رائے کے ساتھ متفق ہو رہی ہے) چھوڑنے میں کوئی اشکال نہیں ہونا چاہیے تھا۔ اور خود آپ کا اصول تو اس بارے میں ہم لوگوں سے بھی زیادہ شدید ہے کہ :

"معصیت میں بھی ایک حد تک اطاعت امیر کی جاتی ہے۔" (تفہیمات ص ۲۸۳)

اس کے بعد مجھے یہ خیال ہوا کہ زبانی گفتگو میں غور کا موقع کم ملتا ہے اور بسا اوقات جو بات ذہن میں مرکوز ہو جاتی ہے۔ اس کے خلاف گفتگو سے انقباض بھی ہو جاتا ہے اور اول ہی دہلہ میں طبیعت اس کے رد کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ میں اپنے خیالات کو مختصر طور پر تحریر کے ذریعہ خدمت میں پیش کر دوں۔ اگرچہ تحریر میں وہ تمام پہلو نہیں آ سکتے جو زبانی گفتگو میں سوال و جواب کی توضیحات میں آ سکتے ہیں کہ تحریر کا دامن بہر حال تنگ ہوتا ہے لیکن یکسوئی اور ٹھنڈے دل سے غور کا موقع اس صورت میں یقیناً زیادہ مل جاتا ہے امید ہے کہ آپ یکسوئی اور طمانیت کے ساتھ اس لیے ربط تحریر کو غور سے ملاحظہ فرمائیں گے۔ اور جیسا کہ آپ کی جماعت کے ہونہاروں کی طرف سے بار بار یہ خوش کن فقرے دہرائے جاتے ہیں کہ ہم شخصیت پرستی سے بہت بالا ہیں۔ ہم مودودی صاحب کو معصوم نہیں سمجھتے۔ ہم مودودی صاحب کے خلاف ہر اعتراض کو سننے اور اس پر غور کرنے کے لیے تیار ہیں۔ ہم اندھی تقلید نہیں کرتے جو بات ان کی ہماری سمجھ میں نہ آئے گی ہم اس سے بخوشی رجوع کر لیں گے وغیرہ وغیرہ۔

اُمید ہے کہ انہیں ضوابط کے تحت میں اس معروضہ پر غور کیا جائے گا۔

جناب کو معلوم ہے کہ اپنے مشاغل کے ہجوم کی وجہ سے اب سے پہلے مجھے مودودی صاحب کی کتب کو کچھ زیادہ تفصیل سے دیکھنے کا موقع نہیں ملا، سرسری طور سے کبھی کبھی کسی رسالہ میں کوئی مضمون دیکھ لیا۔ اس سرسری معلومات کے علاوہ میرے محترم مولانا ابوالحسن

علی میاں اور مولانا منظور صاحب نعمانی سے تبادلۂ خیالات کی بناء پر جو خیال[1] اس ناکارہ کا ہمیشہ سے مودودی صاحب کی کتب کے متعلق رہا وہ یہ تھا کہ عام دینداروں کو اور عربی طلبہ کو ان کتب کا مطالعہ مناسب نہیں۔ انگریزی تعلیم یافتہ اور کالج کے طلبہ کے لیے ان کا مطالعہ بہت مفید ہے۔ جن لوگوں نے مجھ سے کبھی تقریرًا یا تحریرًا سوال کیا۔ یہی مجمل جواب میں ان سے کہتا رہا اور دونوں نوع میں سے شخصی طور پر جب کسی نے مشورہ اپنی ذات کے لیے کیا تو جس نوع سے اس کا تعلق ہوتا تھا اس کے موافق اس کو دیکھنے یا نہ دیکھنے کا مشورہ دیتا رہا۔

اس تفریق کا مبنیٰ بندہ کے ذہن میں یہ تھا۔ ان کی تحریرات کا محور دو چیزیں ہیں۔ ایک وہ کافرانہ ملحدانہ نظریات جو آجکل کی سیاست اور تمدن میں روز افزوں ہیں۔ پہلے میرے خیال میں یہ تھا کہ ان کے خلاف مودودی صاحب کا قلم بہت شدت سے چلتا ہوگا اس لیے کہ وہ صاحب قلم ہیں اور ان نظریات کے پھیلانے والے بھی اصحاب قلم ہیں ان کے رد کے لیے ان سے زیادہ زوردار قلم کی ضرورت ہے اور مودودی صاحب نے اسی شدت سے ان پر کلام کیا ہوگا جس کے یہ مضامین مستحق ہیں۔ مگر تحریرات کے پڑھنے کے بعد مجھے اپنے اس تخیل میں کچھ پیچھے ہٹنا پڑا کہ جس شدت سے رد کے یہ مضامین مستحق تھے مودودی صاحب کا قلم ان کے خلاف چلتا تو ضرور ہے اور یقینًا انہوں نے اس کے خلاف بہت کچھ لکھا مگر قلم کا زور بہت ہلکا رہا۔

دوسرے وہ مضامین جو مذہبیات بالخصوص اجتہاد و تصوف اور اسلاف کی علمی تحقیقات کے متعلق ہیں ان کے متعلق یہ تو مجھے معلوم تھا کہ مودودی صاحب ان کے خلاف ہیں مگر میرے ذہن میں یہ نہیں تھا کہ ان کے خلاف جب مودودی صاحب کا قلم چلتا ہے تو وہ اس قدر بے قابو ہو جاتا ہے کہ ان کے ذہن میں ہی نہیں رہتا کہ میں کس کے خلاف قلم چلا رہا ہوں۔ معلوم نہیں آپ نے بھی کبھی اس طرف التفات فرمایا یا نہیں۔ اس کی طرف تو میں آگے چل کر آپ کی توجہ مبذول کراؤں گا۔

اس وقت تو مجھے یہ عرض کرنا تھا کہ بندہ کے مشورہ میں دو نوع کے آدمیوں کے لیے کیوں

---

[1] جماعت اسلامی کے سلسلہ میں حضرت شیخ زادمجدہٗ نے اپنے خیالات کا اظہار بہت سے خطوط میں بھی کیا ہے یہ تمام خطوط مکتوبات شیخ جلد سوم میں طبع ہو چکے ہیں۔ ان کا مطالعہ بھی ناظرین کے لیے مفید ثابت ہوگا۔

فرق رہا اور ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی قسم کے مضامین سے عام دیندار اور عمومی عربی طلبہ ناواقف ہیں اور ان کو ان سے نہ مناسبت نہ دلچسپی۔ اس لیے اس نوع کے مضامین تو ان کے لیے مذر زائد اور ناقابلِ غور بن جاتے ہیں۔ دوسری قسم کے مضامین سے ان کو دلچسپی بھی ہوتی ہے ان سے وہ متاثر بھی ہوتے ہیں اس لیے ان مضامین کے مضمرات سے ان کو نفع کے بجائے کئی نوع کے نقصانات پہنچ جاتے ہیں جن میں کا ادنیٰ درجہ اسلاف واکابر کی شان میں گستاخی ہے۔ اس قسم کے الفاظ سے آپ بھی بے خبر نہیں ہونگے۔ مثلاً

حضرت عثمانؓ میں خلافت کی اہلیت نہ تھی، مجھے معلوم نہیں ابوحنیفہؒ کوئی نیک آدمی تھا یا فاسق فاجر، اس کے متعلق جو روایات نقل کی جاتی ہیں وہی کونسی قطعی ہیں۔

یہ بخاری[1] شریف کا بُت کب تک بغل میں دبائے پھروگے وغیرہ وغیرہ۔

کثیر الفاظ جن کو نقل کرنے سے بھی دل زخمی ہوتا ہے۔ یہ الفاظ اب ایسے نہیں رہے جن کو یہ کہہ کر ٹال دیا جائے کہ روایات غلط پہنچی ہیں۔ رسالہ "زندگی" اکتوبر ۱۹۴۷ء کا وہ مضمون جس کا قاری صاحب[2] نے اپنے فتویٰ کے صفحہ اٹھائیس پر حوالہ دیا ہے آپ نے ملاحظہ فرمایا ہی ہوگا۔

---

[1] یہ اشارہ ہے اس گفتگو کی طرف جو خود مظاہر علوم کی چہار دیواری میں ہوئی کہ ایک ... عالم اور جماعت اسلامی کے مشہور امیر حلقہ مولانا صبغۃ اللہ صاحب بختیاری مظاہر میں آئے دورۂ حدیث شریف کے طلباء کو بخاری شریف لیے دیکھا تو فرمایا کب تک یہ بخاری کے بُت لیے رہو گے میدان میں آؤ۔

یہ مولانا صبغۃ اللہ صاحب بعد میں جماعت سے علیحدہ ہوگئے تھے اور مستقل توبہ نامہ اخبارات میں شائع کرایا تھا۔

[2] قاری صاحب کا مصداق مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب مفتی اعظم مظاہر علوم ہیں مفتی صاحب موصوف ۱۳۳۹ھ میں مظاہر علوم میں داخل ہوئے اور کافیہ، تہذیب سے اپنی تعلیم شروع کی ۱۳۴۱ھ میں فارغ ہوئے۔ اساتذہ کی فہرست میں حضرت سہارنپوری، مولانا ثابت علی صاحب مولانا عنایت الٰہی صاحب، مولانا منظور احمد صاحب جیسے حضرات شامل ہیں ۱۳۴۳ھ میں مظاہر میں استاذ تجوید، ۴۶ھ میں نائب مفتی اور ۱۳۵۲ھ میں مفتی اعظم اور قائم مقام صدر مدرس بنائے گئے۔ ۲۵ صفر المظفر ۱۳۷۷ھ میں انتیس اگست ۱۹۵۷ء پنجشنبہ کو طویل علا...

(باقی ...)

اور یہ بھی آپ نے اندازہ کر لیا ہوگا کہ امیر جماعت ہند[1] نے جو جواب اس کا مرحمت فرمایا اس میں سائل کے جذبات استنکاف کی کچھ تائید ہی کر دی۔ ایسی ہی چیزوں کا یہ اثر ہے کہ جماعت کے افراد میں بالعموم مقتدایان امت کا استخفاف روز افزوں ہے اور اس پر وہ بجائے متاثر و متاسف ہونے کے فخر کرتے ہیں کہ ہم شخصیت پرستی کے جذبہ سے بالاتر ہیں۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) کے بعد انتقال فرمایا۔

جید الاستعداد اور انتہائی ذکی و فطین علماء میں سے تھے، بہت سی کتب کے مصنف ہیں، شہرہ آفاق کتاب معلم الحجاج مولانا ہی کی تالیف ہے جو چالیس سال سے مسلسل طبع ہو رہی ہے۔

اس شورش اور ہنگامہ کے زمانہ میں چونکہ قاری صاحب موصوف مظاہر کے با اعتماد مفتی تھے اور مودودی صاحب کے متعلق مظاہر کا فتویٰ بھی موصوف کے دستخطوں کے ساتھ طبع ہو گیا تھا اس لیے مودودی صاحب بطور خاص ان سے بھی ناراض تھے، چنانچہ کسی سائل کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا۔

"مفتی سعید احمد صاحب کے فتووں میں تو صریح بددیانتی کی بدترین مثالیں پائی جاتی ہیں جنہیں دیکھ کر گھن آتی ہے۔"

اسی مکتوب میں شیخ الاسلام حضرت اقدس مدنی، حضرت مولانا اعزاز علی صاحب، حضرت مولانا محمد طیب صاحب زاد مجدہ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب مفتی اعظم، حضرت مولانا محمد زکریا صاحب زاد مجدہ، حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب وغیرہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

"اب یہ حضرات اس مقام سے گذر چکے جہاں ان کو خطاب کرنا مناسب اور مفید ہو، سب سے زیادہ افسوس مجھے مفتی کفایت اللہ صاحب پر ہے..... باقی رہے دوسرے حضرات تو ان کے فتوے پڑھ کر میں نے محسوس کیا کہ جس وقت یہ فتوے لکھے جا رہے تھے خدا کا خوف اور آخرت کی جوابدہی کا احساس شاید ان کے قریب بھی موجود نہ تھا۔"

[2] اس فتوے سے مفتی صاحب کی اپنی تالیف "کشف حقیقت" یعنی تحریک مودودیت اپنے اصلی رنگ میں، مراد ہے وہاں یہ مضمون دیکھ لیا جاوے مضمون کا عنوان یہ ہے "مودودی صاحب کی کتابوں کے مطالعہ کا اثر۔"

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] امیر جماعت ہند کا مصداق مولوی ابو اللیث صاحب ندوی ہیں۔

میں آپ ہی سے پوچھتا ہوں کیا یہ اُمور حضورؐ کے پاک ارشاد اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ[1] کے خلاف نہیں کیا اس قسم کی حرکات لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا[2] میں داخل نہیں؟ ان ہی وجوہ سے میں عربی طلباء کے لیے ان کتب کے مطالعہ کو مضر سمجھتا رہا۔ مگر میرے اس مشورہ کو یہ کہہ کر رد کر دیا جاتا ہے کہ اسے لٹریچر کو غور سے پڑھنے کی نوبت نہیں آئی۔ حالانکہ لٹریچر کی یہ ایسی معروف چیز تھی جس میں کسی معمولی نظر والے کو تردد نہ ہونا چاہیئے تھا اور اس خیال میں یہ ناکارہ تنہا نہ تھا بلکہ آپ کے سہانپوری جماعت کے سب افراد کو یہ معلوم تھا کہ ہم سب لوگ اسی خیال کے ہیں پھر میں اب تک نہیں سمجھا کہ آپ کی جماعت کے نوعمروں کو کیا غلط فہمی ہم لوگوں کے متعلق تھی جس کی وجہ سے وہ بار بار حضرت ناظم صاحب سے یہ مطالبہ کرتے تھے کہ اگر ارباب مدرسہ ان کتب کو طلباء کے لیے مضر سمجھتے ہیں تو وہ آخر اعلان کیوں نہیں کرتے۔ تمام سال میں جب بھی شوریٰ میں اس سلسلہ کا کوئی تذکرہ آیا حضرت ناظم صاحب نے اس پر زور دیا کہ وہ لوگ خود بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ اگر مدرسہ خلاف ہے تو کیوں اعلان نہیں کرتا۔ اور میں ہر مرتبہ شدت سے اس پر زور دیتا رہا کہ جب سب کو ہم لوگوں کا خیال معلوم ہے تو پھر کونسی ضرورت اعلان کی باقی رہی۔ مگر میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب پچیس جمادی الاول کی شوریٰ میں جناب نے اپنی سادگی سے خود بھی تجویز پیش کر دی کہ طلبہ کو جمع کر کے ان کتب کے دیکھنے کو روک دیا جائے میں خود اس جلسہ میں موجود رہوں گا۔ جناب نے یہ بھی فرمایا تھا کہ مسائل میں اختلاف تو ہوا ہی کرتا ہے، مسائل میں ہم ان کے موافق نہیں ہیں۔ صرف تنظیم میں موافق ہیں۔ میں خود اپنے مجامع میں ان مسائل کے خلاف کہتا رہتا ہوں جن میں ان کو ہماری جماعت سے خلاف ہے۔

---

[1] اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ یعنی لوگوں کو اپنے اپنے درجہ پر اتارو، یعنی جس آدمی کی جو حیثیت ہو اسی کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ کرنا چاہیئے (رواہ مسلم وابوداؤد عن عائشہؓ) [2] لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا۔ اس مضمون کی بہت سی احادیث مختلف الفاظ کے ساتھ ملتی ہیں یہاں پوری حدیث شریف کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے اور ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کھائے اور ہمارے علماء کا حق نہ پہچانے" (رواہ الترمذی عن ابن عمرو)

جناب کے اس رویہ کو دیکھتے ہوئے مولانا اسعد اللہ[1] صاحب نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ آپ خود ہی اس مضمون کی تقریر فرمادیں جس پر آپ نے اپنے گمنام اشتہاروں پر اپنے تاسف کا اظہار فرماتے ہوئے خود تقریر کرنے سے عذر کیا اور جلسہ میں موجود رہنے کو کافی بتایا، اس قرارداد پر شام کو دارالحدیث[2] میں وہ اعلان ہوا پھر معلوم نہیں کیا اسباب ایسے پیش آئے جن کی وجہ سے چار ہی دن بعد جناب کو نواب نور الرحمٰن کے مکان میں بڑے شدومد کے ساتھ اس اعلان والی تقاریر کی تردید فرمانی پڑی جو کم از کم میری توقع کے بالکل خلاف تھی میں یہ سمجھ رہا تھا کہ جیسا کہ آپ نے ۲۵ جمادی الاولیٰ والی شوریٰ میں فرمایا ہے۔ اس اجتماع میں جو آپ کی ہی جماعت کا ہے مودودی صاحب کے ان مسائل پر جو ہمارے مسلک کے خلاف ہیں شدت سے انکار فرمائیں گے۔ مگر ہوا یہ کہ آپ نے ان تقاریر کی بڑی شدت سے تردید فرمائی جو خود آپ ہی کے مشورہ سے میری رائے کے خلاف قرار پائی تھیں، اور میری حیرت کی انتہاء نہ رہی۔ جب میں نے آپ جیسے ذی علم کی طرف سے یہ سنا کہ مودودی صاحب کے اجتہاد کے سلسلہ میں آپ نے ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا تذکرہ بھی فرمایا اس کے متعلق

---

[1] حضرت مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب زاد مجدہ خلیفہ و مجاز حضرت اقدس تھانوی مظاہر علوم کے ان باکمال صاحب زہد و ورع اور مجسمۂ صلاح و فلاح فرزندوں میں سے تھے جن سے نہ صرف مظاہر علوم کی نیک نامی اور وقار میں اضافہ ہوا بلکہ آسمان علم پر ایک مزید درخشندہ ستارے کا ظہور ہوا۔

حضرت موصوف کی فراغت مظاہر سے ۱۳۴۴ھ میں ہوئی حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہٗ، حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب، حضرت مولانا عبداللہ صاحب گنگوہی، حضرت مولانا ثابت علی صاحب، حضرت مولانا عبداللطیف صاحب، حضرت مولانا ظفر احمد صاحب آپ کے اساتذہ میں سرفہرست ہیں۔ موصوف ۱۳۴۷ھ میں مظاہر کے استاذ بنائے گئے اور درس نظامی کی تقریباً ہر چھوٹی بڑی کتاب پڑھائی، ۱۳۶۵ھ میں مظاہر کے نائب ناظم اور ۱۳۷۴ھ میں ناظم اعلیٰ بنائے گئے (اطال اللہ بقائہ)

[2] یعنی مدرسہ مظاہر علوم کی دارالحدیث میں اس اعلان کا اجمالی تذکرہ مقدمہ میں دیکھ لیا جائے۔

میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ مودودی صاحب کی اس تحریر[عـــہ] کی طرف جناب کو متوجہ کروں جو انہوں نے ترجمان القرآن بابت ماہ شوال ۵۹ھ کے صفحہ ۳۸۸ پر اس شخص کی رد میں لکھی ہیں جس نے سرسید اور مولوی عبداللہ چکڑالوی کے تذکرہ میں مجدد صاحب اور شاہ ولی اللہ صاحب کا ذکر کر دیا تھا۔ مودودی صاحب کے ساتھ چاہے آپ کو کتنا ہی تعلق ہو مگر آپ جب ایک عالم کی حیثیت سے سامنے آ رہے تھے تو آپ کو بے لاگ تبصرہ کرنا چاہیئے تھا، ایسا نہ ہو کہ آپ بھی قرآن پاک پر ظلم کرنے والے بن جائیں۔

آپ کے اس اجتماع میں ہر شخص نے اس پر زور دیا کہ ان لوگوں کو لٹریچر پڑھنے کی تو نوبت نہیں آئی، سُنی سُنائی باتوں پر حکم لگاتے ہیں، اس نے مجھے بھی مجبور کیا۔ اس لیے بہت سا وقت خرچ کر کے بہت غور سے لٹریچر کا مطالعہ کرنا شروع کیا اور جتنا آگے بڑھتا جاتا تھا آپ پر اور صرف آپ پر میری حیرت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ مجھے اپنے ان دوستوں پر کچھ حیرت نہیں ہوئی جو اول ہی سے اجتہاد کے باب میں وسیع الخیال تھے یا تصوف سے کسی زمانہ میں نامانوس رہ چکے تھے۔ نہ ان نوعمروں پر تعجب ہوا جن کو دینیات میں زیادہ رسوخ پیدا نہیں ہوا تھا لیکن آپ پر

عـــہ مودودی صاحب کی وہ تحریر یہ ہے! ڈاکٹر صاحب نے سرسید اور مولوی عبداللہ چکڑالوی کے متعلق جو نوٹ لکھے ہیں وہ نظرِ ثانی کے محتاج ہیں اول تو ان دونوں حضرات کا ذکر مجدد صاحب رح شاہ ولی اللہ صاحب رح، شاہ اسماعیل شہید اور سید احمد بریلوی رح کے سلسلہ میں لانا یہ غلط فہمی پیدا کرتا ہے کہ گویا یہ بھی اسی سلسلہ کے آدمی ہیں و شتان ما بین ھٰؤلاء دھٰؤلاء پھر سرسید کے کام کو اصلاح اور تنقید عالی کے الفاظ سے تعبیر کرنا اور یہ کہنا کہ مسلمانوں میں ان کے بعد جتنی اہم مذہبی، سیاسی، اجتماعی، ادبی و تعلیمی تحریکیں اٹھی ہیں ان سب کا سررشتہ کسی نہ کسی طرح ان سے ملتا ہے دراصل مبالغہ کی حد سے بھی متجاوز ہے۔ علی گڈھ کے تعلق کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب کو خواہ سرسید سے کتنی ہی ارادت ہو مگر جب وہ ایک مسلمان محقق کی حیثیت سے سامنے آ رہے ہیں تو انہیں بے لاگ حق کا اظہار کرنا چاہیئے۔ سچ یہ ہے کہ ۱۸۵۷ء کے بعد سے اب تک جس قدر گمراہیاں مسلمانوں میں پیدا ہوئی ہیں ان سب کا شجرۂ نسب بالواسطہ یا بلاواسطہ سرسید کی ذات تک پہنچتا ہے وہ اس سرزمین میں تجدد کے امام اول تھے اور پوری قوم کا مزاج بگاڑ کر دنیا سے رخصت ہوتے رہے مولوی عبداللہ چکڑالوی تو ان کو قرآن کا بڑا عالم کہنا قرآن پر ظلم ہے۔ ایک بہکا ہوا آدمی جس کے ذہن کا توازن بگڑا ہوا ہو علم قرآن کی دولت سے کچھ بہرہ نہیں پا سکتا ۱۲ منہ

اس لیے زیادہ تعجب ہوا کہ میرے علم اور تجربے میں اب تک آپ دینیات میں راسخ تھے۔ میری عقل حیران ہے کہ لٹریچر کے تجددات کو آپ کس طرح برداشت کر رہے ہیں ان سب پر تفصیلی رائے کے لیے تو بڑا وقت چاہیئے۔ لیکن چند امور کی طرف میں آپ کی توجہ کو خصوصی طور پر مبذول کرانا چاہتا ہوں۔"

مودودی صاحب کی تفسیر بالرائے

میری نگاہ میں لٹریچر میں سب سے زیادہ سخت اور خطرناک چیز مودودی صاحب کی قرآن پاک کی تفسیر بالرائے ہے جس کے متعلق وہ خود اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ انہوں نے اس میں منقولات کی طرف التفات کی بھی ضرورت نہیں سمجھی وہ اپنی تفسیر کی ابتداء میں لکھتے ہیں۔

> "اس میں جس چیز کی کوشش میں نے کی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کو پڑھکر جو مفہوم میری سمجھ میں آتا ہے اور جو اثر میرے قلب پر پڑتا ہے حتی الامکان جوں کا توں اپنی زبان میں منتقل کر دوں۔" (ترجمان محرم ۱۳۶۱ھ ص ۲)

اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ مودودی صاحب اس کو صرف اپنی ذات تک نہیں بلکہ اپنی ساری جماعت کو اسی نہج پر چلانا چاہتے ہیں۔ وہ تعلیم کی اصلاح[1] کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:۔

> اس طرز تعلیم کو بدلنا چاہیئے۔ قرآن و سنتِ رسول کی تعلیم سب پر مقدم ہے مگر تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیروں سے نہیں ان کے پڑھانے والے ایسے ہونے چاہئیں جو قرآن و حدیث کے مغز کو پا چکے ہیں۔"

مولوی صاحب! ان الفاظ کو بہت غور و فکر سے پڑھیئے اور سوچیے کہ دین کہاں جا رہا ہے اور وہ جماعت کہاں جائے گی جو تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیروں سے بچا کر لے جائی جائے گی۔

---

[1] اس مضمون کا عنوان۔ "ہمارے نظام تعلیم کا بنیادی نقص" ہے۔

وہ اصلاحِ تعلیم ہی کے سلسلہ میں ایک دوسرے مضمون[1] میں لکھتے ہیں۔

قرآن کے لیے کسی تفسیر کی حاجت نہیں۔ ایک اعلیٰ درجہ کا پروفیسر کافی ہے جس نے قرآن کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا ہو اور جو طرزِ جدید پر قرآن پڑھانے اور سمجھانے کی اہلیت رکھتا ہو وہ اپنے لکچروں سے انٹرمیڈیٹ میں طلبہ کے اندر قرآن فہمی کی ضروری استعداد پیدا کرے گا۔" (تنقیحات ص۲۱۲)

کیا اس قسم کے مضامین کو پڑھتے وقت ان احادیث کی طرف کبھی آپ کا ذہن منتقل نہیں ہوتا جن میں تفسیر بالرائے کی مذمت اور وعیدیں آئی ہیں۔ مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد:

من قال فی القرآن برأیہ فلیتبوأ مقعدہ[2] من النار اور من قال فی القرآن برأیہ فاصاب فقد[3] اخطأ (مشکوٰۃ)

وہ تفسیر وحدیث کے پرانے ذخیروں سے بے نیاز کر کے براہِ راست تدبر فی القرآن کی ہر جگہ دعوت دیتے ہیں اور خود اس کا اعتراف بھی کرتے ہیں کہ :۔

یوں تو قرآن مجید کی آیات میں معنوی تحریف کرنے کی ہر زمانہ میں کوششیں کی گئیں ہیں اور ہر دور میں کج نظر لوگوں کا یہی شیوہ رہا ہے کہ کتاب الٰہی کے واضح ارشادات کو توڑ مروڑ کر اپنے نفس کی خواہشات یا اپنے دوستوں کے رجحانات و

---

[1] اس دوسرے مضمون کا عنوان یہ ہے۔ مسلمانوں کے لیے جدید تعلیمی پالیسی اور لائحہ عمل۔

[2] من قال فی القرآن برأیہ (الحدیث) یعنی جس نے قرآن شریف میں اپنی عقل سے کچھ کہا پس اس کو چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔" اپنی عقل سے کچھ کہا کا مطلب یہ ہے کہ قرآن شریف کی تفسیر اپنی عقل سے کرے۔ یہ روایت ترمذی شریف کی ہے۔

[3] من قال فی القرآن برأیہ فقد اخطأ (الحدیث) یعنی جس شخص نے قرآن پاک میں اپنی رائے سے کچھ کہا اور وہ صحیح بھی تھا پھر بھی اس نے خطا کی، مطلب یہ ہے کہ اگرچہ واقعہ میں اس کا کہا ہوا حق اور صواب تھا لیکن اپنی رائے سے تفسیر کیے جانے کی بنا پر وہ خطا کا حکم رکھتا ہے۔ یہ روایت ترمذی اور ابو داؤد کی ہے اور مشکوٰۃ میں کتاب العلم میں مذکور ہے۔

مطالبات کے مطابق ڈھالتے رہے ہیں " (تفہیمات ص۱۸۲)

اب آپ ہی خیال فرمائیں کہ ان تحریفات سے اگر حفاظت کی کوئی صورت تھی تو وہ تفسیر وحدیث کے پرانے ذخیروں ہی میں تھی، لیکن ان کو اب آپ دفن کرنا چاہتے ہیں اس کے بعد آپ خود سوچیے کہ عنداللہ و عندالناس آپ پر اور ان سب اہل حق پر (جن کی بلاواسطہ تائید سے مودودی صاحب کی تالیفات اور ان کی خود ساختہ تفسیر قرآن لوگوں کے یہاں قابل اعتماد بن رہی ہے) کیا یہ ذمہ داری عاید نہیں ہوتی کہ وہ یا علیٰ رؤس الاشہاد یہ اعلان کریں کہ ہمارے طرز عمل سے مودودی صاحب کی تفسیر کو غور سے ملاحظہ کرنے کے بعد جہاں جہاں جمہور اہل حق سے انہوں نے خلاف کیا ہے ان پر تنبیہ کریں اور بتلائیں کہ ان مواقع میں جمہور اہل حق سے ان کو خلاف ہے جس طرح حضرت تھانوی قدس سرہ نے دو رسالے اصلاح ترجمہ نذیریہ[1] اور اصلاح ترجمہ مرزا حیرت[2] تحریر فرمائے ہیں۔ ورنہ آپ خود سوچ لیجیے کہ آپ کی اجمالی تائید سے ان کے سب مضامین کی آپ کی طرف سے توثیق ہوتی ہے اور ان میں قرآن پاک کی آیات کی وہ تفاسیر بھی شامل ہیں جن کی تفسیر موصوف نے جمہور کے خلاف اپنی آزادانہ رائے سے کی ہے۔

آپ حضرات کا اپنی تنہائیوں میں یہ کہہ دینا کہ ہم نے ان مضامین یا ان تفاسیر کی تائید نہیں کی ہرگز کافی نہیں...... جبکہ مجامع میں تقریر و تحریر سے آپ ان کی اور ان کے لٹریچر کی تائید اور تحسین فرماتے ہوں جو حقیقت میں توثیق و تصدیق ہے اور میری ناقص نگاہ میں اس کی زیادہ ذمہ داری آپ پر اور مولانا ابوالحسن ندوی زاد مجدہ پر خصوصیت سے عائد ہوتی ہے کہ آج کل علماء تفسیر میں آپ کا عام طور پر شمار ہے۔ آپ حضرات کی اجمالی تائید آپ کی طرف سے موصوف کی

---

[1] اصلاح ترجمہ نذیریہ۔ ڈپٹی نذیر احمد صاحب دہلوی نے قرآن پاک کے ترجمہ میں اکثر مقامات پر ایسی غلطیاں کی ہیں جن سے مسائل شرعیہ اور عقاید اسلامیہ میں دھوکہ ہوتا ہے۔ حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہ نے ایسی تمام اغلاط کی تصحیح اور اصلاح فرمائی تھی جس کو اصلاح ترجمہ نذیریہ کے نام سے شائع کیا گیا۔

[2] اصلاح ترجمہ مرزا حیرت۔ یہ حضرت تھانوی کا اسی موضوع پر دوسرا رسالہ ہے اس میں مرزا حیرت دہلوی کے ترجمہ میں پیدا شدہ اغلاط کی تصحیح فرمائی ہے اور ان کی فروگذاشتوں پر متنبہ فرمایا ہے۔

کی تفسیر کی دلالت توثیق و تصدیق ہے اور اس سے آپ دونوں انکار نہیں کر سکتے کہ ان کی تفسیر قرآن میں بہت سی جگہ جمہور کا خلاف کیا گیا ہے۔ ع

پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی

مودودی صاحب کے نزدیک عبادت کا مفہوم

دوسرا بنیادی، اساسی اور کلی اختلاف عبادت کے مفہوم میں ہے۔ میرا خیال ہے کہ مودودی صاحب جو عبادت کا مفہوم بتلاتے ہیں وہ نہ صرف یہ کہ ہمارے خلاف ہے بلکہ دنیائے اسلام کے خلاف ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر اب تک عبادت کا مفہوم کسی کے نزدیک بھی یہ نہیں رہا جو مودودی صاحب تجویز کرتے ہیں اور نہ صرف دنیائے اسلام بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشادات کے بھی خلاف ہے۔ اور یہ چیز ان کی تمام تالیفات میں بہت کثرت سے پائی جاتی ہے۔ معلوم نہیں آپ نے کبھی اس طرف التفات بھی فرمایا یا نہیں۔ انہوں نے اپنے خطبات میں اپنے اختراعی معنی پر بہت زور دیا ہے اور اپنے زور قلم سے عبادات کو غیر عبادات کے ساتھ ایسا خلط کر دیا کہ جماعت کے ذہنوں سے عبادات کا مفہوم بالکل نکل جائے گا۔ وہ خود لکھتے ہیں کہ!

"انسان کے مذہبی تصورات میں عبادت کا تصور سب سے پہلا اور اہم تصور ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ مذہب کا بنیادی تصور عبادت ہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک نوع انسانی کے جتنے مذاہب کا پتہ چلا ہے ان میں سے ایک بھی عبادت کے تخیل و تصور سے خالی نہیں۔" (تفہیمات ص ۳۷)

آپ خود خیال فرمائیں کہ عبادات کے مفہوم کی اہمیت کو ماننے کے باوجود جب وہ عبادات کو غیر عبادت کے ساتھ خلط ملط کر دیں گے تو عبادت کا مفہوم اور اس کی اہمیت جماعت میں کیسے باقی رہ سکتی ہے۔ میری نگاہ میں یہ بہت اہم چیز ہے۔ جب لوگوں کی نگاہ سے عبادات کا تمیز اور تشخص جاتا رہے گا تو عبادات کی اہمیت ــــ قطعاً جاتی رہے گی۔

اب اس کو ملاحظہ فرمائیں کہ وہ عبادات کی نئی تفسیر کیا کرتے ہیں، وہ لکھتے ہیں!

"غلط کہتا ہے جو کہتا ہے کہ عبادت صرف تسبیح و مصلّٰی اور مسجد و خانقاہ تک محدود ہے۔ مومنِ صالح صرف اسی وقت اللہ کا عبادت گذار نہیں ہوتا جب وہ دن میں پانچ وقت نماز پڑھتا ہے اور بارہ مہینوں میں ایک مہینہ کے روزے رکھتا ہے اور سال میں ایک وقت زکوٰۃ دیتا ہے اور عمر بھر میں ایک بار حج کرتا ہے۔ بلکہ درحقیقت اس کی ساری زندگی عبادت ہی عبادت ہے۔ جب وہ کاروبار میں حرام کے فائدوں کو چھوڑ کر حلال کی روزی پر قناعت کرتا ہے تو کیا وہ عبادت نہیں کرتا، جب وہ معاملات میں ظلم و جھوٹ اور فریب اور دغا سے پرہیز کر کے انصاف اور راستبازی سے کام لیتا ہے تو کیا یہ عبادت نہیں ہے۔ پس حق یہ ہے کہ اللہ کے قانون کی پیروی اور اس کی شریعت کے اتباع میں انسان دین اور دنیا کا جو کام بھی کرتا ہے وہ سراسر عبادت ہے حتیٰ کہ بازاروں میں اس کی خرید و فروخت اور اپنے اہل و عیال میں اس کی معاشرت اور اپنے خالص دنیوی اشغال میں اس کا انہماک بھی عبادت ہے۔ (تفہیمات ص۵۵)

ظاہری نظر میں یہ مضمون بہتر ین اور دین کی اہمیت پیدا کرنے والا ہے۔ لیکن آپ نے غور فرمایا کہ اس طرح عبادات کو غیر عبادات کے ساتھ خلط کر دیا گیا۔ حدیث کا ادنیٰ سے ادنیٰ طالب علم بھی یہ فرق ضرور سمجھتا ہو گا کہ عبادات و معاملات دو چیزیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ کتب حدیث و فقہ اوّل سے لے کر آخر تک ساری کی ساری اس فرق سے لبریز ہیں کہ عبادات و معاملات دو علیحدہ چیزیں ہیں۔ معاملات میں اگر حدود اللہ کی رعایت ہو اور اللہ کی رضا اس میں ملحوظ ہو تو اس کی وجہ سے ان پر عبادات کی طرح سے ثواب مل جانا امر آخر ہے۔ اور ضرور ملتا ہے اور اس اجر و ثواب کی وجہ سے نصوص میں ان پر کہیں کہیں عبادت کا مجازاً اطلاق بھی کر دیا گیا۔ لیکن کیا اس وجہ سے کہ ان پر بھی اجر مل جاتا ہے وہ عبادات کے مفہوم میں داخل ہو جائیں گے۔ یہ ایسا ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من جہز غازیا فی سبیل اللہ فقد غزا ومن خلف غازیاً فی اھلہ فقد غزا[1] (مشکوٰۃ)

---

[1] من جہز غازیا فی سبیل اللہ۔ الحدیث یعنی جس شخص نے جہاد کرنے والے کا سامان درست (باقی اگلے صفحہ پر)

کیا کوئی حدیث پر ادنی نظر رکھنے والا بھی اس حدیث سے یہ سمجھے گا کہ کسی مجاہد کی مدد کرنا یا اس کے اہل وعیال کی خبر لینا حقیقی جہاد ہے۔ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ[۱] (الآیۃ)

اس آیت شریفہ میں ظاہر ہے کہ بیع وشرا سے اس کی حقیقت شرعیہ مراد نہیں ہے بلکہ معنی مجازی مراد ہیں۔ جیسا کہ امام سرخسیؒ نے مبسوط صفحہ ۲۴۸ جلد نمبر ۲ میں اس کی تصریح کی ہے۔ اسی طرح مجازاً ہر فعل ثواب پر عبادت کا اطلاق اس کی حقیقتِ شرعیہ کو نہیں بدل سکتا ہے۔ علامہ شامیؒ کے قول کو مودودی صاحب جتنا بھی ناقابل التفات سمجھتے ہوں، سمجھتے رہیں لیکن غالبؒ آپ تو ابھی تک ایسا نہیں سمجھتے ہوں گے۔ وہ لکھتے ہیں العبادۃ عبارۃ عن الخضوع والتذلل وحدھا فعل لا یراد بہ الا تعظیم اللہ بامرہ[۲] الخ شامی ص۲۵۷ جلد (۲) حقیقتِ عبادت یہی چیز ہے۔

اسی مضمون کو حضرت اقدس شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں مفصل ذکر فرمایا ہے وہ فرماتے ہیں اعلم ان مبنی الشرائع علی تعظیم شعائر اللہ والتقرب بھا الیہ تعالیٰ اس کے بعد فرماتے ہیں ومعظم شعائر اللہ اربعۃ القراٰن والکعبۃ والنبی والصلوٰۃ[۳]۔ حجۃ اللہ ص۵۵ جلد (۱) باب تعظیم شعائر اللہ۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کیا پس وہ بھی جہاد کرنے والے کا حکم رکھتا ہے اور جو شخص مجاہد کے اہل وعیال کی خیر خبر رکھے اور ان کا خدمت گذار بنا رہے پس اس نے بھی تحقیق جہاد کیا مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا کہ ایک مجاہد کو ملتا ہے یہ حدیث بخاری ومسلم کی ہے

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) [۱] ان اللہ اشتریٰ من المومنین، الآیۃ ترجمہ اس کا یہ ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملیگی مطلب یہ ہے کہ ایمانداروں کو انکے مال اور جان کے بدلہ میں بہشت دیگئے۔" (پارہ یعتذرون رکوع ۲)

[۲] العبادۃ عبارۃ عن الخضوع والتذلل الخ یعنی عبادت خضوع وتذلل سے عبارت ہے اور اسکی تعریف یہ ہے کہ وہ ایسا فعل ہے جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے امر کی تعظیم ہی مقصود ہو۔ مطلب یہ ہے کہ عبادت خضوع وتذلل کا نام ہے جس کا مقصد واحد اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعظیم کرنا ہے ۱۲ [۳] اعلم ان مبنی الشرائع یعنی شرائع کی بنیاد اللہ کے شعائر کی تعظیم پر اور ان شعائر کے ذریعہ سے حق تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے پر ہے اور شعائر اللہ میں اہم ترین چیزیں چار ہیں قرآن کریم کعبہ مکرمہ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور نماز

علامہ مناوی لکھتے ہیں العبادۃ اقصی غایۃ الخضوع وتعارف فی الشرع فیما جعل علامتہ لنہایۃ الخضوع من صلوۃ وصوم وجہاد وقراءۃ[۱] آھ

(شرح ص۷۹)

امام غزالیؒ کی احیاء کے متعلق تو خود مودودی صاحب کو بھی اعتراف ہے کہ اس میں ایک ایک برائی کی جڑ اور اس کی نفسیاتی اور تمدنی اسباب کا کھوج لگایا ہے اور اسلام کا صحیح اخلاقی معیار پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے (تجدید و احیاء دین، ترجمان ص۳۰۵)

مگر اس بنیادی چیز کو امام غزالیؒ بھی نہ سمجھے کہ انہوں نے اسی احیاء میں ربع العبادات کو اخلاقیات وغیرہ سے علیحدہ کر دیا، بلکہ نعوذ باللہ شاید خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسلام کی اس بنیادی حقیقت کو نہ سمجھے جس کو مودودی صاحب کی ذکاوت نے سمجھ لیا۔ ہزاروں احادیث اس پر شاہد ہیں کہ عبادات کا حقیقی مفہوم وہی ہے جو اب تک ساری دنیا سمجھتی آئی ہے۔

عبادت کے متعلق چند احادیث نبویہ

چند احادیث کی طرف مثال کے طور پر آپ کی توجہ مبذول کراتا ہوں۔

عن عطاءؒ قلت لعائشۃ رضؓ اخبرینی باعجب ما رأیت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت لم یکن عجبًا اتانی اللیلۃ فدخل معی فی لحافی ثم قال ذرینی اعبد ربی فقام فتوضأ ثم قام یصلی[۲] (الحدیث)

---

[۱] العبادۃ اقصی غایۃ الخضوع الخ یعنی عبادت انتہائی درجہ کے خضوع کا نام ہے اور شرع میں (عبادت) اس چیز کے لیے متعارف ہے جسکو انتہائی خضوع کی علامت قرار دیا گیا ہو، چاہے وہ نماز ہو یا روزہ جہاد یا قرأت ہو۔

[۲] عن عطاءؒ قلت لعائشۃ رضی اللہ عنہا اخبرینی الخ حضرت عطا فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عجیب بات سُنائیے انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بھی بات ایسی نہیں جو عجیب نہ ہو۔ ایک مرتبہ رات کو تشریف لاتے میرے بستر پر میرے لحاف میں لیٹ گئے پھر ارشاد فرمایا چھوڑ دیں تو اپنے رب کی عبادت کروں گا، یہ کہہ کر تشریف لے گئے وضو فرمایا اور نماز کی نیت (باقی اگلے صفحہ پر)

کیا یہ حدیث اس باب میں نص نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیوی کے پاس لیٹے ہوتے یہ کہہ کر اُٹھ جاتے ہیں کہ مجھے چھوڑو میں تو اپنے رب کی عبادت کروں گا اور یہ کہہ کر نماز شروع فرما دیتے ہیں۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی نعوذ باللہ اسی غلط فہمی میں مبتلا تھے جس میں ساری دنیا مبتلا ہے کہ عبادت چند مناسک ہی کا نام ہے۔ متعدد روایات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے۔ ما اوحی الی ان اجمع المال واکون من التاجرین ولکن اوحی الی ان سبح بحمد ربک وکن من الساجدین واعبد ربک حتی یاتیک الیقین [۵۱] (مشکوٰۃ)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے مال جمع کرنے اور تجارت کا حکم نہیں دیا گیا مجھے تسبیح، سجدہ اور عبادت کا حکم دیا گیا ہے کسی صحابی نے بھی یہ نہ پوچھ لیا کہ حضور تجارت تو خود عبادت ہے وہ تو وَاعْبُدْ میں آ گئی، آپ اس کی نفی کیوں فرما رہے ہیں، اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے [۵۲] یا ابن آدم تفرغ لعبادتی املاء صدرک غنی واسد فقرک الحدیث مشکوٰۃ)

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) باندھلی اور رونا شروع کر دیا یہاں تک کہ آنسو سینہ مبارک پر بہنے لگے پھر اسی طرح رکوع میں روتے رہے یہاں تک کہ ساری رات گذار دی حتی کہ صبح کی نماز کے واسطے حضرت بلالؓ بلانے آ گئے حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ آپ تو بخشے بخشائے ہیں پھر اس قدر کیوں روتے ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ کیا میں اللہ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں؟ پھر فرمایا کیوں نہ روؤں جب کہ آج مجھ پر یہ آیات نازل ہوئی ہیں الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا و علی جنوبھم و یتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض ربنا ما خلقت ھٰذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار۔ پھر فرمایا ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جوان کو پڑھے اور غور و فکر نہ کرے ۱۲

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) [۵۱] ما اوحی الی ان اجمع المال الخ یعنی میری طرف یہ وحی نہیں کی گئی کہ میں مال جمع کروں اور تجارت کرنے والوں میں سے بن جاؤں لیکن ہاں اس کی وحی ضرور کی گئی ہے کہ میں اپنے پروردگار کی حمد و تسبیح کروں اور سجدہ کرنیوالوں میں سے بن جاؤں یہاں تک کہ مجھ کو موت آ جائے۔ یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کتاب الرقاق میں موجود ہے۔

[۵۲] یا ابن ادم تفرغ لعبادتی املاء صدرک الخ یعنی اے ابن آدم! تو میری عبادت کیلئے فارغ ہو جا میں تیرے سینے کو بےفکری سے بھر دوں گا اور تیرے فقر و فاقہ کو دور کر دوں گا اور اگر تو ایسا نہ کرے یعنی میری عبادت کیلئے فارغ نہ ہوا تو پھر ضرور تو اور دنیا کے مشاغل میں تجھ کو پھنسا دوں گا اور تیرا فقر و فاقہ بند نہیں کروں گا (کذا فی الجامع الصغیر بروایۃ احمد والترمذی وابن ماجۃ)

جب کہ عبادت وغیرہ خود عبادت ہی ہے پھر کس چیز کے لیے حق تعالیٰ شانہ فراغت حاصل کرنے پر اس کا احسان فرما رہے ہیں کہ میں تیرا فقر دور کر دوں گا، دوسری حدیث میں ہے۔

ذکر رجل عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعبادۃ واجتہاد وذکر اخر برعۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تعدل بالرعۃ[1] (مشکوٰۃ)

یہاں نہ تو کسی صحابی کو اس کا پتہ چلا نہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ تقویٰ اور عبادت تو ایک ہی چیز ہے۔ یہ تقویٰ کا اور عبادت کا مقابلہ کیسا۔ واخرج الشیخان عن انس قال جاء ثلثۃ رھط الی بیوت ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسئلون عن عبادۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما اخبروا کانھم تقالوھا[2]۔

یہ صحابہ کرام کس چیز کو عبادت سمجھ رہے تھے اور ازواج مطہرات کو بھی عبادت کے مفہوم کا پتہ نہ چلا۔ انہوں نے بھی اس سوال کے جواب میں وہی پوجا پاٹ کی باتیں بتا دیں،

---

[1] ذکر رجل عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک ایسے شخص کی عبادت کا تذکرہ آیا جو گناہوں سے زیادہ نہیں بچتا تھا، اور ایک دوسرے شخص کی عبادت کا تذکرہ اس کی پرہیزگاری کے ساتھ ساتھ آیا تو آپ نے فرمایا کہ دونوں کی عبادت کو برابر نہ کرو اور نہ ایک درجہ پر رکھو (رواہ الترمذی)

[2] واخرج الشیخان عن انس قال جاء ثلثۃ رھط الخ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کی تحقیق کے سلسلہ میں تین شخص آپ کے گھر والوں کے پاس آئے۔ جب ان کو آپؐ کی عبادت کا حال بتلایا گیا تو آپس میں کہنے لگے کہ بھلا ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ عبادت میں کہاں کر سکتے ہیں بالخصوص جب کہ آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔ پھر ان میں سے ایک نے تمام رات نماز میں مشغول رہنے کا عہد کر لیا دوسرے نے روزے رکھنے کا اور تیسرے نے نکاح نہ کرنے کا عہد کر لیا اتنے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا کیا تم نے ایسی ایسی بات کہی ہے؟ خدا کی قسم میں تمہارے مقابلہ میں خدا سے بہت ڈرتا ہوں اور تم سے زیادہ متقی ہوں، لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں افطار بھی کرتا ہوں نماز بھی پڑھتا ہوں سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں پس جس شخص نے میرے طریقے سے اعراض اور انکار کیا وہ مجھ سے نہیں ہے فائدہ:- یہ تین صحابی حضرت علیؓ حضرت عثمان بن مظعونؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ تھے، یہ حدیث بخاری شریف اور مسلم شریف میں مذکور ہے۔)

آپ ساری کتب حدیث کو تلاش کر لیجئے، محدثین رحؒ جہاں کہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا عنوان قائم کریں گے اس میں روزہ نماز وغیرہ کا ذکر کریں گے، دوسری طاعات بھی ذکر لنہ کریں گے، چہ جائیکہ معاملات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فضل العالم علی العابد کے بارے جتنی روایات حدیث کی کتابوں میں وارد ہیں اگر ان میں عبادت کا یہی مفہوم نہیں جس کو غلط بتایا جا رہا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ سارے ارشادات بے معنی ہو جائیں گے۔ عن ابی سعید[۱] قال رجل ای الناس افضل یا رسول اللّٰہ قال مومن مجاھد بنفسہ ومالہ فی سبیل اللّٰہ قال ثم من قال ثم رجل معتزل فی شعب من الشعوب یعبد ربہ (کذا فی الترغیب صفحہ ۴۹۷)

یہ عبادت رب کیا چیز تھی جو جہاد کے مقابلہ میں ذکر کی گئی۔ ان روایات اور ان جیسی روایات کو کتب احادیث سے ملاحظہ کیجئے اور پھر سارے لٹریچر سے عبادات کے مفہوم میں جس زورِ قلم سے مودودی صاحب نے تحریف کی ہے اس کو غور سے ملاحظہ کیجئے۔ مودودی صاحب لکھتے ہیں۔

افسوس کہ عبادت کے اس صحیح اور حقیقی مفہوم کو مسلمان بھول گئے۔ انہوں نے چند مخصوص اعمال کا نام عبادت رکھ لیا اور سمجھے کہ بس انہیں اعمال کو انجام دینا عبادت ہے اور ان ہی کو انجام دے کر عبادت کا حق ادا کیا جا سکتا ہے۔ اس عظیم الشان غلط فہمی نے عوام اور خواص دونوں کو دھوکے میں ڈال دیا ہے۔ عوام نے اپنے اوقات میں سے چند لمحے خدا کی عبادت کے لیے مختص کر کے باقی تمام اوقات کو اس سے آزاد کرا لیا ہے، قانونِ الٰہی کی دفعات میں سے ایک ایک دفعہ کی خلاف ورزی کی، جھوٹ بولے غیبت کی، بدعہدیاں کیں مگر پانچ وقت کی نماز پڑھ لی۔

---

[۱] عن ابی سعید قال رجل ای الناس افضل الخ حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کونسا آدمی افضل ہے؟ ارشاد فرمایا وہ مومن افضل ہے جو اپنی جان اور مال سے خدا کے راستہ میں جہاد کرے عرض کیا گیا اس کے بعد کون افضل ہے؟ فرمایا وہ آدمی جو سب سے الگ ہو کر کسی گھاٹی میں چلا جائے اور وہاں جا کر اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہو جائے۔

زبان اور حلق کی حد تک قرآن کی تلاوت کر لی، سال میں مہینہ بھر کے روزے رکھ لیے
اپنے مال میں سے کچھ خیرات کر دی ایک مرتبہ حج بھی کر آئے اور سمجھے کہ ہم خدا کے
عبادت گذار بندے ہیں کیا اسی کا نام خدا کی عبادت ہے (تفہیمات ص ۵۸)

کون کہتا ہے کہ حرام کام حرام نہیں ہیں۔ ناجائز امور معصیت نہیں ہیں ان کے کرنے پر عتاب نہ ہوگا، ان پر سزا نہ ہوگی لیکن کیا یہ بھی صحیح ہے کہ جائز امور کے ساتھ اگر وہ عبادتیں کی جائیں، جو حقیقتاً عبادات ہیں تو وہ عبادت بھی عبادت نہ رہے گی۔ کیا اہل سنت والجماعت کا یہی مسلک ہے کہ معاصی اور گناہوں سے عبادتیں بھی ضائع ہو جاتی ہیں، اگر عبادات کے عبادت ہوتے کا یہی مطلب ہے جو مودودی صاحب نے اختراع کیا ہے کہ معاصی کرنے سے عبادات عبادت نہیں رہتیں تو ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء[1] کا پھر کیا مطلب ہے وَالَّذِيْنَ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا[2] کا کیا مقصد رہا۔ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ[3]۔

کیا یہ تینوں قسمیں اللہ کے برگزیدہ بندوں کی نہیں ہیں، عبادت گذاروں کی نہیں ہیں اس آیت شریفہ کی تفسیر میں جو روایات حدیث میں وارد ہوئی ہیں وہ مودودی صاحب کی نظر سے تو اس لیے

---

[1] ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ الآیۃ بیشک اللہ تعالے اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اور اس کے سوا جتنے اور گناہیں تو جس کے لیے منظور ہوگا وہ گناہ بخش دیں گے اور جو شخص اللہ تعالے کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہراتا ہے وہ بڑے جرم کا مرتکب ہوا (والمحصنات ع ۳) [2] خلطوا عملا صالحا الآیۃ پوری آیۃ شریفہ کا ترجمہ یہ ہے اور کچھ اور لوگ ہیں جو اپنی خطا کے مقر ہو گئے جنہوں نے ملے جلے عمل کیے تھے کچھ بھلے اور کچھ برے۔ اللہ سے امید ہے کہ ان پر توجہ فرما دیں بلاشبہ اللہ تعالی بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں (پارہ یعتذرون ع ۱) [3] ثم اورثنا الکتاب الآیۃ یعنی پھر یہ کتاب ہم نے ان لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچائی جن کو ہم نے اپنے تمام دنیا کے بندوں میں سے پسند فرمایا پھر بعض تو ان میں اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور ان میں بعض متوسط درجہ کے ہیں اور بعض ان میں خدا کی توفیق سے نیکیوں میں ترقی کیے چلے جاتے ہیں یہ بڑا فضل ہے (ومن یقنت رکوع ۱۵)

نہیں گذریں کہ ان کو قرآن پاک کے فہم کے لیے کسی تفسیر کی ضرورت نہیں۔ اور وہ اپنی جماعت کو قرآن و حدیث کے پرانے ذخیروں سے بچا کرلے جانا چاہتے ہیں۔ لیکن کیا آپ کی نظر سے بھی وہ احادیث نہیں گذریں جو حضورؐ سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کی گئی ہیں۔ کیا آپ کی نظر سے یہ حدیث نہیں گذری۔ انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی ھٰذہِ الاٰیۃ ھٰؤلاء کلھم بمنزلۃ واحدۃ وکلھم فی الجنۃ۔[1]

اور اس سے واضح الفاظ میں کتنی روایات اس سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں لیکن مودودی صاحب گناہوں کی وجہ سے عبادات کو عبادت ہونے سے نکال رہے ہیں۔

تجدید و احیائے دین میں مودودی صاحب لکھتے ہیں۔

کیا عبادت اسی کا نام ہے کہ کفار چار دانگ عالم میں شیطانی فتوحات کے ڈنکے بجاتے پھریں اور تم خدا کی زمین اور خدا کی مخلوق کو ان کے لیے چھوڑ کر نمازیں پڑھنے روزے رکھنے اور ذکر و شغل کرنے میں منہمک ہو جاؤ۔ اگر عبادت یہی ہے جو تم کر رہے ہو اور اللہ کی عبادت کا حق اس طرح ادا ہوتا ہے تو پھر یہ کیا ہے کہ عبادت تم کرو اور زمین کی حکومت و فرمانروائی دوسروں کو ملے کیا معاذ اللہ خدا کا وعدہ جھوٹا ہے جو اس نے قرآن کریم میں تم سے کیا تھا۔ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ (الآیۃ)

اگر خدا اپنے وعدہ میں سچا ہے اور اگر یہ واقعہ ہے کہ تمہاری اس عبادت کے باوجود نہ تم کو زمین کی خلافت حاصل ہے نہ تمہارے دین کو تمکن نصیب ہے۔ تو تم کو سمجھنا چاہیے کہ تم اور تمہاری ساری قوم عبادت گذار نہیں بلکہ تارکِ عبادت ہے۔

(تفہیمات ص ۵۹)

---

[1] انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی ھٰذہ الاٰیۃ آیت اورثنا الکتاب کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ سب ایک ہی درجہ میں ہیں اور سب کے سب جنتی ہیں۔

آپ نے غالباً کسی زمانہ میں مشرقی[۱] کا تذکرہ بھی پڑھا ہوگا، اس ناکارہ کو تو اس کے مطالعہ میں بھی بڑا وقت ضائع کرنا پڑا تھا۔ تعجب ہے کہ ایک طرف تو مودودی صاحب مشرقی کی تردید کرتے ہیں دوسری طرف بعینہ اس کے نظریہ کو قریب قریب ان ہی الفاظ میں نقل کرتے ہیں اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جو سعی کی جاتے وہ بہترین عمل ہے۔ افضل ترین عبادت ہے بڑے بڑے فضائل احادیث میں اس پر وارد ہوتے ہیں بلکہ اس کے چھوڑنے پر سخت وعیدیں آتی ہیں۔

لیکن اس سب کے باوجود میں آپ ہی سے پوچھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص کسی عذر سے یا بلا عذر اس کو نہ کرے تو کیا پھر اس کی کوئی عبادت عبادت نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ارشاد فرمائیں من اٰمن باللہ ورسولہ واقام الصلوٰۃ وصام رمضان کان حقاً علی اللہ ان یدخلہ الجنۃ جاھد فی سبیل اللہ اوجلس فی ارضہ التی ولد فیھا[۲] (البخاری)

---

[۱] اس نام کا مصداق عنایت اللہ مشرقی ہیں جو خاکسار جماعت کے بانی اور امیر تھے، کفریہ عقاید، ملحدانہ اقوال اور مغربی تخیلات سے ان کی زندگی بہت بڑی حد تک ملوث تھی ۱۹۳۱ء میں جب خاکسار تحریک کا آغاز کیا تو اس کے لیے اپنا لٹریچر بھی تیار کیا، تذکرہ اشارات، قول فیصل، خطاب، مقالات، مولوی کا غلط مذہب - یہ سب مشرقی تالیفات ہیں اور سب میں اپنے باطل نظریات اور خیالات کی تبلیغ کی گئی ہے، بیلچہ اس جماعت کا اپنا مخصوص نشان تھا جس کے متعلق مشرقی کا کہنا تھا کہ ہم ہزار گنا قوت اور قرآنی سند کے ساتھ کہتے ہیں کہ آج بیلچے کے بغیر کوئی مسلمان مسلمان نہیں وغیرہ وغیرہ۔

۱۹۴۱ء میں یہ تحریک ختم ہونی شروع ہوئی اور ۱۹۴۵ء تک تقریباً ہر جگہ سے نیست ونابود ہوگئی اس کے بعد مشرقی پاکستان چلے گئے اور ایک عرصہ تک گمنام زندگی گذار کر راہی ملک بقا ہوگئے۔

[۲] من اٰمن باللہ ورسولہ الخ یعنی جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور نماز کو قائم کیا اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ پر از روئے فضل وکرم کے لازم ہے کہ اپنے وعدہ کے مطابق اس کو جنت میں داخل کریں، جہاد کرے اللہ کے راستہ میں یا اپنے وطن میں بیٹھا رہے جہاں پیدا ہوا تھا یعنی چاہے نہ جہاد کرے نہ ہجرت کرے مگر اللہ پر اس کے رسولؐ پر ایمان رکھے، نماز اور رمضان کے روزوں کا اہتمام کرے تو یہ چیز بھی اس کے حق میں کافی ہے

اور آپ اس کی ساری عبادات سے انکار کر دیں۔ یہ واقعی بڑا تجدیدی کارنامہ ہے۔
اور اس سے زیادہ عجیب بات آیۂ استخلاف سے استدلال ہے اس کے بارے میں عرض کروں گا کہ پہلے تو خود مودودی صاحب کی ایک عبارت ملاحظہ کیجئے وہ لکھتے ہیں۔

"یہ دنیوی زندگی چونکہ آزمائش کی مہلت ہے اس لیے نہ یہاں حساب ہے نہ جزا نہ سزا، یہاں جو کچھ دیا جاتا ہے وہ کسی نیک عمل کا انعام نہیں بلکہ امتحان کا سامان ہے اور جو تکالیف مصائب شدائد وغیرہ پیش آتے ہیں وہ کسی عملِ بد کی سزا نہیں ـــ لہٰذا دنیا میں جو کچھ نتائج ظاہر ہوتے ہیں وہ کسی طریقہ یا کسی عمل کے صحیح یا غلط نیک یا بد اور قابل اخذ یا قابل ترک ہونے کا معیار نہیں بن سکتے۔" (ترجمان جلد ۱۷ عدد ۴ ص ۲۷۸)

اس کے بعد میں جناب سے پوچھتا ہوں کہ جن انبیاء کرام علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کو سلطنت نہیں ملی یا ان کی حکومت قائم نہیں ہوئی کیا ان میں سے کوئی بھی عبادت گذار نہ تھا کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مکی زندگی میں بالکل بھی عبادت نہیں کی۔ کم از کم اتنا تو آپ کو ماننا ہی پڑے گا کہ جب تک یہاں اسلامی حکومت قائم نہ ہو کوئی شخص بھی یہاں عبادت گذار نہیں۔ نسلی مسلمانوں کا تو ذکر ہی کیا۔ یہاں اصلی مسلمان اور صالحین کی جماعت بھی عبادت گذار نہیں رہتی۔ ہم لوگوں کو تو زیادہ اشکال نہیں کہ ہمارے نزدیک جس شخص کو سلطنت نہ ملے وہ شخص اس وجہ سے تارک عبادت نہیں بنتا۔ لیکن آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کے مجتہد صاحب کے فتوے کے موافق آپ کی ساری جماعت تارکِ عبادت ہے؟

حکومتِ الٰہیہ کی حقیقت مودودی صاحب کے الفاظ میں

اس کے ساتھ ہی اس حکومت الٰہیہ کی حقیقت پر مودودی صاحب کے الفاظ میں غور فرمالیجئے جس کے لیے یہ تمام قرآن و حدیث میں تحریفات کی جا رہی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

"اسلام اس سے تو دلچسپی نہیں رکھتا کہ زمین پر ایک سلطنت کا قبضہ رہے یا دوسری سلطنت کا، اس کو دلچسپی جس چیز سے ہے وہ محض انسانیت کی فلاح ہے اس

فلاح کے لیے وہ اپنا ایک خاص نظریہ اور ایک عملی مسلک رکھتا ہے اس نظریہ اور مسلک کے خلاف جہاں جس چیز کی حکومت بھی ہے اسلام اس کو مٹانا چاہتا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ کوئی قوم ہو اور کوئی ملک ہو۔ اسکا مدعا اپنے نظریہ اور مسلک کی حکومت قائم کرنا ہے۔ بلالحاظ اس کے کہ کون اس کا جھنڈا لے کر اٹھتا ہے۔ (تفہیمات صـــ ۶۳)

اس بلالحاظ کے لفظ کو ذرا غور سے ملاحظہ فرما کر آگے سنیں۔

اسلام کا جہاد نرا جہاد نہیں ہے بلکہ جہاد فی سبیل اللہ ہے اور فی سبیل اللہ کی قید اس کے ساتھ لازمی قید ہے۔ اس کا لفظی ترجمہ ہے" راہ خدا" میں اس ترجمہ سے لوگ غلط فہمی میں پڑ گئے اور یہ سمجھ بیٹھے کہ زبردستی لوگوں کو اسلام کے مذہبی عقاید کا پیرو بنانا جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ کیونکہ لوگوں کے تنگ دماغوں میں راہِ خدا کا کوئی مفہوم اس کے سوا نہیں سما سکتا مگر اسلام کی زبان میں اس کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ ہر وہ کام جو اجتماعی فلاح و بہبود کے لیے کیا جائے اور جس کے کرنے والے کا مقصد اس سے خود کوئی دنیوی فائدہ اٹھانا نہ ہو بلکہ محض خدا کی خوشنودی حاصل کرنا ہو۔ اسلام ایسے کام کو فی سبیل اللہ قرار دیتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر آپ خیرات دیتے ہیں اس نیت سے کہ اسی دنیا میں مادی یا اخلاقی طور پر اس خیرات کا کوئی فائدہ آپ کی طرف پلٹ آئے تو یہ فی سبیل اللہ نہیں اور اگر خیرات سے آپ کی نیت یہ ہے کہ ایک غریب انسان کی مدد کر کے آپ خدا کی خوشنودی حاصل کریں تو یہ فی سبیل اللہ ہے۔ (تفہیمات صـــ ۱۶۴)

جہاد کے لیے بھی فی سبیل اللہ کی قید اسی غرض کے لیے لگائی گئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص یا گروہ جب نظام حکومت میں انقلاب برپا کرنے اور اسلامی نظریہ کے مطابق نیا نظام مرتب کرنے کے لیے جد وجہد کرنے اٹھے تو اس قیام اور سر بازی میں اس کی اپنی کوئی نفسانی غرض نہ ہونی چاہیے اس کا مقصد یہ ہرگز نہ ہونا چاہیئے کہ قیصر کو ہٹا کر خود قیصر بن جائے ـــ اس کی تمام

قربانیوں اور ساری محنتوں کا مدعا صرف یہ ہونا چاہیئے کہ بندگانِ خدا کے درمیان ایک عادلانہ نظام زندگی قائم کیا جائے اور اس کے معاوضہ میں خدا کی خوشنودی کے سوا اور کچھ اس کو مطلوب نہ ہو۔" (تفہیمات ص ۶۴)

جہاد کے اس مفہوم اور فی سبیل اللہ کی اصلی معنویت کو مختصراً بیان کر دینے کے بعد اس دعوت انقلاب کی تھوڑی سی تشریح کرنا چاہتا ہوں جو اسلام لے کر آیا ہے۔

یہاں پوری تفصیل کا موقع نہیں مختصراً میں یہ بات آپ کے ذہن نشین کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام کی دعوتِ توحید و خدا پرستی محض اس معنی میں ایک مذہبی عقیدہ کی دعوت نہ تھی جس میں اور دوسرے مذہبی عقائد کی دعوت ہوا کرتی ہے بلکہ حقیقت میں یہ ایک اجتماعی انقلاب کی دعوت تھی۔ (تفہیمات ص ۱۶۸)

خالص علمی حیثیت سے جب ہم ان اسباب کا تجزیہ کرتے ہیں جن کی وجہ سے جہاد فی سبیل اللہ کی حقیقت کو سمجھنا غیر مسلموں بلکہ خود مسلمانوں کے لیے دشوار ہو گیا، تو ہمیں دو بڑی اور بنیادی غلط فہمیوں کا سراغ ملتا ہے۔ پہلی غلط فہمی یہ ہے کہ اسلام کو ان معنی میں محض ایک مذہب سمجھ لیا۔ جن میں لفظ مذہب عموماً بولا جاتا ہے۔ دوسری غلط فہمی یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان معنوں میں محض ایک قوم سمجھ لیا گیا جن میں یہ لفظ عموماً استعمال ہوتا ہے۔ ان دو غلط فہمیوں نے صرف ایک جہاد ہی کے مسئلہ کو نہیں بلکہ مجموعی حیثیت سے پورے اسلام کے نقشہ کو بدل ڈالا ہے اور مسلمانوں کی پوزیشن کلی طور پر غلط کر کے رکھ دی ہے۔

مذہب کے معنی عام اصطلاح کے اعتبار سے بجز اس کے اور کیا ہیں کہ وہ چند عقائد اور عبادات اور مراسم کا مجموعہ ہوتا ہے۔

اسی طرح قوم کے معنی اس کے سوا اور کیا ہیں کہ وہ ایک متجانس گروہ اشخاص کا نام ہے جو چند بنیادی اوصاف میں مشترک ہونے کی وجہ سے باہم مجتمع اور دوسرے گروہوں سے ممتاز ہو گیا ہو۔

پس اگر اسلام ایک مذہب اور مسلمان ایک قوم ہے تو جہاد کی ساری معنویت جس کی بناء پر اُسے افضل العبادات کہا گیا ہے سرے سے ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام کسی مذہب کا اور مسلمان کسی قوم کا نام نہیں بلکہ دراصل اسلام ایک انقلابی نظریہ و مسلک ہے جو تمام دنیا کے اجتماعی نظم کو بدل کر اپنے نظریہ و مسلک کے مطابق تعمیر کرنا چاہتا ہے۔ (تفہیمات ص۶۲)

یہ ہے اس حکومت الٰہیہ کی حقیقت جس کی خاطر آپ مذہب کا مفہوم بدل رہے ہیں، عبادت کے مفہوم میں تحریف کر رہے ہیں کہ وہ ایک تحریک ہے جیسا کہ دنیا کی اور تحریکات ہوتی ہیں اسلام کو اس سے بھی غرض نہیں کہ اس کا جھنڈا کون اُٹھا کر چلے۔ جو بھی رفاہِ عام کے لیے اس کا جھنڈا اُٹھالے وہی حکومت الٰہیہ ہے وہی اسلام ہے اس لیے اسلام کسی مذہب کا نام نہیں ہے۔

اس کے ساتھ مودودی صاحب کے ان الفاظ کو بھی پڑھ لیجیے۔

جب تک اجتماعی زندگی میں تغیر واقع نہ ہو کسی مصنوعی تدبیر سے نظامِ حکومت میں کوئی مستقل تغیر پیدا نہیں کیا جا سکتا۔ عمر بن عبدالعزیز جیسا فرمانروا جس کی پشت پر تابعین و تبع تابعین کی ایک بڑی جماعت بھی تھی اس معاملہ میں قطعی ناکام ہو چکا ہے۔ کیونکہ سوسائٹی بحیثیت مجموعی اس اصلاح کے لیے تیار نہ تھی۔ محمد تغلق اور عالمگیر جیسے طاقتور بادشاہ اپنی شخصی دینداری کے باوجود نظامِ حکومت میں کوئی تغیر نہ کر سکے، مامون الرشید جیسا با جبروت حکمران نظامِ حکومت میں نہیں صرف اس کی اوپری شکل میں خفیف سی تبدیلی کرنا چاہتا تھا۔ مگر اس میں بھی ناکام ہوا۔ یہ اس وقت کا حال ہے جب کہ ایک شخص کی طاقت بہت کچھ کر سکتی تھی۔

(ترجمان محرم سن۶۰ھ ص۶۰)

میں یہ سمجھنے سے بالکل قاصر ہوں کہ جس ترانہ کو آپ حضرات ہر وقت گاتے ہیں موجودہ زمانہ میں وہ خیالی پلاؤ کے سوا اور کیا چیز رہ گئی۔ جب کہ خیر القرون میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ بھی باوجودیکہ ان کی پشت پر تابعین و تبع تابعین کی جماعت تھی اس میں قطعی ناکام ہو چکے ہیں۔ پھر اس سائن بورڈ کو سامنے رکھ کر کیوں مذہب اسلام کو مسخ کیا جا رہا ہے کہ اب نہ مذہب کا وہ تصور صحیح رہا جو ہمیشہ سے ہوتا

چلا آیا نہ عبادات کی وہ حقیقت رہی جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھی یا صحابہ کرامؓ اور اس زمانہ سے لے کر اب تک ساری امت محمدیہ نے سمجھی۔ اسی وجہ سے مودودی صاحب کو کہنا پڑا کہ:

> تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اب تک کوئی مجدد کامل پیدا نہیں ہوا ہے۔ قریب تھا کہ عمر بن عبد العزیز اس منصب پر فائز ہو جاتے۔ مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ (ترجمان شوال ۵۹ھ صفحہ ۲۹۰)

واقعی ایسا مجدد اب تک کہاں پیدا ہوا ہوگا جس نے دین کی ساری اصطلاحات کو نیا قالب دیا ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تو ارشاد ہے کہ میری امت میں ہر صدی کے شروع میں مجدد ہوگا۔ اور اس ارشاد کو مودودی صاحب بھی بڑے زور سے قبول کرتے ہیں اس لیے کہ اس وقت ان کو ایک مجدد کی بڑی سخت ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ لیکن یہ ارشاد تیرہ صدی تک بے معنیٰ ہی رہا کہ کوئی کامل مجدد پیدا نہ ہو۔

میں نے عبادات کے متعلق صرف دو چار عبادتوں پر مثال کے طور سے تنبیہ کی ہے۔ آپ کی نظر میں تو ماشاء اللہ سارا لٹریچر ہے جس میں جگہ جگہ عبادات کے مفہوم کو مسخ کیا ہے اور اس مسخ شدہ ذہنیت کو اسلام کی روح بتایا جاتا ہے۔

مودودی صاحب لکھتے ہیں۔

> اور یہی جہالت ہم ایک نہایت قلیل جماعت کے سوا مشرق سے لے کر مغرب تک عام مسلمانوں میں دیکھ رہے ہیں خواہ وہ ان پڑھ عوام ہوں یا دستار بند علماء یا خرقہ پوش مشائخ، یا کالجوں اور یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ حضرات ان سب کے خیالات اور طور طریقے ایک دوسرے سے بدرجہا مختلف ہیں مگر اسلام کی حقیقت اور اس کی روح سے ناواقف ہونے میں سب یکساں ہیں۔
>
> (تفہیمات صفحہ ۳۶)

ان سب عبارات میں جن کی طرف بندہ نے جناب کی توجہ مبذول کرائی ہے غور فرمائیں یہ عبادت کے مفہوم میں صریح تحریف نہیں ہے۔ یہ توجیہ کہ ان عبارات کا مفہوم یہ ہے کہ ان کو عبادت نہ سمجھا جائے قطع نظر اس کے کہ یہ بھی غلط ہے خود مودودی صاحب اس

آگے بڑھ کر ان کو عبادات ہی نہیں سمجھتے ۔ وہ لکھتے ہیں کہ :۔

جو شخص دنیا اور اس کے معاملات سے الگ ہو کر ایک گوشہ میں جا بیٹھتا ہے اور اپنا سارا وقت نمازیں پڑھنے میں صرف کر دیتا ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جسے آپ اپنے باغ کی رکھوالی کے لیے مقرر کر دیں مگر وہ باغ کو اور اس کے کام کاج کو چھوڑ کر آپ کے سامنے ہر وقت ہاتھ باندھے کھڑا رہے صبح سے شام اور شام سے صبح تک آقا آقا پکارتا رہے اور باغبانی کے متعلق جو ہدایات آپ نے اُسے دی ہیں ان کو نہایت خوش الحانی اور ترتیل کے ساتھ بس پڑھتا رہے ۔ ان کے مطابق باغ کی اصلاح و ترقی کے لیے کام ذرا نہ کرکے دے ۔ ایسے ملازموں کے متعلق جو کچھ رائے آپ قائم کریں گے وہی رائے اسلام کی بھی ایسے عبادت گذاروں کے متعلق ہے اور جو برتاؤ اس قسم کے ملازموں کے ساتھ آپ کریں گے وہی برتاؤ ان غلط تصورات کے تحت عبادت کرنے والوں کے ساتھ خدا بھی کرے گا ۔" (اسلامی عبادت پر ایک تحقیقی نظر صا)

آپ ہی غور فرمائیے کہ یہ مثال اسی وقت صحیح ہو سکتی ہے جب کہ ہاتھ باندھے کھڑے رہنا صبح سے شام تک آقا آقا پکارنا اس نوکر کی ڈیوٹی نہ ہو ۔ اگر یہ بھی ڈیوٹی کے اجزاء ہیں تو پھر مودودی صاحب کی مثال بالکل غلط ہے ۔ آپ اسلام کے ارکان خمسہ کو ڈیوٹی کا جزو بنا کر مودودی صاحب کی اس مثال کو کسی طرح بھی سچا ثابت نہیں کر سکتے ۔ رہی یہ بات کہ حق تعالیٰ شانہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا ۔ اس کے متعلق مختصر تو یہ ہے کہ وہی امام غزالی جن کے قول سے مودودی صاحب اجتہاد میں استدلال کرتے ہیں اسی احیاء میں جس سے مودودی صاحب نے بھی اخذ کیا ہے ۔

لکھتے ہیں کہ آخرت کا ارادہ کرنے والوں کی چھ قسمیں ہیں :۔

عابد، عالم، متعلم، والی، معترف، موحد، مستغرق بالواحد ۔

ان میں سے پہلی قسم وہی عابد ہے جس کو مودودی صاحب گردن زدنی قرار دیتے ہیں ۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ عابد وہ ہے جو عبادت کے لیے فارغ ہو گیا ہو اس کو اس کے سوا کوئی دوسرا مشغلہ نہ ہو ۔ ان کی عبادات کے وظائف مختلف ہوتے ہیں بعض کے اکثر

اوقات نماز میں خرچ ہوتے ہیں۔ بعض کے تلاوت میں، بعض کے تسبیحات میں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں وہ لوگ بھی تھے جن کا معمول بارہ ہزار تسبیح روزانہ کا تھا اور وہ بھی تھے جن کا معمول تیس ہزار روزانہ کا تھا۔ اسی طرح صحابہ کرام میں وہ حضرات بھی تھے جن کا معمول روزانہ تین سو رکعات نوافل پڑھنے کا تھا، اور وہ بھی تھے جن کا چھ سو رکعات اور ایک ہزار رکعات روزانہ کا تھا ان حضرات کے معمولات میں کم سے کم جو مقدار نقل کی گئی وہ سو رکعات روزانہ کی کی گئی ہے۔ اسی طرح قرآن پاک کے بارے میں بھی ان حضرات سے ایک کلام مجید روزانہ بھی نقل کیا گیا ہے اور دو قرآن مجید روزانہ بھی۔ (احیاء صـ ۳۱۶ جلد نمبر ۱)

حق تعالیٰ شانہ، ان حضرات کے ساتھ وہی معاملہ فرمائے گا جو مودودی صاحب کی دی ہوئی مثال میں نالائق نوکروں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ میں اس کے متعلق کیا کہوں۔ آپ ہی بتائیں؟

گوشہ نشینی اور خلوت

گوشہ خلوت میں بیٹھنے کے متعلق مودودی صاحب اپنے سارے لٹریچر میں جتنی بھی چاہے پھبتیاں اڑائیں لیکن قرآن پاک میں فَأْوُوا إِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ [۵۱] ہی کو مرتب فرمایا ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبوت جنگلوں میں دس برس تک بکریاں چرانے کے بعد ہی ملی ہے۔ اور اس کو تو شاید تاریخ کا بچہ بچہ بھی جانتا ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت گوشہ تنہائی میں ہی ملی تھی اور یہی نہیں بلکہ ہجرت کے بعد تک بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گوشہ تنہائی میں جا کر بیٹھنے کو ترک نہیں فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث۔ كَانَ النَّبِيُّ [۵۲]

---

۵۱ فاْوُوا الی الکھف ینشر لکم الآیۃ پوری آیت شریفہ کا ترجمہ یہ ہے اور جب تم ان لوگوں سے الگ ہو گئے ہو اور ان کے معبودوں سے بھی مگر سوائے اللہ کے تو تم غار میں چل کر پناہ لو تم پر تمہارا رب اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے لیے تمہارے اس کام میں کامیابی کا سامان درست کر دے گا۔ پارہ سبحٰن الذی رکوع نمبر ۱۳، ترجمہ از حضرت اقدس تھانوی)

۵۲ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یبدوا الی ھذہ التلاع حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نبوت ملنے کے بعد بھی تخلیہ کی غرض سے ان ٹیلوں اور پہاڑیوں پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔

صلی اللہ علیہ وسلم بیدنا و الی هٰذہ البلاغ ۔ ہجرت کے بعد ہی کا معمول ہے اور یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پاک ذات ہی سے نقل کر دیا۔

یعجب ربک من راعی غنم فی راس شظیۃ للجبل یؤذن بالصلوۃ و یصلی فیقول اللہ انظروا لعبدی هٰذا یؤذن و یقیم الصلوۃ و یصلی و یخاف منی قد غفرت لعبدی و ادخلتہ الجنۃ[1] (لابی داؤد والنسائی کذا فی جمع الفوائد ص۵۲)

مودودی صاحب اس نوکر کو جتنا بھی نالائق اور اس سے بھی آگے سمجھیں مگر اس نوکر کا مالک اس سے راضی ہے وہ اس پر ناراض نہیں کہ تو نے باغ کی کیا رکھوالی کی حضور پاک کا ارشاد ہے

یوشک ان یکون خیر مال المسلم غنم یتبع بہا شعف الجبال ومواقع القطر یفر بدینہ من الفتن[2] (کذا فی المشکوۃ عن البخاری)

یہ کونسا دین ہے جس کے محفوظ رکھنے کے لیے آدمی لوگوں سے بھاگ کر پہاڑ کی چوٹی پر جا رہا ہے۔ جدید[3] اصطلاح میں دین کے معنی تو امیر کی اطاعت کے بن گئے تھے یا اسٹیٹ کی حفاظت کے۔ کیا یہ پہاڑ کی چوٹی پر اسٹیٹ کی حفاظت کرنے کے لیے جا رہا ہے۔ خدا تو وہاں ملے گا نہیں۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اذا بقیت فی حثالۃ من الناس میں الزم بیتک واملک علیک لسانک وخذ ما تعرف ودع ما تنکر وعلیک بامر خاصۃ

---

[1] یعجب ربک من راعی غنم الخ یعنی آپ کا رب اس بکریاں چرانے والے پر تعجب کرتا ہے جو پہاڑ کی چوٹی پر رہ کر اذان دیتا ہو اور نماز پڑھتا ہو۔ پس اللہ تعالےٰ (فرشتوں سے مخاطب ہو کر) فرماتے ہیں کہ دیکھو میرے اس بندے کو کہ اذان کہتا ہے، اقامت کہتا ہے نماز پڑھتا ہے اور مجھ سے ڈرتا ہے پس میں نے اپنے بندہ کی مغفرت کردی اور اس کو جنت میں داخل کر دیا۔

[2] یوشک ان یکون خیر مال المسلم الخ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ وہ زمانہ قریب ہے جب کہ مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں گی کہ وہ ان کو پہاڑ کی چوٹی پر بارش کی جگہ لے جائے اور ان کے دودھ پر گذر اوقات کرے اور اپنے دین کو محفوظ رکھنے کی نیت سے بھاگ کر پہاڑ پر رہنے لگے۔ (رواہ البخاری)

[3] "زندگی" اپریل ۱۹۵۱ء ص۶۳

ودع امر العامۃ[1] (مشکوٰۃ) نہیں فرمایا، یہ دنیا کے جھگڑوں کو چھوڑ کر گھر کے گوشۂ تنہائی میں زبان بند کر کے بیٹھ جانے کا حکم نبویؐ کس نوکر کے لیے ہے۔ ایسے نوکر کے متعلق جناب کی کیا رائے ہے کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں ہے۔ اذا رأیت شحا مطاعًا وھوی متبعًا ودنیا مؤثرۃ واعجاب کل ذی رای برایہ فعلیک نفسک ودع امر العوام[2] (الحدیث مشکوٰۃ)

غرض بیسیوں روایات حدیث کی کتابوں میں آپ کی نظر میں بھی ایسی ہوں گی جن میں ان نالائق نوکروں کے فعل کو سراہا گیا ہوگا۔

میرا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ اقامت دین یا تبلیغ دین کرنے والوں کو اس مبارک کام سے روکنا چاہتا ہوں میں تو خود رسالہ فضائل تبلیغ لکھ کر اس کی حوصلہ افزائی کر چکا ہوں اور کرتا رہتا ہوں لیکن

---

[1] اذا بقیت فی حثالۃ من الناس الخ حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اے ابن عمرو اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کہ تم نااہل لوگوں کے درمیان چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ان کے عہد وپیمان اور امانتیں سب بیکار ہوں گی اور وہ آپس میں اس طرح اختلاف کریں گے جیسے انگلیاں ایک دوسرے میں اختلاف کرتے ہوئے گھس جاتی ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ ایسے موقع پر میرے لیے کیا ارشاد ہے؟ فرمایا اس چیز کو پکڑ لینا جس کو تم حق سمجھو اور اس چیز سے الگ ہو جانا جس کو تم ناحق سمجھو اور لوگوں کے خیالات میں مت پڑنا اور عوام سے الگ رہنا۔"

[2] اذا رأیت شحا مطاعًا الخ حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ایسے بخیل لوگوں کو دیکھو کہ ان کی فرمانبرداری کی جا رہی ہے اور خواہشاتِ نفس کا اتباع کیا جا رہا ہے اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دی جا رہی ہے اور جب تم یہ دیکھو کہ ہر عقل ومذہب والا آدمی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اجماع امت اور ائمہ کے اقوال کو چھوڑ کر اپنی عقل اور مذہب کو اچھا جان رہا ہے اور علماء کی طرف رجوع ترک کر کے اپنے نفس کو مفتی بنا رہا ہے۔ پس ان حالات میں اپنی ذات کی حفاظت کرتے ہوئے اپنے گناہوں کو نگاہ میں رکھو اور عوام سے الگ ہو جاؤ اور ان سے تعرض مت کرو۔

(رواہ الترمذی وابن ماجہ)

ان فضائل کا یہ مطلب تو ہو ہی نہیں سکتا کہ شریعت مطہرہ میں تحریف کردی جائے اور قرآن پاک اور احادیث نبویہ کو بھی مسخ کردیا جائے کیا قرآن و حدیث میں اقامت دین یا اسلامی حکومت یا تبلیغ کے فضائل کی کچھ کمی ہے کہ ان کے ثابت کرنے کے واسطے شریعت مطہرہ میں تحریف و اصلاح کی ضرورت پیش آئے۔ مسلمانوں کو اس خلط ملط سے جو شدید نقصان پیش آئے گا وہ انتہائی ناقابلِ تلافی ہوگا کہ ان کی نگاہ میں عباداتِ معروفہ اور بازاروں میں تجارتی اشتغال ایک درجہ میں ہوجائیں گے اور چونکہ یہ اشتغال بالطبع سب کو مرغوب ہیں اس لیے پہلے افعال کی اہمیت کم ہوجانے کے بعد طبعاً ان میں کمی اور ان میں زیادتی لامحالہ ہوگی۔ اس پر آپ کسی وقت یکسوئی کے ساتھ غور کریں۔

مودودی صاحب کے یہاں عبادات کی حیثیت

اس کے قریب قریب لٹریچر کا بڑا زہر جو بقول مولانا اعزاز علی[۱] صاحب زاد مجدہم کے شہد

---

[۱] حضرت مولانا اعزاز علی صاحب مرادآباد کے مضافات میں ایک مشہور قصبہ امروہہ کے رہنے والے تھے ۱۳۰۰ھ میں آپ کی پیدائش مشہور شہر بدایوں میں ہوئی ابتدائی تعلیم متفرق مقامات پر متفرق اساتذہ سے حاصل کر کے دارالعلوم دیوبند پہنچے۔ اور مولانا حافظ احمد صاحب مہتمم دارالعلوم سے ہدایہ اولین مولانا محمد سہول صاحب بھاگلپوری سے میر قطبی اور دیگر اساتذہ دارالعلوم سے دوسری کتابیں پڑھیں۔ یہاں سلسلہ تعلیم جاری ہوئے ایک سال بھی مکمل نہ ہوا تھا کہ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب کے فرمان پر میرٹھ کی مشہور درسگاہ "مدرسہ قومی اخیر نگر" میں داخلہ لیا۔ یہاں پر آپ نے مولانا عاشق الٰہی صاحب سے اصول و عروض کی بعض کتابیں اور مولانا عبدالمومن صاحب سے عقائد منقولات اور فلسفہ کی اکثر و بیشتر کتابیں پڑھنے کے بعد صحاح ستہ میں سے بخاری شریف کے سواسب کتابیں ختم کیں اسکے بعد دیوبند تشریف لے گئے اور حضرت اقدس شیخ الہند سے صحیح بخاری جامع ترمذی السنن ابوداؤد کے علاوہ ہدایہ اخیرین، بیضاوی توضیح تلویح پڑھی۔ مشق افتا حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن کے پاس رہ کر کی، فراغت کے بعد مدرسہ نعمانیہ بھاگلپور اور افضل المدارس شاہجہانپور میں ایک عرصہ تک درس دینے کے بعد سنہ ۱۳۳۰ھ میں دارالعلوم دیوبند میں تشریف لائے۔ اور ابتدائی مدرس مقرر کیے گئے تقریباً نو سال بعد مولانا حافظ احمد صاحب کی معیت میں حیدرآباد چلے گئے۔ حیدرآباد سے دیوبند واپس ہوئے اور آخر حیات تک دارالعلوم کی گوناگون اور مختلف خدمات انجام دیتے رہے اور یہیں تیرہ رجب[۱] رجب (بقیہ اگلے صفحہ پر)

میں لپیٹ کر جماعت کو پلایا جا رہا ہے۔ نہ عبادات کا درجہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں کو اسلام کی بنیاد قرار دیا اور ان پر اسلام کا مدار رکھا جن لوگوں نے اسلام کی ان بنیادی چیزوں پر کمی یا زیادتی نہ کرنے کی قسمیں کھائی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فلاح کی بشارتیں دیں، جنت میں ان کے داخلہ پر حضورؐ نے قسم کھا کر پیشین گوئیاں فرمائی ہیں۔ لیکن آپ کے مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ یہ سب غیر مقصود ہیں۔ بڑی عبادت کے لیے تیاری کا ذریعہ ہیں اصل عبادت یہ عبادتیں ہیں ہی نہیں، جن کو حضور بنیاد اور اصل سمجھ گئے آپ نے معلوم نہیں ان عبارتوں کو ملاحظہ فرمایا یا نہیں۔ مثال کے طور پر چند عبارات کی طرف آپ کو متوجہ کرتا ہوں۔

(۱) یہی غرض ہے جس کے لیے اسلام میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی عبادتیں فرض کی گئی ہیں ان کو عبادت کہنے کا مطلب یہ نہیں کہ بس یہی عبادت ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اس اصلی عبادت کے لیے آدمی کو تیار کرتی ہیں۔ یہ اس کے لیے لازمی ٹریننگ کورس ہیں۔

(اسلامی عبادات پر تحقیقی نظر ص ۱۲)

(۲) آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ہاتھ باندھ کر قبلہ رو کھڑے ہونا گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر جھکنا زمین پر ہاتھ ٹیک کر سجدہ کرنا اور چند مقررہ الفاظ زبان سے ادا کرنا، بس یہی چند افعال اور حرکات بجائے خود عبادت ہیں، آپ سمجھتے ہیں کہ رمضان کی پہلی تاریخ سے شوال کا چاند نکلنے تک روزانہ صبح سے شام تک بھوکے پیاسے رہنے کا نام عبادت ہے۔ آپ سمجھتے ہیں کہ قرآن کے چند رکوع زبان سے پڑھ لینے کا نام عبادت ہے۔ آپ سمجھتے ہیں کہ مکہ معظمہ جا کر کعبے کے گرد طواف کرنے کا نام عبادت ہے۔ غرض آپ نے چند افعال

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ۱۳۷۴ھ بروز چہار شنبہ بوقت صبح انتقال فرمایا اور دارالعلوم کے متصل قطعہ پاکیزگاں میں تدفین ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ (ماخوذ از تذکرۃ الاعزاد وغیرہ)

کی ظاہری شکلوں کا نام عبادت رکھ چھوڑا ہے اور جب کوئی شخص ان شکلوں کے ساتھ ان افعال کو ادا کرتا ہے تو خیال کرتا ہے کہ اس نے خدا کی عبادت کر دی۔

لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے جس عبادت کے لیے آپ کو پیدا کیا ہے اور جس کا آپ کو حکم دیا ہے وہ کچھ اور ہی چیز ہے۔
(خطبات ص۱۰۹)

کیا واقعی ان میں سے کوئی چیز بجائے خود عبادت نہیں، ہم لوگ تو اب تک ان کو عبادات ہی سمجھتے رہے۔

(۳) آپ پوچھیں گے کہ یہ نماز، روزہ اور حج وغیرہ کیا چیزیں ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل یہ عبادتیں جو اللہ نے فرض کی ہیں ان کا مقصد آپ کو اس بڑی عبادت کے لیے تیار کرنا ہے جو آپ کو زندگی میں ہر وقت ہر حال میں ادا کرنی چاہیئے۔ ان سب عبادتوں کو ادا کرنے کے بعد اگر آپ اس قابل ہو گئے کہ آپ کی ساری زندگی عبادت بن جائے تو بلاشبہ آپ کی نماز نماز ہے، روزہ، روزہ ہے، زکوٰۃ، زکوٰۃ ہے، اور حج، حج ہے۔ لیکن اگر یہ مقصد پورا نہ ہوا تو محض رکوع اور سجدہ کرنے اور بھوک اور پیاس کے ساتھ دن گزارنے اور حج کی رسمیں ادا کرنے اور زکوٰۃ کی رقمیں ادا کرنے سے کچھ حاصل نہیں۔" (خطبات ص۸۱)

(۴) کاش میں آپ کی ہاں میں ہاں ملا سکتا مگر میں کیا کروں کہ جو کچھ میں جانتا ہوں اس کے خلاف نہیں کہہ سکتا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جس حالت میں آپ اس وقت ہیں اس میں پانچ وقت کی نمازوں کے ساتھ تہجد، اشراق اور چاشت بھی آپ پڑھنے لگیں اور پانچ پانچ گھنٹہ روزانہ قرآن بھی پڑھیں اور رمضان شریف کے علاوہ ساڑھے پانچ مہینوں کے مزید روزے بھی رکھ لیا کریں تب بھی کچھ حاصل نہ ہوگا۔ (خطبات ص۱۱۲)

(۵) میں پہلے بھی بارہا آپ سے بیان کر چکا ہوں۔ سب سے بڑی غلطی یہی ہے کہ آپ نے نماز روزے کے ارکان اور ان کی ظاہری صورتوں کو اصل عبادت سمجھ رکھا ہے اور آپ اس خیال خام میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ جس نے یہ ارکان پوری طرح ادا کر دیئے اس نے بس اللہ کی عبادت کر دی؟

(خطبات ص ۱۲۱)

(۶) آپ کے ذہن میں عبادت کا مفہوم اور مطلب ہی غلط ہو گیا۔ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ سحر سے لے کر مغرب تک کچھ نہ کھانے، نہ پینے کا نام روزہ ہے اور بس یہی عبادت ہے لیکن آپ یہ نہیں جانتے کہ یہ بھوکا پیاسا رہنا اصل عبادت نہیں بلکہ عبادت کی صورت ہے۔ (خطبات ص ۱۲۲)

(۷) یہ نماز اور روزہ اور یہ زکوٰۃ اور حج دراصل اسی تیاری اور تربیت کے لیے ہیں جس طرح تمام دنیا کی سلطنتیں اپنی فوج پولیس اور سول سروس کے لیے آدمیوں کو پہلے خاص قسم کی ٹریننگ دیتی ہیں پھر ان سے کام لیتی ہیں۔ اسی طرح اللہ کا دین اسلام بھی ان تمام آدمیوں کو جو اس کی ملازمت میں بھرتی ہوں پہلے خاص طریقے سے تربیت دیتا ہے، پھر ان سے جہاد اور حکومت الٰہی کی خدمت لینا چاہتا ہے؟ (خطبات ص ۲۱۵)

(۸) بھائیو! اب مجھے امید ہے کہ تم نے اچھی طرح سمجھ لیا ہو گا کہ یہ نماز، روزہ اور یہ حج اور زکوٰۃ کس غرض کے لیے ہیں۔ تم اب تک یہ سمجھتے رہے ہو اور مدتوں سے تم کو اس غلط فہمی میں مبتلا رکھا گیا کہ یہ عبادتیں محض پوجا پاٹ کی قسم کی چیزیں ہیں، تمہیں یہ بتایا ہی نہیں گیا کہ یہ ایک بڑی خدمت کی تیاری کے لیے ہیں۔ (خطبات ص ۲۱۸)

(۹) اسلامی تحریک کی راہ میں دوسری رکاوٹ وہ جامد اور بے روح مذہبیت ہے جس کو آج کل اسلام سمجھا جا رہا ہے۔ اس غلط مذہبیت کا پہلا بنیادی نقص یہ ہے کہ اس کی عبادات محض پوجا پاٹ بنا کر رکھ دی گئیں حالانکہ

وہ ان ذہنی و اخلاقی بنیادوں کو مستحکم کرنے کے وسائل ہیں جن پر اسلام نے اپنا نظامِ اجتماعی تعمیر کیا ہے اس عملی تحریف کا نتیجہ یہ ہے الخ

(ترجمان جلد نمبر ۱۷ عدد ۴ صفحہ ۲۶۱)

یہ چند نمونے میں نے پیش کیے ہیں، تمام لٹریچر اسی انداز سے لبریز ہے۔ میں مودودی صاحب[1] کے متعلق کچھ نہیں کہنا چاہتا مگر آپ سے یہ ضرور پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا قرآن پاک اور احادیث شریفہ کا یہی مفہوم ہے کہ یہ عبادات غیر مقصود اور صرف ایک بڑی عبادت کے لیے تیاری کا ذریعہ ہیں اور اگر اس بڑی عبادت کا ذریعہ نہ بنیں تو بیکار ہیں، حضرت جبرئیلؑ دین کی تعلیم کے لیے تشریف لاتے ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کی حقیقت دریافت کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کلمہ توحید کی شہادت اور یہی ارکان اربعہ صرف بتاتے ہیں، حضرت جبریل علیہ السلام اس کی تصدیق فرماتے ہیں۔ مگر مودودی صاحب کہتے ہیں۔

"تمہیں یہ بتایا ہی نہیں گیا کہ یہ ایک بڑی خدمت کی تیاری کے لیے ہیں"

نعوذ باللہ نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا نہ حضرت جبرئیلؑ کو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں بنی الاسلام علی خمس[2] اور انہیں پانچ چیزوں کو شمار کر دیتے ہیں

---

[1] دنیائے اسلام میں کونسا دور ایسا گزرا ہوگا جس میں مشائخ سلوک نے (جن کے سایہ سے مودودی صاحب بھاگتے ہیں) جن کی عبادت سے لوگوں کو اس طرح بچانا چاہتے ہیں جیسے ذیابیطس کے مریض کو شکر سے) احکام الٰہیہ کی اپنا اپنے ذوق کے مطابق حکمتیں نہ لکھی ہوں لیکن کیا آپ اس کو گوارا کر سکتے ہیں کہ اپنی سمجھی ہوئی حکمتوں کو اصل قرار دے کر ارکان منصوصہ کو محض وسائل اور اس کا ذریعہ قرار دیدیا جائے۔ اللہ جل جلالہ کے احکام میں نہ معلوم کتنی مصالح اور حکمتیں اس کے علاوہ ہیں جو مودودی صاحب نے سمجھیں، لیکن اپنی سمجھی ہوئی حکمت کو اصل قرار دے کر احکام کو محض اس کا وسیلہ اور ذریعہ قرار دینا کھلی تحریف نہیں تو اور کیا ہے۔ آپ ہی انصاف سے بتائیں کہ یہ عملی تحریف ساری اسلامی دنیا کے اکابر سے ہو رہا ہے یا خود مودودی صاحب کی طرف سے ہو رہا ہے کہ انہوں نے ایک مصلحت تجویز کی اور ارکان منصوصہ کو اس کا ذریعہ بنا دیا"

[2] بنی الاسلام علی خمس۔ الحدیث۔ حدیث پاک کے پورے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے سب سے پہلے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا اس کے بعد نماز کا قائم کرنا، زکوٰۃ کا ادا کرنا، حج کرنا اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔ (متفق علیہ)

کہ یہ اسلام کی اساس ہیں چھٹی عبادت کا ذکر تک نہیں فرماتے۔ مگر مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ اگر چھٹی عبادت ان پر مرتب نہ ہو تو یہ سب بے جان کی مردہ لاش ہیں۔ ایک اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتا ہے کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجیے جس کے کرنے سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں، حضور یہی چیزیں اس کو بتاتے ہیں۔ وہ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ خدا کی قسم نہ ان پر زیادتی کروں گا نہ کمی، حضور ارشاد فرماتے ہیں کہ جس شخص کو کوئی جنتی دیکھنا ہو وہ اس کو دیکھ لے۔ یہ سب صحیح روایات ہیں شیخین نے ذکر فرمائی ہیں اور اس نوع کی سینکڑوں روایات کتب احادیث میں آپ کی نظر سے بھی گزری ہیں چند احادیث کی طرف اور بھی توجہ دلاتا ہوں۔

عن ابی سعید ان اعرابیا سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الہجرۃ فقال ویحک ان شان الہجرۃ شدید فہل لک من ابل قال نعم قال فہل تؤدی صدقتہا قال نعم قال فاعمل من وراء البحار فان اللہ لن یترک من عملک[۱] شیئا۔ (رواہ ابوداؤد) ص ۳۳۴

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اٰمن باللہ ورسولہ واقام الصلوٰۃ وصام رمضان کان حقا علی اللہ ان یدخلہ الجنۃ جاہد فی سبیل اللہ او جلس فی ارضہ التی ولد[۲] فیہا الحدیث۔ رواہ البخاری کذا فی المشکوٰۃ

یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی عبادت کا پتہ نہ چلا اور اس شخص کو جنت میں داخل کئے دیتے ہیں جو ان غیر مقصود عبادات ہی کو کر رہا ہے چاہے جہاد کرے یا نہ کرے۔ حضرت

۱؎ عن ابی سعید ان اعرابیا الخ حضرت ابو سعید سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا ارے بھلے مانس ہجرت کی شان تو بہت بڑی ہے تیرے پاس کچھ اونٹ ہیں؟ سائل نے عرض کیا ہاں! فرمایا ان کی زکوٰۃ بھی دیتے ہو؟ عرض کیا دیتا ہوں اس پر ارشاد ہوا کہ تو سمندر پار [illegible] اللہ تعالیٰ تیرے عمل کے ثواب میں سے کچھ کمی نہیں کریں گے۔ ۲؎ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ الخ اس حدیث کی تشریح پیچھے گزر چکی ہے۔

ابو سعید خدریؓ کی روایت پہلے عرض کر چکا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا افضل المومنین وہ ہے جو مجاہد ہو اور دوسرے درجہ پر وہ ہے جو سب سے یکسو ہو کر کسی کونے میں بیٹھ کر اپنے رب کی عبادت کر رہا ہے۔

یہ مختصر طور پر چند احادیث کی طرف میں نے آپ کی توجہ مبذول کرائی ہے ان کے علاوہ اصولی طور پر کم از کم جناب کو تو اس سے انکار نہ ہوگا کہ قرآن پاک اور احادیث میں ارکان خمسہ پر جتنا زور دیا گیا ہے اتنا ان کے علاوہ کسی اور چیز پر نہیں دیا گیا۔ ایسی حالت میں ان کے علاوہ کسی اور چیز پر اس طرح زور دینا جس سے ان کی اہمیت کم ہوتی ہو، یہ غیر مقصود اور دوسری چیز مقصود بن جاتی ہو، ان کو توابع دوسری چیز کو اصل کہنا اس کے متعلق اس کے سوا اور کیا عرض کروں کہ خود مودودی صاحب کے الفاظ ہی کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرا دوں۔ وہ لکھتے ہیں۔

"مسلمانوں کی تباہی کا اصل سبب روایات نہیں بلکہ نفسانیت اور عصبیت جاہلیہ اور فروع کو اصول سے بڑھ کر اہمیت دینے کی حماقت اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم کو چھوڑ کر اپنے مزعومات میں حد سے زیادہ غلو کرنے کی عادت اور نئے نئے طریقے ایجاد کرنے کا شوق ہے۔ (تفہیمات ص ۳۱۷)

اس کا مودودی صاحب خود اعتراف کرتے ہیں کہ بد قسمتی سے علماء اسلام کو اب تک اپنی غلطی کا احساس نہیں ہوا۔ قریب قریب ہر اسلامی ملک میں علماء کی جماعت اب بھی اسی روش پر قائم ہے۔ (تنقیحات ص ۲۰)

ایسی حالت میں آپ بھی سوچ لیجئے کہ نیا طریقہ کون نکال رہا ہے۔ جو قریب قریب ہر اسلامی ملک کی جماعت علماء کے خلاف ہے۔ کیا جہاد کے قرآن پاک اور احادیث میں فضائل کچھ کم ہیں کہ اس کی اہمیت بیان کرنے کے لیے ارکان اسلام کی اہمیت کو گرایا جائے کیا اسلامی حکومت کی ضرورت کے لیے اس نوع کے مضامین کچھ کم اہمیت رکھتے ہیں کہ اس کی وجہ سے اللہ کا کلمہ بلند ہو، شریعت مطہرہ پر عمل آسان ہو، ارکان اسلام پورے عروج و کمال کے ساتھ ادا کیے جا سکیں وغیرہ وغیرہ۔ کیا آپ کو اس کا بالکل احساس نہیں ہے (قطع نظر اس کے کہ یہ شریعت مطہرہ کیساتھ اتنی بڑی ...) ہے جس کا حق نبی کے سوا کسی کو بھی نہیں) اس طریقہ سے ایک نیا جزو اسلام

کا مقصد بنا لینے کی وجہ سے اسلام کے تمام ارکان کی عدم اہمیت اور ان کا اہتمام کرنے والوں کی بے حرمتی بے وقعتی جماعت کے افراد میں روز افزوں ہے جس کا مشاہدہ ہر شخص کر رہا ہے تنہائی میں آپ بھی اس سے انکار نہیں کر سکتے۔"

احادیث کے بارے میں مودودی صاحب کے تنگ و تاریک خیالات

چوتھی چیز جس کی طرف میں جناب کی توجہات کو خصوصیت سے مبذول کرانا چاہتا ہوں، وہ حدیث پاک کا مسئلہ ہے۔ مودودی صاحب نے قرآنیہ فرقہ کے مقابلہ میں حجیت حدیث پر مقالہ بھی لکھ دیا۔ محدثین کی خدمات کا بہت اونچے الفاظ میں اعتراف بھی کر لیا اس سب کے باوجود جو چیز لٹریچر میں بھر دی ہے اس نے نہ صرف حدیث پاک سے اعتماد اٹھا دیا بلکہ ائمہ حدیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی شان کو بھی گرا دیا۔ ذرا ٹھنڈے دل سے ان کے الفاظ پر غور کیجیے۔

> ہم نے کبھی اس خیال کی تائید نہیں کی کہ ہر شخص کو ائمہ حدیث کی اندھی تقلید کرنی چاہیے یا ان کو غلطی سے مبرا سمجھنا چاہیے۔ نہ ہم نے کبھی یہ دعویٰ کیا کہ ہر کتاب میں جو روایت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہو اس کو آنکھ بند کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مان لیا جائے۔
>
> اور تحقیق و اجتہاد کے بارے میں بھی ہمارا یہ مذہب ہے کہ اس کا دروازہ ہر زمانہ میں کھلا ہوا ہے اور کسی خاص عہد کے لیے مخصوص نہیں ہے لیکن اس کے معنیٰ یہ نہیں کہ جن لوگوں نے فن حدیث کی تحصیل اور اس کے باقاعدہ مطالعہ اور تحقیقات میں پورا ایک مہینہ بھی صرف نہیں کیا وہ ان بزرگوں کے کارناموں پر تنقید کریں جنہوں نے پوری عمریں اس فن کی خدمت میں بسر کر دی ہیں۔ (تفہیمات ص ۲۸۶)

کیا اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر وہ شخص جو کم از کم ایک ماہ حدیث کی تحصیل میں خرچ کر چکا ہو وہ محدثین کی اندھی تقلید نہ کرے اس کے بعد لکھتے ہیں :-

اب دوسرے گروہ کو لیجئے جو دوسری انتہا کی طرف چلا گیا یہ لوگ محدثین کے اتباع میں جائز حد سے بہت زیادہ تشدد اختیار کرتے ہیں۔ ان کا قول یہ ہے کہ محدثین کرام نے دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ کر کے رکھ دیا ہے ایک ایک حدیث کو چھانٹ کر وہ بتا چکے ہیں کہ کون کس حد تک قابل اعتبار ہے اور کون کس حد تک ناقابل اعتبار ہے۔ اب ہمارا کام صرف یہ ہے کہ ان بزرگوں نے احادیث کے جو درجے مقرر کر دیئے ہیں انہیں کے مطابق ہم ان کو اعتبار اور حجیت کا درجہ دیں، جسے وہ صحیح قرار دے گئے ہیں اُسے صحیح تسلیم کریں۔ اور جس کی صحت میں وہ قدح کر گئے ہیں اس سے بالکل استناد نہ کریں۔

رواۃ کے عدل اور ضبط اور ثقاہت کے متعلق جن جن آراء کا وہ اظہار کر گئے ہیں ان پر گویا ایمان لے آئیں۔ یہی وہ مسلک ہے جس کی شدت نے بہت سے کم علم لوگوں کو حدیث کی کلی مخالفت، یعنی دوسری انتہا، کی طرف دھکیل دیا ہے۔ محدثین کی خدمات مسلم، یہ بھی مسلم کہ نقد حدیث کے لیے جو مواد انہوں نے فراہم کیا ہے وہ صدر اول کے اخبار و آثار کی تحقیق میں بہت کار آمد ہے۔ کلام اس میں نہیں بلکہ صرف اس امر میں ہے کہ کلیتاً ان پر اعتماد کرنا کہاں تک درست ہے وہ بہر حال تھے تو انسان ہی۔ انسانی علم کے لیے جو حدیں فطرۃ اللہ نے مقرر کر رکھی ہیں ان سے آگے تو وہ نہیں جا سکتے تھے۔ انسانی کاموں میں جو نقص فطری طور پر رہ جاتا ہے اس سے تو ان کے کام محفوظ نہ تھے پھر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ جن کو وہ صحیح قرار دیتے ہیں وہ حقیقت میں بھی

۱؎ کیا فائدہ ہے اس تسلیم سے جب وہ قابل اعتماد نہیں۔ ۲؎ اور اس زمانہ میں نقد کرنے والے فرشتے ہیں۔

۳؎ اسلیے کہ وہ علم و تقویٰ، قوتِ حافظہ اور اسلامی تمام اوصاف کے کمال اتقان کے ساتھ اپنی تمام عمریں اسی میں خرچ کر چکے ہیں اور اب تک تمام امت محمدیہ نے ان ہی کی تصحیح و تضعیف کو معتبر قرار دیا اور حجت مانا اور جن کی صحت میں آپس میں اختلاف ہوا وہ خود اس پایہ کے تھے کہ اس دور کے مجدد زمان جن کے متعلق خود مودودی صاحب کے الفاظ یہ ہیں کہ اسلام ہے (باقی اگلے صفحہ پر)

صحیح ہے۔ صحت کا کامل یقین تو خود ان کو بھی نہ تھا وہ بھی زیادہ سے زیادہ یہی کہتے تھے کہ اس حدیث کی صحت کا ظن[۱] غالب ہے۔ مزید برآں یہ ظن غالب جس بنا پر ان کو حاصل ہوتا تھا وہ بلحاظ روایت تھا نہ کہ بلحاظ درایت[۲] ان کا نقطۂ نگاہ زیادہ تر اخباری ہوتا تھا۔ فقہ[۳] ان کا اصل موضوع نہ تھا اس لیے فقیہانہ[۴] نقطۂ نظر سے احادیث کے متعلق رائے قائم کرنے میں وہ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کہاں، مسلمانوں میں نہ اسلامی سیرت ہے نہ اسلامی اخلاق نہ اسلامی افکار ہیں نہ اسلامی اسپرٹ حقیقی اسلامی روح نہ ان کی مسجدوں میں ہے نہ مدرسوں میں نہ خانقاہوں میں (تنقیحات ص۲۸) ایسے لوگوں کے مقابلہ میں یقیناً ان اسلاف کی تحقیقات مقدم ہیں جن میں یہ سب اوصاف علی وجہ الاتم موجود تھے اور روایات کی تنقید کو انہوں نے علی وجہ الاتم پورا کر دیا۔ مودودی صاحب کو خود اس کا اعتراف ہے وہ کہتے ہیں کہ فن حدیث کی تاریخ شاہد ہے کہ محدثین نے تحقیق و تفتیش کا پورا پورا حق ادا کر دیا اور اس کام میں اتنی محنتیں کیں کہ ان سے زیادہ انسان کے بس میں نہ تھیں (تفہیمات ص۳۲۹)

(حاشیہ صفحہ ہذا) ۱؎ اور جو لوگ اس زمانہ میں حکم لگائیں گے ان کو تو کامل یقین ہو گا ۲؎ اور اسی پر شریعت کے سارے احکام مرتب ہیں، نکاح، طلاق، حتیٰ کہ حدود و قصاص کا مدار اسی پر ہے کیا جن گواہوں کے بیان پر قصاص میں آدمی کو قتل کر دیا جاتا ہے ان کی صداقت قطعی ہے۔ اگر اس قسم کے احتمالات پیدا کیے جائیں تو نہ صرف یہ کہ شریعت کے کسی حکم پر عمل نہیں ہو سکتا، بلکہ ساری دنیا میں کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا، ۳؎ اول تو یہ کلیہ اصول حدیث سے ناواقفیت پر مبنی ہے اگر مودودی صاحب کی نظر اصول حدیث پر ہوتی تو وہ صحیح کی تعریف میں غیر معلل کی قید کے بعد یہ کلیہ کبھی نہ گھڑتے اور اگر اس کو بعض احوال میں تسلیم بھی کر لیا جائے تو اسی دور کے اصحاب درایت یعنی ائمہ مجتہدین اس کمی کو پورا فرما چکے ہیں۔

۴؎۔ کاش مودودی صاحب کو کوئی یہ بتا دیتا کہ ان محدثین میں امام مالک، امام احمد بن حنبل جیسے حضرات کا بھی شمار ہے۔

۵؎ اس کو اسی دور کے فقہاء اور ائمہ مجتہدین پورا کر چکے ہیں اس لیے اصول حدیث کا مسئلہ ہے کہ کسی مجتہد کا روایت پر عمل اس کی صحت کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ جیسا کہ صدر اول کا اعراض منجملہ اسباب ضعف ہے اگر مودودی صاحب کی نظر میں اصول حدیث کی کوئی کتاب نہیں یا ان کو قدماء کا ناقابلِ التفات ذخیرہ سمجھتے ہیں تو میں جناب سے پوچھتا ہوں آپ نے اصول حدیث کو پڑھا ہی نہیں کہ ان حضرات کے سخت قواعد کے بعد یہ لاطائل بحث جو یہاں لکھی جا رہی ہے مضحکہ خیز نہیں تو اور کیا ہے۔

فقہا مجتہدین[ف۱] کی بہ نسبت کمزور تھے۔ بس ان کے کمال کا جائز اعتراف[ف۲] کرتے ہوئے ماننا پڑے گا کہ احادیث کے متعلق جو کچھ بھی تحقیقات انہوں نے کی ہے اس میں دو طرح کی کمزوریاں موجود ہیں[ف۳]۔ ایک بلحاظ اسناد، دوسری بلحاظ تفقہ، اس مطلب کی توضیح کے لیے ہم ان دونوں حیثیتوں کے نقائص پر تھوڑا سا کلام کریں گے۔

یہ طول طویل عبارت کہاں تک نقل کروں آپ نے خود بھی اس کو ملاحظہ کیا ہوگا۔ نہ کیا ہو تو اب غور سے پڑھ کر داد دیجیے کہ مودودی صاحب نے روایات حدیث، ائمہ محدثین، ائمہ مجتہدین حتیٰ کہ

ف۱ مگر فقہا مجتہدین کا دور بھی تو وہی تھا جو حضرات محدثین کا تھا اور جو بظاہر کمی ایک جانب کہی جا سکتی ہے وہ دوسرے گروہ نے علی وجہ الاتم پوری کر دی لہٰذا اب اس قول میں کیا خفا رہا کہ احادیث کے متعلق دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ ہو گیا ہے۔

ف۲ اس تہذیب یو (یعنی کمال کے جائز اعتراف) سے کیا فائدہ رہا جب کہ ان کی روایات نہ تفقہ کے اعتبار سے قابل اعتماد نہ روایت کے اعتبار سے۔

ف۳ اس کے باوجود حدیث کا جو ذخیرہ موجود ہے وہ صحت کے اعتبار سے منتہا کو پہنچا ہوا ہے اور جن کی صحت میں محدثین یا فقہا میں اختلاف ہے وہ بھی پورا موجود ہے۔ مودودی صاحب دوسری جگہ خود اس کا اعتراف کر چکے ہیں" وہ لکھتے ہیں کہ فن حدیث کی تاریخ شاہد ہے کہ محدثین نے تحقیق اور تفتیش کا پورا پورا حق ادا کر دیا ہے اور اس کام میں اتنی محنتیں کی ہیں کہ ان سے زیادہ انسان کے بس میں نہ تھیں، انہوں نے اپنی ان محنتوں سے جو ذخیرہ فراہم کیا ہے وہ آج ہمارے پاس موجود ہے اور ان کے درمیان جو اختلافات ہوتے ہیں وہ بھی تمام دلائل و شواہد کے ساتھ موجود ہیں اگر کوئی اس ذخیرہ پر تحقیق کی نظر ڈالے تو اس کے لیے آج تیرہ سو برس گذر جانے کے بعد بھی یہ معلوم کرنا مشکل نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا اور کیا نہیں فرمایا کیا کیا کیا نہیں کیا اور یہ کہ ہر روایت جو آپ کی طرف منسوب ہے وہ اپنی صحت اور قابل احتجاج ہونے کے لحاظ سے کیا پایہ رکھتی ہے (تفہیمات ص ۳۲۹)

جب کہ ہر روایت کا درجہ صحت کے اعتبار سے محقق اور طے شدہ ہے پھر اس اوپر کی بحث کا اب کیا مطلب رہا۔

صحابہ کرامؓ تک سے اعتماد اُٹھانے میں کوئی کسر چھوڑی ہے۔ حضرات محدثین رضی اللہ عنہم اجمعین نے جس جس طرح سے روایات کے ذخیرہ کو محفوظ و منقح کیا ہے وہ موجودہ زمانہ کی تو انسانی طاقت سے بھی باہر ہے۔ وہ خود لکھتے ہیں۔

کسی روایت کو جانچنے میں سب سے پہلے جس چیز کی تحقیق کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ روایت جن لوگوں کے واسطے سے آئی ہے وہ کیسے لوگ ہیں؟ اس سلسلہ میں متعدد حیثیات سے ایک ایک راوی کی جانچ کی جاتی ہے۔ وہ جھوٹا تو نہیں ہے۔ روایتیں بیان کرنے میں غیر محتاط تو نہیں، فاسق اور بدعقیدہ تو نہیں، وہمی یا ضعیف الحفظ تو نہیں، مجہول الحال ہے یا معروف الحال، ان تمام حیثیات سے رواۃ کے احوال کی جانچ پڑتال کر کے محدثین کرام نے اسماء الرجال کا عظیم الشان ذخیرہ فراہم کیا ہے جو بلاشبہ نہایت بیش قیمت ہے مگر ان میں کونسی چیز ہے جس میں غلطی کا احتمال[1] نہ ہو۔ اول تو رواۃ کی سیرت اور ان کے حافظہ اور ان کی دوسری باطنی خصوصیات کے متعلق بالکل صحیح علم حاصل ہونا مشکل ہے۔ دوسرے خود وہ لوگ جو ان کے متعلق رائے قائم کرنے والے تھے۔ انسانی کمزوریوں[2] سے مبرّا تھے۔ نفس ہر ایک کے ساتھ لگا ہوا تھا اور اس بات کا قوی امکان تھا کہ اشخاص کے متعلق اچھی یا بُری رائے قائم کرنے میں ان کے ذاتی رجحانات کا بھی کسی حد تک دخل ہو جاتے۔ یہ

---

[1] آپ محدثین کی جانفشانی اور احتیاطوں سے واقف ہیں آپ خود غور فرمائیں کہ ان حضرات کی انتہائی احتیاطوں کے باوجود یہ احتمال پیدا کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص کسی کو کہدے کہ تیرے حرام زادہ ہونے کا بھی احتمال ہے۔ کوئی دلیل قطعی ایسی ہے جو اس احتمال کی نفی کر سکتی ہو۔ کوئی شخص کسی کو کہدے کہ تیرے کافر ہونے کا بھی احتمال ہے۔ اور جو ظاہری افعال اسلام کے اس سے صادر ہو رہے ہیں کوئی قطعی دلیل ہے جو اس کے موافق نہ ہونے کو قطعی طور پر ثابت کر سکتی ہو۔

[2] آپ خود ہی غور کریں یہ چیز ایسی نہیں ہے جس سے احتمال کے درجہ میں کسی کو انکار ہو سکے مگر کیا ان احتمالات سے آج کل کے واقعات میں بھی جن واقعات کو معتبر لوگ نقل کرتے ہوں ان میں غلطی کا احتمال پیدا کیا جاتا ہے۔

امکان محض امکان عقلی نہیں بلکہ اس امر کا ثبوت[1] موجود ہے کہ بارہا یہ امکان فعل میں بھی آ گیا۔

اس کے بعد مودودی صاحب محدثین کی ایک دوسرے پر تنقیدیں[2] ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں :۔

> ان سب سے بڑھ کر عجیب بات یہ ہے کہ بسا اوقات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بھی بشری کمزوریوں کا غلبہ ہو جاتا اور وہ ایک دوسرے[3] پر چوٹیں کر جاتے تھے۔ اس قسم کی مثالیں پیش کرنے سے ہمارا مقصد یہ[4] نہیں کہ اسماء الرجال کا سارا علم غلط ہے۔ بلکہ ہمارا مقصد صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ جن حضرات نے رجال کی جرح و تعدیل کی ہے وہ بھی تو آخر انسان تھے بشری کمزوریاں ان کے ساتھ بھی لگی ہوئی تھیں۔ کیا ضرور ہے کہ جس کو انہوں نے ثقہ قرار دیا ہو وہ ثقہ ہو اور تمام روایتوں میں ثقہ ہو اور جس کو انہوں نے غیر ثقہ ٹھہرایا ہو وہ بالیقین غیر ثقہ ہو اور اس کی تمام روایتیں پایہ اعتبار سے ساقط ہوں پھر ایک ایک راوی کے حافظہ اور اس کی نیک نیتی اور صحت ضبط وغیرہ کا حال بالکل صحیح معلوم کرنا ہو تو اور بھی مشکل[5] ہے۔ اور ان سب سے زیادہ مشکل یہ تحقیق

---

[1] میں نے جو ابھی دو مثالیں جناب سے عرض کی ہیں کیا وہ دونوں محض امکان عقلی ہیں، کیا لاکھوں حرام زادوں اور ہزاروں منافقوں کا وجود مسلمانوں میں نہیں ہو چکا۔ [2] کاش مودودی صاحب یہ بھی کسی اصول حدیث کی کتاب میں دیکھ لیتے کہ محدثین رحمہم اللہ کے یہاں جرح و تعدیل کے قبول کرنے کے بھی مستقل ضابطے ہیں جن کے تحت وہ جرح قبول کرتے ہیں۔

[3] کیا خود مودودی صاحب نے جن جن پر تنقید کی ہے وہ سب بشری کمزوری کا ثمرہ ہے۔

[4] کس قدر آب زر سے لکھنے کے قابل ہے یہ جملہ کہ ہر قسم کی کمزوریوں غلطیوں اور اسماء الرجال کے صحیح حالات معلوم نہ ہونے پر بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ تمام اسماء الرجال غلط نہیں یا قابل اعتماد ہیں۔ [5] پھر آخر وہ جملہ جو ابھی لکھا تھا کہ اسماء الرجال غلط نہیں۔ ایک دل خوش کن فقرہ سے زیادہ اس کی کیا وقعت ہے اور اگر یہ سب امور جو مودودی صاحب لکھ رہے ہیں صحیح ہیں تو پھر آپ ہی بتلائیں کہ علم حدیث یا علم الرجال کو کس طرح قابل اعتماد مانا جائے۔

کرنا ہے کہ ہر راوی نے ہر روایت کے بیان میں ان تمام جزئیات متعلقہ کو ملحوظ بھی رکھا ہے یا نہیں، جو فقیہانہ نقطۂ نظر سے استنباطِ مسائل میں اہمیت رکھتی ہیں، یہ تو فنِ رجال کا معاملہ ہے۔ اس کے بعد دوسری اہم چیز سلسلۂ اسناد ہے محدثین نے ایک ایک حدیث کے متعلق یہ تحقیق کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہر راوی[1] جس شخص سے روایت لیتا ہے آیا وہ اس کا ہم عصر تھا یا نہیں۔ ہم عصر تھا تو اس سے ملا بھی تھا یا نہیں اور ملا تھا تو آیا اس نے یہ خاص حدیث اس سے سُنی یا کسی اور سے سُن لی اور اس کا حوالہ نہیں دیا۔ ان سب چیزوں کی تحقیق انہوں نے اسی حد تک کی جس حد تک انسان کر سکتے تھے، مگر[2] لازم نہیں کہ ہر ہر روایت کی تحقیق میں یہ سب امور ان کو ٹھیک ٹھیک ہی معلوم ہو گئے ہوں بہت ممکن ہے کہ جس روایت کو متصل السند قرار دے رہے ہیں وہ در حقیقت منقطع ہو اور انہیں یہ معلوم نہ ہو سکا ہو کہ بیچ میں کوئی ایسا مجہول الحال راوی چھوٹ گیا ہے جو ثقہ نہ تھا انہیں معلوم نہ ہو سکا ہو — یہ اور ایسے ہی بہت سے امور ہیں جن کی بنا پر اسناد اور جرح و تعدیل کے علم کو کلیۃً[3] صحیح نہیں سمجھا جا سکتا۔ یہ مواد اس حد تک قابلِ اعتماد[4] ضرور ہے کہ سنتِ نبویؐ اور آثارِ صحابہؓ کی

---

[1] کیا آج بھی کسی روایت کی تحقیق میں اس قسم کی احتیاطیں اور تحقیقات ممکن ہیں، عادی ہے یا نہیں اور اگر نہیں اور قطعاً نہیں تو پھر آج کسی روایت پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

[2] کسی چیز کے انسان کی امکانی حدود تک تحقیق کر لینے کے بعد پھر اس "اگر مگر" کا کیا مطلب ہے کسی واقعہ کی انتہائی امکانی تحقیق کے بعد اس پر بجز صحت کے اور بھی کوئی حکم لگایا جا سکتا ہے۔

[3] اس لحاظ سے اب تک واقعی کوئی کامل مجدد پیدا نہیں ہوا۔ اس لیے کہ اب تک جتنے بھی ناقص مجدد گذرے وہ علم حدیث اور اسماء الرجال کو قابلِ اعتماد ہی سمجھتے رہے اور اسلام کی اس مایہ ناز چیز پر فخر کرتے رہے۔

[4] جب کہ نہ روایات پر جرح و تعدیل کا جو حکم لگایا ہے اس کی صحت یقینی نہ روایات کے متعلق جو انسانی حدود تک تحقیق کے بعد حکم لگایا گیا ہے اس کی صحت یقینی پھر یہ اعتماد کیسا؟

تحقیق میں اس سے مدد لی جاتے اور اس کا مناسب لحاظ رکھا جاتے مگر اس قابل نہیں کہ بالکل اسی پر اعتماد کر لیا جاتے۔

اس کے بعد تقریباً دو صفحے تک اسی پر زور دینے کے بعد کہ محدثین کی آراء ناقابل اعتماد ہیں، لکھتے ہیں:

اسناد کے علاوہ ایک اور کسوٹی بھی تھی، جس پر وہ احادیث کو پرکھتے تھے۔ —— یہ دوسری کسوٹی کونسی ہے ہم اس سے پہلے بھی اشارۃً اس کا ذکر کئی مرتبہ کر چکے ہیں جس شخص کو اللہ تعالیٰ تفقہ کی نعمت سے سرفراز فرماتا ہے اس کے اندر قرآن اور سیرت رسول کے غائر مطالعہ سے ایک خاص ذوق پیدا ہو جاتا ہے جس کی کیفیت بالکل ایسی ہے جیسے ایک پرانے[1] جوہری کی بصیرت کہ وہ جواہر کی نازک سے نازک خصوصیات تک کو پرکھ لیتی ہے اس کی نظر بحیثیتِ مجموعی شریعتِ حقہ کے پورے سسٹم پر ہوتی ہے اور وہ اس سسٹم کی طبیعت کو پہچان جاتا ہے۔ اس کے بعد جب جزئیات اس کے سامنے آتی ہیں تو اس کا ذوق اُسے بتا دیتا ہے کہ کونسی چیز اسلام کے مزاج اور اس کی طبیعت سے مناسبت رکھتی ہے اور کونسی نہیں رکھتی۔ روایات پر جب وہ نظر ڈالتا ہے تو ان میں بھی یہی کسوٹی رَد و قبول کا معیار بن جاتی ہے۔ اسلام کا مزاج عین ذاتِ نبویؐ کا مزاج ہے جو شخص اسلام کے مزاج

---

[1] اس چیز سے انکار نہیں، سوال یہ ہے کہ یہ خاص ذوق اسلاف محدثین میں سے کسی میں بھی پیدا نہ ہوا کہ ان کی جرح تعدیل میں ان کی دیانت، تقویٰ، محنت، جفاکشی کے اعلیٰ صفات کے باوجود احتمالات باقی رہے کسی کا مزاج بھی مزاج نبوت کے قریب نہ ہوا جسکی توثیق و جرح پر اعتماد کر لیا جاتا۔ اس دور فساد میں ہر وہ شخص جو اہل علم ہو یا کم از کم ایک ما قرآن و حدیث کا غائر مطالعہ کر چکا ہو جوہری بن جاتا ہے جس کے ثمرات مودودی صاحب خود بھی دیکھ رہے ہیں کہ مرزائی مشرقی وغیرہ سب اسی ذوق سے کام لیکر احادیث کی کتر بیونت کر رہے ہیں۔ کسی روشن دماغ کو قرآن پاک میں سور کے گوشت کی حرمت نہیں ملتی تو دوسرے کو اسلام کے مزاج شناسوں کو قربانی اسلامی فطرت کے خلاف ملتی ہے جس پر خود مودودی صاحب تنقیحات میں بہت بلکے قلم سے رد کر چکے ہیں۔

کو سمجھتا ہے اور جس نے کثرت کے ساتھ کتاب اللہ و سنتِ رسول اللہ کا گہرا مطالعہ کیا ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا مزاج شناس ہو جاتا ہے کہ روایات کو دیکھ کر خود بخود اس کی بصیرت اُسے بتا دیتی ہے کہ ان میں سے کونسا فعل یا کونسا قول میری سرکار کا ہو سکتا ہے —— یہ اس لیے کہ اس کی رُوح رُوحِ محمدیؐ میں گم اور اس کی نظر بصیرتِ نبوی کے ساتھ متحد ہو جاتی ہے۔

اس مقام پر پہنچ جانے کے بعد انسان اسناد کا بہت زیادہ محتاج نہیں رہتا وہ اسناد سے مدد[1] ضرور لیتا ہے۔ مگر اس کے فیصلہ کا مدار اس پر نہیں ہوتا۔ وہ بسا اوقات ایک غریب ضعیف، منقطع السند، مطعون فیہ حدیث کو بھی لے لیتا ہے اس لیے کہ اس کی نظر اس افتادہ پتھر کے اندر ہیرے کی جوت دیکھ لیتی ہے — اور بسا اوقات وہ ایک غیر معلل، غیر شاذ، متصل السند مقبول حدیث سے بھی اعراض کر جاتا ہے اس لیئے کہ اس جام زریں میں جو بادۂ معنی بھری ہوئی ہے وہ اُسے طبیعت اسلام اور مزاج نبوی کے مناسب نظر نہیں آتی۔ یہ چیز چونکہ سراسر[2] ذوقی ہے اور کسی ضابطہ کے تحت نہیں آتی، نہ آسکتی ہے، اس لیے اس میں اختلاف کی گنجائش پہلے بھی تھی اور اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گی۔"

(تفہیمات ص۲۹۷)

---

[1] جب وہ اس کا محتاج ہی نہیں رہا پھر اس فعل عبث کی کیا ضرورت باقی رہی کہ خواہ مخواہ اسماء رجال کی کتابوں میں دردسری کرتا پھرے مانا کہ بڑی تفتیش و تلاش کے بعد اُسے معلوم ہو گیا کہ یہ روایت تو بالکل ضعیف ہے مگر اس کا نبوی مزاج اس کو قبول کر رہا ہے یا معلوم ہو گیا کہ سارے محدثین و فقہاء نے اس حدیث کو قابل اعتماد قرار دیدیا مگر موجودہ مجتہد کا اسلامی مزاج اس کو اسلام کے منافی سمجھ رہا ہے تو پھر اس کی تحقیق و تفتیش میں ایسا قیمتی زمانہ جس کا ایک ایک منٹ آج کل اہم ہے، ایسے بیکار کام میں خرچ کرنے سے اضاعتِ وقت کے سوا اور کیا ہے۔

[2] کس قدر انتہائی خطرناک چیز آپ اپنی جماعت کو پلا رہے ہیں گویا اب سارے علم حدیث کا مذاق ہر شخص کے اپنے ذوق پر رہ گیا جو حدیث کسی کے ذوق کے موافق ہے ہزار محدثین اسکو ضعیف ناقابل اعتبار کہتے رہیں وہ قابل اعتماد ہے اور جو حدیث اپنے ذوق کے خلاف ہے بلا سے سارے محدثین اس کو صحیح کہا کریں نبوت کا مزاج تو اُسے قبول نہیں کرتا۔

مولوی صاحب اس خوشنما مضمون کو غور سے پڑھیے، اشتعال کے جذبات سے علیحدہ ہو کر پڑھیے۔ یہ سارا مضمون علم حدیث کو فنا نہیں کر رہا ہے بلکہ سارے دین اسلام کو فنا کر رہا ہے قرآن پاک کی تفسیر کا مدار تو حدیث پر ہے۔ اور احادیث کے مجموعہ کا یہ حشر کہ محدثین کے کلام پر نہ اسناد میں مدار رکھا جاتا ہے نہ روایات کی صحت و ضعف میں، محدثین کی اندھی تقلید ہی کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ جو شخص قرآن و حدیث کا گہرا مطالعہ کرے جس کی مقدار ایک ماہ سے کم ہرگز نہ ہو۔ وہ اسلام کا مزاج شناس اور نبوی مزاج میں ایسا ڈھل جاتا ہے کہ اس کی روح روحِ محمدی میں گم ہو جاتی ہے۔ پھر سارے علم حدیث کا مدار اس کے ذوق پر رہ جاتا ہے وہ اسناد کا محتاج بھی نہیں رہتا جس حدیث کو اس کا ذوق قبول کر لے، چاہے سارے محدثین و فقہاء اس کو رد کر دیں وہ اس کو قابلِ اعتماد قرار دے سکتا ہے اور جس کو اس کا ذوق رد کر دے۔ سو چاہے سارے اسلاف فقہاء و محدثین اس کو قابلِ اعتماد قرار دیدیں وہ اس کو رد کر سکتا ہے یہ کیوں؟ اس لیے کہ اسلاف پرستی کا بت تو جماعت کو خاص طور سے توڑنا ہے، آپ خود ہی سوچ لیں کہ اس نظریہ پر جو جماعت اٹھائی جائے گی وہ کہاں تک پہنچے گی۔

خطرناک نتائج

ان مضامین کو پڑھ کر میری عقل حیران رہ جاتی ہے کہ مودودی صاحب اور ان سے زیادہ تعجب آپ جیسے حضرات پر ہے کہ آج کل کے حالات بھی آپ حضرات کے سامنے ہیں، اللہ کا خوف، دیانت، تقویٰ جتنا اس دور میں لوگوں میں ہے وہ بھی کوئی مخفی چیز نہیں۔ علمی استعدادوں کا حال بھی کم از کم اہلِ مدارس سے تو مخفی نہیں پھر یہ آزادی قرآن و حدیث سے استنباط میں کن مصالح سے دی جا رہی ہے۔

علماء راسخین کی جماعت تو اللہ کی ذات سے قوی امید ہے کہ اس گمراہی میں مبتلا نہ ہوگی (اللہ تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف و کرم سے اس گمراہی کے سمندر میں غرق ہونے سے ان کی حفاظت فرماتے) وہ انشاءاللہ کبھی بھی اس کی جرأت نہ کریں گے کہ اسلاف کی تحقیق کے خلاف کسی روایت کو قبول کریں یا رد کر دیں۔ اس لیے کہ جتنا بھی ان کے علوم میں رسوخ پیدا ہوتا جائے گا ان کو اسلاف کی وقتِ نظر، اسلاف کے علوم کی گہرائی اور وسعتِ نظر اور احادیث کے بارے میں ان کی احتیاط کا جزم بڑھتا ہی چلا جائے گا، خود مودودی صاحب کو علماء کی اس حرکت پر بہت غصہ

ہے۔ وہ لکھتے ہیں :

افسوس کہ علماء (الا ماشاء اللہ) خود اسلام کی حقیقی رُوح سے خالی ہو چکے تھے۔ ان میں اجتہاد کی قوت نہ تھی، ان میں تفقہ نہ تھا، ان پر تو اسلاف کی اندھی اور جامد تقلید کا مرض پوری طرح مسلط ہو چکا تھا جس کی وجہ سے وہ ہر چیز کو ان کی کتابوں میں تلاش کرتے تھے جو خدا کی کتابیں نہ تھیں۔ وہ ہر معاملہ میں ان انسانوں کی طرف رجوع کرتے تھے جو خدا کے نبی نہ تھے۔ بدقسمتی (بلکہ خوش قسمتی) یہ ہے کہ علمائے اسلام کو اب تک اپنی غلطی کا احساس نہیں ہوا ہے قریب قریب ہر اسلامی ملک میں علماء کی جماعت اب بھی اسی روش پر قائم ہے۔ اور اصرار و شدت کے ساتھ قائم ہے۔ (تنقیحات ص ۳۰ و ۳۱)

لیکن میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جو کم علم نوعمر طلبہ جن کی طبیعت میں بمقتضائے عمر خودرائی و تفوق کا جوش ہو، یا پھر وہ علماء جن کا سرمایہ علم صرف بہترین تقریر و تحریر ہو۔ یا پھر قوم کے لیڈر بالخصوص اخبارات کے ایڈیٹر جو عربی نہ جاننے کے باوجود بھی قرآن فہمی میں اپنے آپ کو تنگ نظر مولویوں سے کہیں زائد سمجھتے ہیں جب ان سب کو یہ زہر پلایا جائے گا کہ احادیث میں محدثین کی رائے پر مدار رکھنا غلط ہے۔ ہم میں سے ہر شخص کو اپنے اپنے ذوق کے موافق احادیث کو راجح قرار دینا چاہیے۔ چاہے وہ اسلاف کے خلاف ہوں، چاہے موجودہ زمانہ کے علماء کے اس لیے کہ مجتہدین میں ہمیشہ اختلاف ہوتا ہی آیا ہے اور اسلاف پرستی کے بُت کو تو خاص طور سے توڑنا ہے ایسی حالت میں آپ تھوڑے سے غور سے نہیں بلکہ بے سوچے ہی بتا دیجیے کہ ان بیچاروں کے دین کا کیا حشر ہوگا۔ بالخصوص تیسرا طبقہ جو پہلے ہی سے علماء کے قلادہ کو اپنی گردن سے نکالنے کے لیے ہر وقت سعی میں رہتا ہے۔ جس کو اپنی روشن دماغی اور فکر قرآن پر خصوصیت سے ناز ہوتا ہے۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ علوم قرآنی کو جتنا ہمیں نے سمجھا اتنا نہ کسی پہلے آنے والے نے سمجھا، نہ آئندہ شاید کوئی سمجھے ایسے لوگوں کو جب خاص طور سے اس بنیاد پر اٹھایا جائے گا کہ اسلاف کی بات ماننا اسلاف پرستی ہے اس بُت کو خاص طور سے توڑنا ہے۔ تو آپ غور کیجیے کہ یہ لوگ کہاں پہنچیں گے ان کو بار بار مختلف عنوانات سے جب یہ ذہن نشین کرایا جائے گا کہ اس وقت مسلمانوں کے لیے

سب سے بڑی بلکہ اصلی مصیبت یہی ہے کہ ان میں تفقہ فی الدین اور تدبر فی الکتاب والسنتہ نہیں ان سے کہا جاتے گا کہ یہی جہالت (یعنی تدبر فی القرآن کی کمی) ہم ایک نہایت قلیل جماعت کے سوا مشرق سے مغرب تک مسلمانوں میں دیکھ رہے ہیں۔ خواہ وہ ان پڑھ عوام ہوں یا دستار بند علماء یا خرقہ پوش مشائخ یا کالجوں کے تعلیم یافتہ حضرات، اسلام میں ایک نشاۃ جدیدہ کی ضرورت ہے۔ پرانے اسلامی مفکرین و محققین کا سرمایہ اب کام نہیں دے سکتا۔ تو مولانا آپ بتلائیے کہ اس قسم کی ہفوات سے عوام پر جو زہر چڑھے گا تو اس کے لیے کونسا تریاق آپ کے پاس ہے۔

ایک جگہ ترکی پر توجہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ترکی قوم اسلام میں اس وقت داخل ہوئی جب مسلمانوں کے ذہنی انحطاط کا آغاز ہو چکا تھا۔ روح جہاد اگرچہ زندہ تھی مگر روح اجتہاد مردہ ہو چکی تھی۔ شریعت میں تقلید جامد کا غلبہ تھا۔ قرآن و سنت سے براہ راست اکتساب علم رکھنے والے مفقود تھے۔ علماء زیادہ تر الفاظ کے گورکھ دھندوں میں پھنسنے والے کلام کی پیچیدگیوں میں الجھنے والے اور متقدمین کے روندے ہوئے راستوں پر شرح و ایضاح کے چھکڑے چلانے والے تھے۔ (تنقیحات صـ۲)

وہ ابھی تک اصرار کر رہے تھے کہ ترکی قوم میں وہی فقہی قوانین نافذ کیے جائیں گے، جو شامی، کنز الدقائق میں لکھے ہوتے ہیں۔ خواہ اس اصرار کا نتیجہ یہی کیوں نہ ہو کہ ترک ان قوانین کے اتباع سے بھی آزاد ہو جائیں جو قرآن و سنت میں مقرر کیے گئے ہیں۔ (تنقیحات صـ۶)

کیا جناب کی بھی یہی رائے ہے کہ کنز و شامی میں قرآن و سنتِ رسولؐ کے خلاف مسائل ہیں۔

نظام تعلیم کی اصلاح کرتے ہوئے مودودی صاحب لکھتے ہیں:

کہ علوم اسلامیہ کو بھی قدیم کتابوں سے جوں کا توں نہ لیجئے۔ بلکہ ان میں سے متاخرین[1] کی آمیزشوں کو الگ کر کے اسلام کے دائمی اور حقیقی اعتقادات اور

---

[1] قدیم کتابوں کے متاخرین آپ خود سمجھ لیجئے کون حضرات ہوئے اور حقیقی اعتقادات کا مفہوم کسی وقت شاید عرض کر سکوں جن کی طرف مودودی صاحب خود اپنی تحریرات میں اشارے کرتے ہیں کہ علم کلام میں بھی میرا خاص مسلک ہے۔!

غیر متبدل قوانین لیجیے۔

قرآن اور سنت رسولؐ کی تعلیم سب پر مقدم ہے۔ مگر تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیروں سے نہیں، ان کے پڑھانے والے ایسے ہونے چاہئیں جو قرآن[1] و سنت کے مغز کو پا چکے ہوں۔ اسلامی قانون کی تعلیم بھی ضروری ہے مگر یہاں بھی پرانی کتابیں کام نہ دیں گی۔ (تنقیحات ص ۱۲۶)

صدیوں سے ہماری مذہبی راہنمائی جس گروہ کے ہاتھ میں ہے اس نے اسلام کو ایک جامد و غیر متحرک چیز بنا دیا ہے۔ (تنقیحات ص ۱۳۰)

کیا جناب کا خیال بھی یہی ہے کہ اسلام ایک متحرک چیز ہے جو زمانہ کے تغیرات[2] کے ساتھ بدلتا رہے، وہ لکھتے ہیں۔

ائمۂ فقہ، متکلمین، مفسرین اور محدثین رحمہم اللہ اجمعین کے علم و فضل اور ان کی جلالت[3] شان سے کون انکار کر سکتا ہے مگر وہ انسان تھے، اکتساب[4] علم کے وہی ذرائع رکھتے تھے جو عام انسانوں کو حاصل ہیں، ان کے پاس وحی نہیں آتی

---

[1] اور ایسے لوگوں کا مرتبہ آپ ابھی پڑھ چکے ہیں کہ ان کا مزاج نبوت کا مزاج بن جاتا ہے وہ پہلی نظر میں حدیث کو پرکھ لیتے ہیں اسناد کے زیادہ محتاج نہیں رہتے اپنے ذوق سے ایسی احادیث کو بھی رد کر سکتے ہیں جنکو محدثین نے صحیح کہا ہو اور ایسی احادیث کو بھی قبول کر سکتے ہیں جن کو محدثین نے ضعیف کہا ہو۔ ائمہ حدیث کی اندھی تقلید ان کا شیوہ نہیں ہوگا [2] ان کی جلالت شان کا کیا فائدہ جب ان کا قول قابل اعتماد نہیں [3] اگر مودودی صاحب ان حضرات کے اکتساب علم اور اس زمانہ کے طلبہ علوم کے احوال کا کسی وقت غور سے موازنہ کر لیتے تو شاید ایسی بات قلم پر آنا تو درکنار دل میں بھی جگہ نہ پکڑتی آپ ناراض نہ ہوں تو آپ کو ایک مقولہ یاد دلاتا ہوں، الفاظ سے آپ کو قائل اور محل یاد آ جائے گا۔ حضرت بڑی دقت یہ ہے کہ کوئی حدیث تلاش کرنی ہو تو ہمیں حدیث کی کتابوں میں نہیں ملتی ایک حدیث کی ضرورت تھی بہت تلاش کی کہیں نہ ملی۔ ایک قادیانی کی کتاب میں ملی؛ اوکما قال۔ آپ انصاف سے فرمائیں یہ کسی خاص شخص پر اعتراض نہیں ہم لوگوں کی عمومی استعداد یہی ہے اس پر یہ زور کہ ہر شخص حدیث پر تنقید کرنے لگے، اندھی تقلید نہ کرے اسناد سے بے نیاز ہو کر قرآنی بصیرت سے بے دھڑک احادیث پر حکم لگائے۔ عقل حیران ہے کہ آپ ان چیزوں کو کیسے برداشت کر رہے ہیں۔

تھی بلکہ وہ اپنی عقل و بصیرت کے ساتھ کلام اللہ و سنت رسول اللہ میں غور و فکر کرتے تھے اور جو اصول ان کے نزدیک متحقق ہو جاتے تھے انہیں سے وہ قوانین وعقائد کے فروع مستنبط کر لیا کرتے تھے۔ ان کے یہ اجتہادات ہمارے لیے مددگار اور راہنما بن سکتے ہیں مگر بجائے خود اصل اور منبع نہیں بن سکتے۔
(تنقیحات صہ ۱۳۱)

جب قرآن میں غور و فکر کرنا چھوڑ دیا گیا۔ جب احادیث کی تحقیق اور چھان بین بند ہو گئی۔ جب آنکھیں بند کر کے پچھلے مفسرین اور محدثین کی تقلید کی جانے لگی۔ جب پچھلے فقہاء اور متکلمین کے اجتہادات کو اٹل اور دائمی قانون بنا لیا گیا، جب کتاب و سنت سے براہ راست اکتساب علم ترک کر دیا گیا اور جب کتاب و سنت کے اصول کو چھوڑ کر بزرگوں کے نکالے ہوئے فروع ہی اصل بنا لیے گئے تو اسلام کی ترقی دفعتہً رک گئی۔ (تنقیحات صہ ۱۳۱)

کبھی یہ نہ سمجھیں کہ وہ (فقہاء، متکلمین، مفسرین اور محدثین) جو کچھ لکھ گئے وہ اٹل قانون ہے یا ان کی کتابوں نے ہم کو قرآن مجید میں غور و فکر اور احادیث نبوی کی تحقیق سے بے نیاز کر دیا۔ یا ان کے بعد کتاب و سنت سے براہ راست اکتساب علم کا دروازہ بند ہو گیا۔ (تنقیحات صہ ۱۳۵)

جب تک مسلمانوں کا تعلیم یافتہ طبقہ قرآن و سنت تک بلا واسطہ دسترس حاصل نہ کرے گا اسلام کی روح کو نہ پا سکے گا نہ اسلام میں بصیرت حاصل کر سکے گا۔ وہ ہمیشہ مترجموں اور شارحوں کا محتاج رہے گا، اور اس طرح آفتاب کی روشنی اس کو براہ راست آفتاب سے کبھی نہ مل سکے گی، بلکہ مختلف قسم کے رنگین آئینوں کے راستے سے ملتی رہے گی۔" (تنقیحات صہ ۲۰۴)

قرآن کے لیے کسی تفسیر کی حاجت نہیں ایک اعلیٰ درجہ کا پروفیسر کافی ہے جس نے قرآن کا بنظر غائر مطالعہ کیا ہو اور جو طرز جدید پر قرآن پڑھانے اور سمجھانے کی اہلیت رکھتا ہو۔" (تنقیحات صہ ۲۱۲)

چند ایسے فضلاء کی خدمات حاصل کی جائیں جو مذکورہ بالا علوم پر جدید کتابیں تالیف کریں، خصوصیت کے ساتھ اصول فقہ، احکام فقہ، اسلامی معاشیات پر جدید کتابیں لکھنا نہایت ضروری ہے، کیونکہ قدیم کتابیں اب درس و تدریس کے لیے کارآمد نہیں ہیں، ارباب اجتہاد کے لیے تو بلا شبہ ان میں بہت اچھا مواد مل سکتا ہے مگر ان کو جوں کا توں لے کر موجودہ زمانہ کے طلبہ کو پڑھانا بالکل بے سود[۱] ہے (بحوالہ بالا ص ۲۱۳)

اسلامی تحریک کی راہ میں دوسری رکاوٹ وہ جامد اور بے روح مذہبیت ہے جس کو آج کل اصل اسلام سمجھا جا رہا ہے۔ اس غلط مذہبیت کا پہلا بنیادی نقص یہ[۲] ہے ــــ دوسرا بنیادی نقص اس مسخ شدہ مذہبیت میں یہ ہے کہ اس میں اجتہاد کا دروازہ بند ہے جس کی وجہ سے اسلام ایک زندہ تحریک کے بجائے محض عہد گذشتہ کی ایک تاریخی تحریک بن کر رہ گیا ہے اور اسلام کی تعلیم دینے والی درسگاہیں آثار قدیمہ[۳] کے محافظ خانوں میں تبدیل ہو گئیں۔

(ترجمان جلد ۱۷ عدد ۴ ص ۲۶۲)

مولانا ذرا انصاف سے غور تو کیجیے! آخر آپ حضرات دنیا کو کہاں لے جا رہے ہیں اس دور فساد میں جب کہ ہر شخص اغراض پرستی میں دیوانہ بنا ہوا ہے تو آپ ایسے دور میں احادیث کے مجموعہ کو ناقابل اعتماد قرار دے کر اسلاف کے منصوصات سے دنیا کو آزاد کر کے ان کو اجتہاد کی ترغیبیں دے رہے ہیں۔ سوچ تو لیجیے کہ پھر یہ آپ کا متحرک اسلام ہوائی جہاز بن کر کہاں پہنچے گا۔

---

[۱] کم از کم جناب تو اب ایک بے سود کام میں اپنے قیمتی اوقات کو ضائع فرما رہے ہیں کہ انہی بے کار کتابوں کو ہر سال پڑھاتے ہیں۔ [۲] اس کی طرف نمبر ۳ میں آپ کی توجہ مبذول کرا چکا ہوں [۳] کم از کم مودودی حضرات کو تو ہرگز کسی ایسی درسگاہ میں ایک منٹ کے لیے بھی نہیں رہنا چاہیے جو آثار قدیمہ کی محافظ ہوں۔

یا ایها الذین اٰمنوا لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتاً عند الله ان تقولوا ما لا تفعلون (القرآن)

اس کے ساتھ ایک نظر اس خطبہ پر بھی ڈال لیں جو مودودی صاحب نے دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی انجمن اتحاد طلبہ کے جلسہ میں دیا تھا کہ:

"اس سارے نظام تعلیم کو ادھیڑ کر از سر نو ایک دوسرا ہی نظام تعلیم بنانا ہوگا۔

(ترجمان شوال ۵۹ھ جلد ۱۷ عدد ۴، ۵ ص ۳۴۵)

اس کے بعد ان ساری اصلاحات کے ساتھ جن پر مودودی صاحب تعلیم و احادیث پر تنقید کے سلسلہ میں زور دے رہے ہیں۔ خود مودودی صاحب کے الفاظ کی روشنی میں اپنے مسلک پر غور کیجئے۔ وہ لکھتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ اخبار احاد سے جو تفصیلات معلوم ہوتی ہیں وہ بھی کچھ نہ کچھ مختلف ہیں اور ان کی بنا پر متعدد مذاہب نکلتے ہیں۔ مگر اول تو ان میں بمشکل پانچ سات مذاہب نکلنے کی گنجائش ہے اور پھر ان سے جتنے مذہب بھی نکلتے ہیں ان میں سے ہر ایک کو کسی بالاتر اقتدار کی سند حاصل ہے، جس کی قوت سے مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت اس کا اتباع کر رہی ہے۔ بخلاف اس کے اخبار احاد کو بالکلیہ رد کرنے کے بعد بے شمار مذاہب کی گنجائش نکل آتی ہے۔ اور ان میں سے کسی کو بھی کوئی ایسی سند حاصل نہیں ہوتی۔ جو زیادہ نہیں دو ہی مسلمانوں کو کسی ایک جزئیہ میں ایک طریقہ پر جمع کر دے، نتیجہ اس کا بالکل ظاہر ہے۔ (تفہیمات ص ۳۱۵)

خدارا کچھ تو انصاف سے غور کیجئے، احادیث کو بالکلیہ ترک کرنے میں جس شدید مضرت کا مودودی صاحب خود اعتراف کر رہے ہیں۔ احادیث کے جرح و تعدیل میں اس وسعت کے بعد جو مودودی صاحب اس زمانہ کے نونہالوں کو بخش رہے ہیں، کونسی حدیث کو رد نہیں کیا جا سکتا مجموعہ رد کرنے کو مودودی صاحب خطرناک سمجھتے ہیں لیکن جب ہر ہر حدیث کو رد کیا جا سکتا ہے پھر مجموعہ کے رد نہ کرنے کی حقیقت تسلی آمیز الفاظ کے سوا کیا رہی۔ جب محدثین و مجتہدین اور اسلاف کے بالاتر اقتدار کی سند کو مودودی صاحب خود مٹا رہے ہیں۔ پھر کیا امکان کے درجہ میں بھی اس کا تصور باقی رہ سکتا ہے کہ اس دور فساد و ہوا پرستی میں اسلام میں لاکھوں کروڑوں

مذاہب پیدا نہیں ہو جائیں گے۔

آپ یہ نہ فرمائیں کہ اس زمانہ میں متعارف غیر مقلدین میں کونسے ہزاروں مذہب پیدا ہو گئے اسلیے کہ وہ جماعت صرف مجتہدین کی تقلید سے انکار کرتی ہے۔ محدثین کی بالادستی اور ان کے فیصلہ سے باہر نکلنے کا ارادہ نہیں کرتی۔ اور آپ اپنی جماعت کو دونوں کے اقتدار و اتباع سے نکال رہے ہیں۔ مودودی صاحب نے اپنا آخری فیصلہ جو تفہیمات طبع چہارم صفحہ ۲۹۰ میں نظر ثانی اور اصلاح کے بعد شائع فرمایا ہے۔ یہ ہے کہ:۔

"تفقہ مجتہد میں بھی خطا کا امکان ہے اور اسناد حدیث میں بھی۔ پس میرے نزدیک لازم ہے کہ ایک ذی علم آدمی مجتہدین کے اجتہادات اور احادیث کی روایات دونوں میں نظر کر کے حکم شرعی کی تحقیق کرتا رہے وہ لوگ جو حکم شرعی کی خود تحقیق نہیں کر سکتے تو ان کے لیے یہ بھی صحیح ہے کہ کسی عالم پر اعتماد کریں اور یہ بھی صحیح ہے کہ جو مستند حدیث مل جائے اس پر عمل کریں"

سابقہ مجتہدین اور محدثین میں تو خطا کا امکان ہر ہر قدم پر ہے لیکن اس خیر القرون کے معصومین عن الخطا کو حق ہے کہ مجتہدین کے جس اجتہاد کو چاہے رد کر دیں اور محدثین کی کسی بھی تحقیق کو صرف امکان خطا کی بنا۔ پر پس پشت ڈالدیں اور اس سے بڑھ کر یہ کہ جو خود تحقیق نہیں کر سکتا وہ جس مستند حدیث پر چاہے عمل کر لے جب وہ خود تحقیق نہیں کر سکتا تو اس کو حدیث کا مستند ہونا کیسے معلوم ہو گا اور مستند ہونے کے بعد اس کا مؤول یا منسوخ ہونا کیسے معلوم ہو گا۔ اور اس کو آپ ہی سمجھ سکتے ہیں کہ مودودی صاحب کے اس آخری اور حتمی فیصلہ کے بعد جو انہوں نے مجتہدین اور محدثین میں امکان خطا کے بعد فرمایا ہے۔ مودودی صاحب کو اگر کوئی شخص ترقی یافتہ غیر مقلد کہے تو آپ حضرات جو مدعی سست گواہ چست کے مصداق ہیں کیوں اس کی تردید کرتے پھرتے ہیں؟

مودودی لٹریچر میں دین و عبادت کا استہزا

پانچویں چیز جس کی طرف میں جناب کی خصوصی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ وہ دین اور عبادت کا استہزا، اہل دین اور علماء کی اہانت ہے۔ لٹریچر کی کوئی کتاب اُٹھا لیجیئے اس مکفرہ سے خالی نہیں ملے گی۔ آپ ہی غور کیجیئے کہ یہ بات ایک عام مسلمان کے لیے بھی قابل برداشت نہیں چہ جائے کہ کسی عالم سے۔ کیا احیاء دین اسی کا نام ہے کہ دین کی باتوں کا مذاق اُڑایا جائے۔

میں ہر نمبر میں صرف نمونہ کے طور پر چند مثالوں پر اکتفا۔ کرتا ہوں۔ اس لیے کہ بقول خود جناب نے سارا لٹریچر ملاحظہ فرمایا ہے اس لیے چند نمونوں پر بندہ کے توجہ دلانے سے جناب خود خیال فرمالیں گے کہ اس نوع کی بیسیوں مثالیں آپ کو ملیں گی۔ غور سے ملاحظہ فرمائیں۔ مودودی صاحب کہتے ہیں :

آپ اس نوکر کے متعلق کیا کہیں گے، جو آقا کی مقرر کی ہوئی ڈیوٹی پر جانے کے بجائے ہر وقت بس اس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا رہے اور لاکھوں مرتبہ اس کا نام جپتا چلا جائے۔ آقا اس سے کہتا ہے کہ جا فلاں فلاں آدمیوں کا حق ادا کر۔ مگر یہ نہیں جاتا۔ بلکہ وہیں کھڑے کھڑے آقا کو جھک جھک کر دس سلام کرتا ہے اور پھر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ آقا اُسے حکم دیتا ہے کہ جا فلاں فلاں خرابیوں کو مٹا دے مگر یہ ایک انچ وہاں سے نہیں ہٹتا اور سجدے پر سجدے کیے جاتا ہے۔ آقا حکم دیتا ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹ دے یہ حکم سن کر بس وہیں کھڑے کھڑے نہایت خوش الحانی کے ساتھ چور کا ہاتھ کاٹ دے، چور کا ہاتھ کاٹ دے بیسیوں مرتبہ پڑھتا رہتا ہے۔ مگر ایک دفعہ بھی اس نظام حکومت کے قیام کی کوشش نہیں کرتا جس میں شرعی حدود جاری ہوں۔ کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ شخص حقیقت میں آقا کی بندگی

کررہا ہے۔ آپ کا کوئی ملازم یہ رویہ اختیار کرے تو میں جانتا ہوں کہ آپ
اُسے کیا کہیں گے۔ مگر حیرت ہے آپ پر کہ خدا کا جو نوکر ایسا کرتا ہے آپ اُسے
بڑا عبادت گذار کہتے ہیں ـــــ یہ غلط فہمی صرف اس وجہ سے ہے کہ آپ
عبادت کا صحیح مطلب نہیں جانتے۔ (خطبات ص۲۷)

یہ تو میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ یہ مثال صرف اسی تحریف پر صحیح ہو سکتی ہے کہ جو مودودی صاحب نے عبادت کے معنی میں کر رکھی ہے۔ بلکہ حقیقت میں تو جب صحیح ہو سکتی ہے جب کہ اس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے رہنا یا سجدہ پر سجدہ کرنا وغیرہ امور ڈیوٹی سے نکال دیئے جائیں اور اگر یہ بھی ڈیوٹی کے اجزاء ہیں تو پھر آپ ہی بتائیں کہ یہ مثال کیسے صحیح ہو سکتی ہے لیکن اس سے قطع نظر اس وقت تو مجھے جس طرف توجہ دلانا ہے وُہ یہ ہے کہ یہ آخر کن لوگوں کا مذاق اُڑایا جا رہا ہے۔ کن اکابر کو احمق اور بے وقوف بنایا جا رہا ہے کن ارشاداتِ نبویہ پر پھبتی اُڑائی جا رہی ہے۔

دین اور عبادت کے متعلق چند آیات قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ

کیا لا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبه فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصر به و یده التی یبطش بها و رجله التی یمشی بها۔[1] (الحدیث للبخاری) جمع الفوائد ص۱۱۹

اس کے سوا کچھ اور ہے جس کا مذاق اُڑایا گیا۔ کیا وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ

[1] لا یزال عبدی یتقرب الخ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے کہ بندہ نفلی عبادتوں کی وجہ سے میرے ساتھ تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں بھی اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں، پھر میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے اور پاؤں جس سے وہ چلتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب بندہ عبادت کی وجہ سے حق تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے تو حق تعالیٰ اسکے اعضاء کے محافظ بن جاتے ہیں اور آنکھ کان وغیرہ سب اس کی مرضی کے تابع بن جاتے ہیں۔

سُجَّدًا وَّقِیَامًا[۱] - اس کے سوا کچھ اور ہے کہ ہاتھ باندھے کھڑے رہیں یا سجدہ میں پڑے رہیں کیا یہ صحیح نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے ارشاد فرمایا کہ مانگ کیا مانگتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ جنت میں حضورؐ کی رفاقت نصیب ہو جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت اعنی علی نفسک بکثرۃ السجود[۲] (لمسلم وابی داؤد) فرمایا تھا یا یہ فرمایا تھا کہ جا کر چور کا ہاتھ کاٹ دے کیا عن معدان لقیت ثوبان مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت اخبرنی بعمل اعملہ یدخلنی الجنۃ او قال احب الاعمال الی اللہ فسکت ثم سالتہ فسکت ثم سالتہ الثالثۃ فقال سألت عن ذالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال عَلَیْکَ بکثرۃ السجود[۳] (الحدیث لمسلم والترمذی والنسائی)

کیا لاکھوں مرتبہ اس کا نام جپنا جس کا ایک مرتبہ نام لینے سے زبان میں لذت دل میں سرور دماغ میں سکون پیدا ہوتا ہے، ایسی کڑوی چیز تھی جس کو دنیوی آقا کو آقا آقا چلاتے رہنے کی بدمزہ چیز سے تشبیہ دی گئی اگر والذاکرین اللہ کثیرا و الذاکرات میں کوئی تحریف کی جا سکتی ہے تو انا مع عبدی اذا ذکرنی وتحرکت بی شفتاہ او لا یزال لسانک

---

[۱] والذین یبیتون الخ الآیۃ اور جو راتوں کو اپنے رب کے آگے سجدے اور قیام میں لگے رہتے ہیں یعنی جب رات کو غافل لوگ نیند اور آرام کے مزے لوٹتے ہیں تو یہ خدا کی عبادت کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ رات کی نماز کی تخصیص اس کے افضل ہونے کی وجہ سے ہے (پارہ وقال الذین رکوع نمبر۳)

[۲] اعنی علی نفسک الخ یعنی اگر جنت میں جانے کی اور میرے ساتھ مرافقت کی خواہش رکھتے ہو تو خواہش نفسانی کے خلاف رہ کر کثرت سجود (یعنی کثرت صلاۃ) سے میری مدد کرو۔

[۳] عن معدان لقیت الخ حضرت معدان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ثوبان (جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ تھے) سے ملاقات کی تو پوچھا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتاؤ جو مجھے جنت میں لیجائے۔ یا یہ کہا کہ ایسا عمل بتلاؤ جو اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہو وہ خاموش رہے میں نے پھر سوال کیا پھر خاموش رہے جب میں نے تیسری مرتبہ دریافت کیا تو جواب دیا کہ میں نے خود بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات دریافت کی تھی تو آپ نے ارشاد فرمایا تھا علیک بکثرۃ السجود یعنی نماز کی کثرت کا اہتمام کرو۔

رطبًا من ذکر اللہ[1] اور ای الاعمال احب الی اللہ کے جواب میں ان تموت ولسانک رطب من ذکر اللہ[2] تو اس کا پاک نام جپنے میں صاف ہیں۔ الا انبئکم بخیر اعمالکم وازکاها عند ملیککم وارفعها فی درجاتکم وخیر لکم من انفاق الذهب والورق وخیر لکم من ان تلقوا عدوکم فتضربوا اعناقهم ویضربوا اعناقکم قالوا بلیٰ قال ذکر اللہ[3] میں تو کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں۔ یہاں تو اللہ کے ذکر کو سونا، چاندی خرچ کرنے سے اور جہاد سے بھی افضل فرما دیا۔ کیا سیکڑوں حدیثیں اللہ کے پاک نام کی کثرت میں وارد نہیں ہوئیں، کیا حدیث میں من عجز منکم عن اللیل ان یکابده و بخل بالمال ان ینفقه وجبن عن العدو ان یجاهده فلیکثر ذکر اللہ[4]۔ کیا اس میں اللہ کا نام جپنے کے علاوہ کوئی دوسری چیز مراد ہو سکتی ہے۔

---

[1] انا مع عبدی الخ ارشاد خداوندی ہے کہ میں اپنے بندہ کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے اور میرے ذکر سے اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں اور تیری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر و تازہ رہنی چاہیئے۔

[2] ای الاعمال احب الی اللہ الخ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ تمام اعمال میں اللہ کے نزدیک کونسا عمل زیادہ محبوب ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو اس حال میں مرے کہ تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو یعنی بکثرت ذکر اللہ کرنے والا ہو اور اسی حالت میں انتقال ہو۔ [3] الا انبئکم الخ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمام اعمال میں بہترین ہو اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ اور تمہارے درجوں کو بہت زیادہ بلند کرنے والی ہو اور سونے چاندی کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر ہو اور جہاد میں تم دشمنوں کو قتل کرو وہ تم کو قتل کریں، اس سے بھی بڑھی ہوئی ہو۔ صحابہ نے عرض کیا ضرور تبلایئے ارشاد فرمایا وہ اللہ کا ذکر ہے۔

(اخرجه احمد والترمذی وابن ماجة)

[4] من عجز منکم الخ ارشاد فرمایا کہ جو تم میں راتوں کو محنت کرنے سے عاجز ہو اور بخل کی وجہ سے مال بھی خرچ نہ کرتا ہو (یعنی نفلی صدقات نہ دے سکتا ہو) اور بزدلی کی وجہ سے جہاد میں شرکت نہ کر سکتا ہو اسکو چاہیئے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرے۔

(رواه الطبرانی والبیهقی)

اسی طرح چور کا ہاتھ کاٹ دے، چور کا ہاتھ کاٹ دے کا مودودی صاحب مذاق اڑائیں اور آپ لوگوں کو ایسے مضامین کے پڑھنے کی کثرت سے ترغیبیں دیں۔ لیکن جس کے ذکر میں اس نے وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا میں اس حکم کے ترتیل سے پڑھنے کا حکم ہی دیا ہے۔ اس کے پاک رسولؐ نے کیا علیك بتلاوة القرآن وذكر الله فانه ذكر لك في السماء ونور لك في الارض[1] ارشاد نہیں فرمایا۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن پاک کو اہلِ دنیا کے احکام کے ساتھ تشبیہ دینا روح قرآن سے انتہائی ناواقفیت کی دلیل ہے۔ دنیا کے احکام صرف عمل کے لیے دیتے جاتے ہیں سوائے عمل کرنے کے ان کی اپنی کوئی قیمت نہیں۔ ان کو اگر کوئی نوکر آقا کے پاس کھڑے ہو کر بار بار پڑھتا رہے تو یقیناً تمسخر ہے۔ لیکن کیا قرآن پاک کا بھی ایسا ہی حکم ہے کیا خود قرآن پاک اور احادیث کثیرہ میں قرآن پاک کے بار بار پڑھنے کی انتہائی ترغیب و تحریص نہیں ہے۔ کیا اس کی دن رات تلاوت کو لَا حَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَیْنِ[2] میں قابلِ رشک نہیں قرار دیا گیا، کیا اس کے ایک ایک حرف کی تلاوت پر دس دس نیکیوں کا وعدہ نہیں کیا گیا۔

اصل یہ ہے کہ مودودی صاحب ان سب چیزوں کی لذت سے آشنا ہی نہیں ہیں ان کی لذت کسی کی جوتیاں سیدھی کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور مودودی صاحب کے لیے فکرِ اسلامی ہی اور اقامت دین کی خاطر کسی کی جوتیاں سیدھی کرنا صنم پرستی کے مشابہ ہے۔

---

[1] علیك بتلاوة القرآن الخ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ وصیت کرنے کی درخواست کی تو آپؐ نے فرمایا کہ تقویٰ کا اہتمام کرو کہ یہ تمام امور کی جڑ ہے میں نے عرض کیا اس کے ساتھ کچھ اور بھی ارشاد فرمائیں تو فرمایا قرآن پاک کی تلاوت کا اہتمام کیا کرو کہ یہ دنیا میں نور ہے اور آخرت میں تمہارے لیے ذخیرہ ہوگا (رواہ ابن حبان)

[2] لاحسد الا فی اثنتین۔ ارشاد نبویؐ ہے کہ حسد دو شخصوں کے علاوہ کسی اور پر کرنا جائز نہیں۔ ایک وہ جس کو حق تعالیٰ شانہ نے قرآن پاک کی تلاوت عطا فرمائی اور وہ دن رات میں اس کو پڑھتا ہے۔ دوسرے وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال کی کثرت عطا فرمائی اور وہ دن رات اس کو خرچ کرتا ہے۔ اس حدیث میں حسد سے مراد غبط یعنی رشک ہے۔

تو پھر وہ ان چیزوں کے مغز تک کہاں پہنچ سکتے ہیں۔ لیکن جناب کے متعلق تو یہ خیال نہ تھا کہ آپ بھی ایسی واضح چیزوں میں ان کے ہم نوا بن جائیں گے۔ اگر یہ تاویل کی جاوے کہ اصل مقصد ان چیزوں کا تمسخر نہیں ہے بلکہ اپنے خیال کے موافق جس چیز کو سب سے اہم سمجھ رکھا ہے اس کی تاکید مقصود ہے تو اوّل تو آپ خود ہی سمجھ لیجئے کہ وہ ان ارکان مقصودہ مستقلہ کے برابر نہیں ہے۔ اور اگر جمہور کی رائے کے خلاف مودودی صاحب کو اسی پر اصرار ہے تو پھر بھی ان عبادات مقصودہ کا استہزاء تو اسلامی شان کے بالکل خلاف ہے۔ پھر یہ کہ اس قسم کی ایک دو مثالیں نہیں ہیں، مختلف انداز سے مودودی صاحب ان عبادات پر طنز کرتے ہیں۔

امام مہدی علیہ السلام کے متعلق مودودی صاحب کی تحقیقات

اسی طرح مودودی صاحب لکھتے ہیں:۔

مسلمانوں میں جو لوگ الامام المہدی کے آنے کے قائل ہیں وہ بھی ان متجددین سے جو اس کے قائل نہیں ہیں اپنی غلط فہمیوں میں کچھ پیچھے نہیں ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ امام مہدی کوئی اگلے وقتوں کے مولویانہ وصوفیانہ وضع قطع کے آدمی ہوں گے۔ تسبیح ہاتھ میں لیے یکایک کسی مدرسہ یا خانقاہ کے حجرہ سے برآمد ہوں گے، آتے ہی انا المہدی کا اعلان کر دیں گے، علماء و مشائخ کتابیں لیے ہوئے پہنچ جائیں گے اور لکھی ہوئی علامتوں سے ان کے جسم کی ساخت وغیرہ کا مقابلہ کر کے انہیں شناخت کریں گے پھر بیعت ہو گی اور اعلان جہاد کر دیا جائے گا۔ چلے کھینچے ہوئے درویش اور سب پرانے طرز کے بقیۃ السلف ان کے جھنڈے تلے جمع ہوں گے۔ تلوار تو محض شرط پوری کرنے کے لیے برائے نام چلانی پڑے گی۔ اصل میں سارا کام برکت اور روحانی تصرف سے چلے گا۔ پھونکوں اور وظیفوں کے زور سے میدان جیتے جائیں گے جس کافر پر نظر مار دیں گے تڑپ کر بے ہوش ہو جائے گا اور محض بد دعا کی تاثیر سے ٹینکوں اور ہوائی جہازوں میں کیڑے پڑ جائیں گے

عقیدہ ظہور مہدی کے متعلق عام لوگوں کے تصورات کچھ اسی قسم کے ہیں الخ

طویل الاطائل عبارت۔ (تجدید و احیائے دین ص۳۲)

اس قسم کے تصورات کو اور زیادہ بھیانک صورت اور مضحکہ خیز الفاظ میں تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ لیکن حدیث کا وہ مبتدی جس نے کم از کم حدیث کی وہ کتابیں پڑھی ہوں گی، جو داخل نصاب ہیں۔ وہ آخر کیا اس مضمون سے انگشت بدنداں نہ رہ جاتے گا۔ وہ کیا اتنا سمجھے گا کہ مودودی صاحب لوگوں کے تصورات کا نام لے کر ایسی حدیث کے مضمون پر طنز کر رہے ہیں جس کو ائمہ حدیث نے قابل اعتماد قرار دیا۔ اگر میں اسی جگہ مہدی کی احادیث کو جمع کروں تو مستقل ایک دفتر ان کا بن جائے گا۔ لیکن آپ کی نظر سے تو آخر گذری ہی ہوں گی۔"

امام مہدی کے متعلق چند احادیث

مولویانہ و صوفیانہ وضع قطع کے متعلق اگر دارانی کی روایت عن حذیفۃ قال حذیفۃ[1] فقام عمران بن حصین فقال یا رسول اللہ کیف لنا حتیٰ نعرفہ قال ھو رجل من ولدی کانہ من رجال بنی اسرائیل علیہ عباءتان قطوانیتان وفی روایۃ خاشع للہ خشوع النسر بجناحیہ علیہ عباءتان قطوانیتان ۔۔۔۔ اور ابو نعیم کی روایت عن ابی امامۃ مرفوعاً المھدی من ولدی ابن اربعین سنۃ کان وجھہ کوکب دری فی خدہ الایمن قال اسود علیہ عباءتان قطوانیتان[1] (الاشاعۃ[۱۳۵] و فتاویٰ حدیثیہ[۲۸])

---

[1] قال حذیفۃ الخ حضرت حذیفہؓ ایک طویل روایت نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ پھر عمران بن حصین کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے پاس کیا علامت ہے جس کے ذریعہ ہم حضرت مہدی کو پہچان لیں ؟ فرمایا وہ ایک آدمی میری اولاد میں سے ہوگا گویا کہ وہ بنی اسرائیل کے آدمیوں میں سے ہے اور ان کے اوپر دو قطوانی چادریں ہوں گی اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اللہ کے لیے خشوع کرنے والا ہوگا جیسا کہ نسر (گدھ) اپنے دونوں بازوؤں سے خشوع کرتا ہے اور اس پر دو قطوانی چادریں ہوں گی اور ابو نعیم کی روایت ابوامامہ سے مرفوعاً یہ ہے کہ مہدی میری اولاد میں سے ہوگا اور چالیس سال ان کی عمر ہوگی ان کا چہرہ چمکدار ستارہ کی طرح ہوگا اور ان کے رخسار میں سیاہ تل ہوگا اور ان پر دو قطوانی چادریں ہوں گی۔"

ابو نعیم کی دوسری روایت :

انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یخرج المھدی وعلی رأسہ[1] عمامۃ (الحدیث) وغیرہ روایات پر کوئی کلام بھی کر دے تو اس سے دنیا میں کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ امام مہدی ہادیٔ امت و مقتدائے ملت ہیں اور اب دنیا کی کسی قوم کو دیکھ لیجیے، مسلمانوں کی خصوصیت نہیں، یہود، نصاریٰ، پارسی، بت پرست، غرض جتنی بھی دنیا میں قومیں آباد ہیں باوجود مذاہب کے انتہائی اختلاف کے یہ ایک چیز آپ سب میں مشترک پائیں گے کہ ان کے مذہبی راہنماؤں کا لباس وہی مولویانہ، صوفیانہ ملے گا۔ کیا یہ حیرت کی بات نہیں ہے کہ باوجود عقاید و اعمال کے اختلاف کے مقتدایانہ لباس میں مجانست اس کی واضح دلیل ہے کہ مقتدائیت میں اس لباس کو یقیناً کوئی دخل ہے کہ اس میں اختلاف نہیں ملتا، اس لیے اگر ایک بھی روایت نہ ہوتی تب بھی امام مہدی کا لباس یقیناً مولویانہ، صوفیانہ ہوتا۔

اصل بات یہ ہے کہ مودودی صاحب دل سے مہدی بننا چاہتے ہیں اور مقتدایانہ سیرت سے اپنی لیڈری کی وجہ سے عاجز ہیں، اس لیے بجائے اس کے کہ وہ خود اس بابرکت تمدن کو اختیار کرتے ہر جگہ محل بے محل اس کی کوشش کرتے رہتے ہیں کہ انبیاء کرام اور معروف اولیاء کرام کو لیڈر لیڈر کے عنوان سے تعبیر کر کے اس تمدن سے لوگوں کے اذہان کو ہٹائیں جو مقتدایانہ تمدن کے مناسب ہے۔

اسی طرح کیا ھذا خلیفۃ اللہ المھدی وغیرہ الفاظ کی متعدد روایات آپ کی نظر سے نہیں گذریں۔

اسی طرح اگر ان کے جسم کی علامات پہچاننے کے لیے نہیں ہیں تو پھر کیوں بیسیوں روایات میں ان کے جسم کی ساخت ذکر کی گئی ہے، ان کا چہرہ ان کا خد و خال، ان کی پیشانی، ان کی ناک وغیرہ کا ذکر صحاح کی روایات میں فضول ہی وارد ہوا ہے۔ یہ علامات آخر ان کے پہچاننے ہی

---

[1] انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یخرج المھدی الخ "ابو نعیم کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت مہدی کا ظہور اس حال میں ہوگا کہ ان کے سر پر عمامہ بندھا ہوا ہوگا۔"

کے واسطے وارد ہوئی ہیں ۔یا ویسے ہی بے فائدہ ذکر کی گئی ہیں۔
کیا ابوداؤد کی روایت میں فیبایعونہ بین الرکن والمقام[1] کی تصریح نہیں ہے پھر مودودی صاحب بیعت پر کیوں طنز کرتے ہیں۔
اسی روایت میں اذا رای الناس ذالک اتاہ ابدال الشام وعصائب اھل العراق وارد نہیں ہوا۔کیا یہ ابدال وعصائب کی جماعت درویش اور پرانے طرز کے بقیۃ السلف نہیں ہیں۔ دوسری روایت میں یتخرج الابدال من الشام واشباھھم ویخرج الیہ النجباء من مصر وعصائب اھل المشرق واشباھھم حتی یاتوا مکۃ فیبایع لہ بین الرکن والمقام (الحدیث)[2] یہ سب کی سب بقیۃ السلف صوفیاء اور مشائخ کی جماعت نہیں ہے تو کیا ہے ؟
امام مہدی کے زمانہ میں برکات کے متعلق تو مودودی صاحب نے اس مضمون میں خود ہی اعتراف کر لیا کہ آسمان دل کھول کر اپنی برکتوں کی بارش کرے گا اور زمین اپنے پیٹ کے سارے خزانے اگل دے گی۔میں کہتا ہوں پھونکوں اور وظیفوں کا نمبر تو بعد کا ہے صرف نعرۂ تکبیر سے بھی میدان جیتے جائیں گے کیا مسلم شریف کی روایت فاذا جاؤھا ونزلوا فلم یقاتلوا بسلاح ولم یرموا بسھم قالوا لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر فیسقط احد جانبیھا ثم یقولون الثانیۃ لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر فیسقط جانبھا الاٰخر ثم یقولون الثلثۃ لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر فیفرج بھم فیدخلوھا (الحدیث)[3] کو آپ موضوع فرماتے ہیں جس کافر پر نظر پڑے گی تڑپ کر بے ہوش ہو

---

[1] فیبایعونہ بین الرکن والمقام الخ یعنی علماء علامات کے ذریعہ امام مہدی کو پہچان کر ان سے حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ان کے ہاتھ پر بیعت ہوں گے [2] یتخرج الابدال من الشام۔شام سے ابدال جیسے حضرات نکلیں گے اور مصر سے نجبا اور اہل مشرق سے عصائب اور ان جیسے لوگ نکلیں گے یہاں تک کہ مکہ مکرمہ آئیں گے اور رکن ومقام کے درمیان ان سے بیعت ہوں گے [3] فاذا جاءوا ونزلوا الخ یعنی جب امام مہدی مع اپنے لشکر کے پہنچیں گے تو نہ ہتھیاروں سے قتال کریں گے نہ تیر چلائیں گے بلکہ لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کہیں گے جس سے اس کی ایک جانب گر جائے گی پھر دوسری مرتبہ کہیں گے تو دوسری جانب گر جائے گی۔پھر تیسری مرتبہ جب کہیں گے تو ان کے لیے راستہ کھل جائے گا اور وہ اندر داخل ہو جائیں گے۔

جائے گا۔ امام مہدی کے قصے میں میری نظر سے نہیں گذرا لیکن چونکہ مودودی صاحب اس سارے مضمون میں احادیث کے مضامین ہی کا مذاق اُڑا رہے ہیں، اس لیے ممکن ہے یہ بھی کسی حدیث میں ہو جو میری نظر سے نہ گذری ہو اور ممکن ہے کہ اس زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے متعلق اذا رآہ عدو اللہ ذاب کما یذوب الملح فی الماء[1] وارد ہوا ہے اور دوسری حدیث میں لا یحل لکافر یجد ریح نفسہ الامات[2] وارد ہوا ہے۔ بہ نظر التفات انہیں حدیث پاک کی طرف ہوتی ہو۔ بددعا سے مینکوں میں کیڑے پڑیں یا نہ پڑیں۔ لیکن اگر سراقہ کا گھوڑا سخت زمین میں پیٹ تک دھنس سکتا ہے اور حنین میں شاہت الوجوہ کہہ کر مٹی پھینکنے سے ہر کافر کی آنکھ میں وہ گھس سکتی ہے، اُسید بن حضیر اور عبید بن بشر کی لکڑیاں روشن ہو سکتی ہیں اور کھانوں میں سے تسبیح کی آواز صحابہ سُن سکتے ہیں، اگر سفینہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شیر راستہ بتا سکتا ہے اگر حضرت سعید کی بددعا سے ان پر جھوٹا دعویٰ کرنے والی عورت اندھی ہو سکتی ہے اگر حضرت سعد کی بددعا سے ان پر جھوٹا الزام لگانے والا گوناگوں مصائب کا شکار ہو سکتا ہے اگر غزوہ بدر میں بالف من الملٰئکۃ مردفین سے مدد ہو سکتی ہے نصرت بالصباء واھلکت عاد بالدبور میں ہواؤں سے میدان جیتا جا سکتا ہے، تو پھر امام مہدی کے زمانہ میں دعا یا بددعا سے کسی قسم کے انتفاع میں کونسا ایسا استحالہ ہے جس کی وجہ سے یہ چیزیں امام مہدی کے متعلق غلط تصورات کی فہرست میں داخل ہو گئیں اور ان کو اس کا مذاق اُڑانا پڑا۔

مولانا ذرا انصاف سے سوچیے اس طویل عبارت کو جو مودودی صاحب نے اس جگہ لکھی ہے۔ دین سے ناواقف، احادیث سے بے خبر طبقہ اس کو پڑھ کر ان کی صاف گوئی اور روشن دماغی

---

[1] اذا راٰہ عدو اللہ الخ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور ان کے کفر و شرک کے مٹانے کے سلسلہ میں ایک طویل حدیث مسلم شریف میں ہے جس کا ایک ٹکڑا اذا راٰہ عدو اللہ ہے یعنی دجال جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا تو اس طرح گھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھلتا ہے۔

[2] لا یحل لکافر الخ یعنی کوئی کافر ایسا باقی نہیں رہے گا جو اُن کے سانس کو پائے اور زندہ رہ جائے فوراً مرجائے گا۔

کی داد دیدے ۔ ان کو دقیانوسی اور اوہام پرستی سے دُور کہہ کر خوش ہو لے ۔ لیکن جن لوگوں کی نگاہ میں یہ بات بھی ہو گی کہ یہ مضحکہ مُلّانوں یا بقیۃ السلف کا نہیں ہو رہا ہے بلکہ براہ راست احادیث نبویہ کا ہو رہا ہے ۔ تو ان کے دل پر کیا گذرتی ہو گی، اور پھر جب وہ یہ بھی دیکھیں گے کہ آپ جیسے اہل علم ان مضامین سے آنکھ بند کر کے لوگوں کو ان ہی کتب کے دیکھنے کی ترغیب دے رہے ہیں تو کیا وہ یہ نہ سمجھیں گے کہ مودودی صاحب کے کلام کی وقعت آپ کی نگاہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے بھی بڑھی ہوئی ہے ۔

جاہلیّتِ راہبانہ

اسی طرح مودودی صاحب جاہلیّتِ راہبانہ کے ذیل لکھتے ہیں کہ:

"یہ دنیا اور یہ جسمانی وجود انسان کے لیے ایک دار العذاب ہے ۔ انسان اس دنیا کی چیزوں سے جتنا تعلق رکھے گا اتنا ہی آلودہ ہوگا ۔ نجات کی صورت اس کے سوا کوئی نہیں کہ اس زندگی کے بکھیڑوں سے قطع تعلق کیا جائے، خواہشات کو مٹایا جائے، لذّات سے کنارہ کشی کی جائے، اپنے اس دشمن یعنی نفس و جسم کو مجاہدات و ریاضات کے ذریعہ اتنی تکلیفیں دی جائیں کہ رُوح پر اس کا تسلّط قائم نہ رہ سکے، اس طرح روح ہلکی اور پاک ہو جائے گی اور نجات کے بلند مقام پر اُڑنے کی طاقت حاصل کر لے گی۔" (ترجمان ۱۷ عدد ۴ ص ۲۷۴)

یہ طویل مضمون نہ صرف احادیث بلکہ آپ ہی ارشاد فرمائیں کہ کیا آیات قرآنیہ کے بھی خلاف نہیں ۔ کاش اس مضمون کے بعد اس ناکارہ کے رسالہ فضائل صدقات حصۂ دوم میں اس مضمون سے متعلق مختصر طور پر آیات اور احادیث نبویہ کا مطالعہ فرمالیں ۔ کیا یہی وہ تجدیدی کارنامہ اور اسلام کا نیا نظر و فکر ہے جو آپ مسلمانوں میں پھیلانا چاہتے ہیں ۔ کیا یہ اسلام پر کھلا افتراء نہیں ہے کہ دنیا سے قطع تعلق کو راہبانہ جاہلیت سے تعبیر کیا جائے ۔

کیا زین للناس حب الشھوات من النساء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذھب والفضۃ ۔ الآیۃ میں ان چیزوں کے تعلق بڑھانے کی ترغیب دی گئی ہے یا متاع الحیٰوۃ الدنیا کہہ کر قل أؤنبئکم بخیر من ذٰلکم [لہ] ان چیزوں سے قطع تعلق کی ترغیب نہیں دی گئی، کیا وما الحیٰوۃ

لہ (اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں)

الدنیا الا لعب ولھو میں وللدار الاخرۃ خیر للذین یتقون افلا تعقلون[۱] میں بے عقلوں کو تنبیہہ نہیں ہے کیا اموال واولاد کو قرآن پاک میں فتنہ نہیں کہا گیا۔ لاتمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا منھم زھرۃ الدنیا[۲] میں دنیوی لذات کی طرف نظر بھر کر دیکھنے کی بھی ممانعت نہیں کی گئی کیا دنیوی زندگی سے دھوکا کھانے کی بار بار ممانعت نہیں کی گئی۔ کیا واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھویٰ[۳] میں خواہشاتِ نفسانیہ کے روکنے پر جنت کی بشارت نہیں دی گئی کیا سیکڑوں احادیث میں یہ مضامین وارد نہیں ہوئے جن کو مودودی صاحب جاہلانہ راہبیت کہتے ہیں۔ کیا مسلم شریف کی روایت الدنیا سجن للمؤمن وجنۃ الکافر[۴] موضوع حدیث ہے۔ کیا مشکوٰۃ شریف کی دوسری روایت میں الدنیا سجن

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)[۱] زین للناس الخ پوری آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے "خوشنما معلوم ہوتی ہے لوگوں کو محبت مرغوب چیزوں کی عورتیں ہوئیں بیٹے ہوئے لگے ہوئے ڈھیر ہوئے سونے اور چاندی کے نمبر لگے ہوئے گھوڑے ہوئے مویشی ہوئے اور زراعت ہوئی، یہ سب چیزیں استعمال کی ہیں، دنیوی زندگانی کی اور انجام کار کی خوبی تو اللہ ہی کے پاس ہے (پارہ تلک الرسل سورہ آل عمران رکوع ۹) مطلب آیت شریفہ کا یہ ہے کہ ابدی فلاح ان چیزوں سے حاصل نہیں ہوتی۔ ان سے تو دنیا میں صرف چند روزہ کر فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے۔ دونوں جہان کی اگر کامیابی چاہتے ہو تو خدا کی خوشنودی اور اس کا قرب حاصل کرنے کی فکر کرو۔

(حاشیہ صفحہ ہذا)[۱] وما الحیٰوۃ الدنیا الا لعب ولھو الآیۃ یعنی دنیا کی زندگی سوائے کھیل کود کے اور کچھ نہیں ہے (سورہ انعام رکوع ۳)[۲] ولا تمدن الخ اور ہرگز ان چیزوں کی طرف آپ آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھیے جن سے ہم نے کفار کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کے لیے متمتع کر رکھا ہے کہ وہ دنیاوی زندگی کی رونق ہے اور آپ کے رب کا عطیہ بدرجہا بہتر ہے اور دیرپا ہے (پارہ قال الم اقل سورہ طٰہٰ رکوع نمبر ۱۷)[۳] واما من خاف الخ اور جو شخص دنیا میں اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا اور نفس کو حرام خواہشوں سے روکا ہوگا سو جنت اس کا ٹھکانہ ہوگا" (پارہ عم سورہ النازعات رکوع ۲)[۴] الدنیا سجن للمؤمن الخ یعنی دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کیلیے جنت ہے (رواہ مالک ومسلم والترمذی عن ابی ہریرۃ رض) اس مضمون کی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں مثلاً الدنیا سجن المؤمن والقبر منہ اور ان الدنیا جنۃ الکافر والقبر عذابہ والنار مصیرہ وغیرہ وغیرہ (دیکھیے کشف الخفا للعجلونی)

المومن وسنتہ واذا فارق الدنیا فارق السجن، والسنۃ[1] وارد نہیں ہوا۔
مودودی صاحب کی یہ ایک خصوصی عادت ہے وہ احادیث کے مضامین کو یہ کہہ کر کہ لوگوں کا خیال ہے، مذاق اڑایا جاتا ہے تاکہ حدیث کا لفظ سن کر لوگ شروع ہی سے نہ بدک جائیں۔ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے مفتیان تو گردن زدنی کے قابل ہیں کہ وہ مودودی صاحب کی شان میں گستاخیاں کر رہے ہیں لیکن آپ جیسے اہل علم کی آنکھوں پر کیوں پٹیاں بندھ گئیں۔ آپ کی زبانیں کیوں گونگی ہو گئیں کہ کھلم کھلا قرآن پاک اور احادیث صحیحہ کے مضامین کو لوگوں کے خیال کی طرف منسوب کر کے ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے اور آپ ہیں کہ خاموش ہیں، بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ آپ ان مضامین کی اپنے قول و فعل سے تائید کریں۔ کیا اس سے آپ انکار فرما سکتے ہیں کہ راہبانہ جاہلیت کے سلسلہ میں جہاں جہاں بھی لٹریچر میں اشارۃً یا صراحۃً کیچڑ اچھالا گیا ہے کیا وہ براہ راست احادیث کے مضامین پر نہیں اچھالا گیا؟

جاہل لوگ جو اہل دین سے ہمیشہ برگشتہ رہا کرتے ہیں ان مضامین کو پڑھ کر خوش ہوتے ہیں کہ دینداروں پر خوب چوٹ کی، بڑا بے لاگ لکھنے والا ہے۔ اہل علم کو ان چیزوں کے پڑھنے کی فرصت نہیں ہے۔ لیکن آپ خود ہی غور فرمائیں کہ قرآن و حدیث کے خلاف مضامین جب اہل علم کی نظر سے گذریں گے تو وہ کب تک خاموش رہ سکتے ہیں۔ صرف اسی ایک مضمون کو جو اس جگہ مختصراً ذکر کیا گیا ہے اور اس کو رہبانیت جاہلانہ کا زریں لقب عطا کیا گیا۔ اسے کتب حدیث کی کتاب الرقاق اور کتاب الزہد کی احادیث دیکھنے کے بعد پڑھیں، مجھے کامل یقین ہے کہ آپ خود بھی سکوت نہ کر سکیں گے۔ کیا نہی النفس عن الھوٰی میں خواہشات روکنے کا حکم نہیں ہے۔ کیا صحیحین کی روایت حجبت النار بالشہوات[2] نہیں۔ پھر کیا غلط کہا جس نے یہ کہا

---

[1] الدنیا سجن المومن وسنتہ الخ یعنی دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور اس کے حق میں قحط ہے اور جب دنیا سے جدا ہو جاتا ہے تو قید اور قحط سے چھٹکارا پا لیتا ہے [2] حجبت النار بالشہوات الخ فرمایا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دوزخ کی آگ ڈھانپ دی گئی شہوتوں اور لذتوں کے ساتھ اور ڈھانپ دی گئی ہے جنت سختیوں اور مشقتوں کے ساتھ۔ (متفق علیہ)

کہ نجات کی صورت اس کے سوا نہیں کہ خواہشات کو مٹایا جائے اور اگر یہ تاویل کی جائے کہ مودودی صاحب کے کلام میں خواہشات سے یہ مراد نہیں تو پھر کیا مما اخاف علیکم من بعدی ما یفتح علیکم من زھرۃ الدنیا وزینتھا[1] شیخین کی روایت نہیں ہے۔

کیا واللّٰہ لا الفقر اخشی علیکم ولکن اخشی علیکم ان تبسط علیکم الدنیا کما بسطت علی من کان قبلکم فتنا فسوھا کما تنافسوھا و تھلکلکم کما اھلکتھم[2] صحیحین کی روایت نہیں ہے۔ کیا حب الدنیا راس کل خطیئۃ[3] حدیث میں نہیں آیا۔ کیا ھل من احد یمشی علی الماء الا ابتلت قدماہ قالوا لا یارسول اللّٰہ قال کذالک صاحب الدنیا لا یسلم من الذنوب[4] حدیث نہیں ہے؟ کیا حضور اقدس صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے اپنے آخر زمانہ میں جب حضرت معاذ رض کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تھا، اس وقت یہ وصیت نہیں فرمائی تھی؟ ایاک والتنعم فان عباد اللّٰہ لیسوا بمتنعمین[5]۔ کوئی شخص جس نے تاریخ کی کوئی بھی کتاب دیکھی ہو اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ شیخین حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللّٰہ عنہما نے اپنی اپنی خلافت میں امیر المومنین ہو جانے کے باوجود لذات سے کتنی کنارہ کشی اور نفس کے مطالبات کو پورا کرنے سے کس قدر احتراز کیا ہے۔ کیا ریاضات و مجاہدات میں صحابہ کرام کا مقابلہ کرنے کی آج کسی میں ہمت ہے؟ کیا مودودی صاحب نے امام غزالیؒ کے درجہ کمال پر پہنچنے کے سلسلہ میں خود ہی یہ نہیں لکھا کہ فقیر بن کر سیاحت کے لیے نکل کھڑے ہوتے۔ گوشوں اور ویرانوں میں رہ کر غور و خوض

---

[1] مما اخاف علیکم الخ ارشاد نبوی ہے کہ ان چیزوں میں سے جن کا اندیشہ تم پر میرے بعد ہوگا دنیا کی زیب و زینت بھی ہے جو تم پر کھول دی جائے گی۔" [2] واللّٰہ لا الفقر الخ یعنی بخدا مجھے تم پر فقر کا خوف نہیں لیکن ہاں اس بات کا خوف ضرور ہے کہ دنیا تم پر پھیلا دی جائے گی، جیسے کہ تم سے پہلے آنے والوں پر پھیلا دی گئی تھی اور پھر تم دنیا پر ایسا ہی تنافس کرنے لگو جیسے پہلے لوگوں نے کیا تھا اور پھر وہ تم کو اسی طرح ہلاک کر ڈالے جیسے کہ پہلے لوگوں کو ہلاک کیا تھا۔ [3] حب الدنیا راس کل خطیئۃ یعنی دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے۔ [4] ھل من احد یمشی علی الماء الخ یعنی کیا کوئی آدمی ایسا ہے کہ وہ پانی پر چلے اور اس کے پیر نہ بھیگیں؟ صحابہ نے عرض کیا ایسا تو کوئی نہیں (بلکہ ضرور اس کے قدم تر ہوں گے) ارشاد فرمایا کہ صاحب دنیا کا بھی یہی حال ہے کہ گناہوں سے محفوظ نہیں رہے گا (یعنی گناہوں میں ضرور مبتلا ہوگا) [5] ایاک والتنعم الخ یعنی اپنے آپ کو ناز و نعم کی زندگی سے بچاؤ اس لیے کہ اللّٰہ کے بندے ناز و نعم میں زندگی گذارنے والے نہیں ہوتے۔"

کیا اور مجاہدات و ریاضات سے اپنی روح کو صاف کرتے رہے (ترجمان شوال ۵۹ھ ص ۵۴)

پھر آخر یہ کیا مصیبت ہے کہ ان سب چیزوں کو راہبانہ جاہلیت میں داخل کر دیا جائے کیا حکومت الٰہیہ قائم کرنے کے لیے یہ بھی کوئی ضروری چیز ہے کہ دین محمدی میں اصلاح بھی کی جائے۔ اللہ اور اس کے پاک رسول نے جن چیزوں کا درجہ بڑھایا تھا ان کو گرایا جائے، جیسا کہ تیسرے نمبر میں عرض کر چکا ہوں، اور جن چیزوں کا درجہ اللہ اور اس کے رسول پاک نے گرا دیا تھا، جیسا کہ دنیا اور اس کے لذائذ، ان کا درجہ بلند کیا جائے۔ کیا یہ دین میں کھلی تحریف نہیں ہے کیا دین محمدی ایسا ناقص ہے کہ اس کو اپنے حال پر باقی رکھ کر نہ اقامت دین ہو سکتی ہے نہ حکومت الٰہیہ قائم ہو سکتی ہے۔

ہم لوگوں کو تنگ نظر متعصب یا مودودی صاحب کے مقصد کو نہ سمجھنے والا کہہ کر ناقابل التفات قرار دیجیے یا اس سے بھی اور آگے پہنچا دیجیے، مگر اپنی جگہ اتنا ذہن نشین کر لیجیے کہ ان مضامین سے جماعت کے ارکان میں جو یہ اثر بڑھتا جا رہا ہے کہ حقیقی دین وہ ہے جو لٹریچر میں ہے۔ دین کو کامل طور پر اور صحیح طریقہ سے اگلوں[1] نے نہیں سمجھا اور جو علماء کہہ رہے ہیں وہ اسلام کی روح سے ناواقف ہیں، حقائق قرآنیہ سے ناآشنا ہیں، ظاہر پرست ہیں، الفاظ بین ہیں، ان سب تصورات کے پروان چڑھانے میں آپ جیسے حضرات کی بھی شرکت اور اعانت ہے۔ آپ حضرات کا اپنی تنہائی

---

[1] مولانا محمد منظور صاحب نعمانی زاد مجدہٗ اپنے اس طویل مضمون میں (جو بعد میں جماعت اسلامی سے مجلس مشاورت تک کے نام سے مولانا قمر الدین صاحب کی جانب سے کتابی شکل میں مرتب ہو کر طبع ہوا) تحریر فرماتے ہیں کہ:-

ایک طویل عرصہ تک جماعت اسلامی کے بارے میں میرا موقف یہ رہا کہ میں اس کے کام اور اس کے نتائج میں خیر کا پہلو غالب سمجھتا تھا۔ لیکن میرے ایک صاحب علم اور صاحب اصلاح دوست جن کا جماعت اسلامی کے بارے میں بالکل وہی خیال اور موقف تھا جو اس عاجز کا تھا۔ ایک دن لکھنؤ تشریف لائے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ جماعت اسلامی کے بارے میں آپ کی جو رائے تھی کیا اب بھی وہی ہے یا اس میں کچھ تبدیلی ہوئی ہے؟ میں نے ان کو بتایا کہ میں تو اپنی اسی جگہ پہ ہوں۔ انہوں نے کہا کہ اب تک تو (باقی اگلے صفحہ پر)

کی مجلسوں میں بیٹھ کر یہ کہہ دینا کہ واقعی بعض مضامین تو ان میں ایسے ہی سخت ہیں یہ کافی نہیں۔ جب کہ آپ کی شرکت اور آپ کی تائید سے ان مضامین کی حقانیت پر استدلال کیا جاتا ہو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) میرا خیال بھی یہی رہا۔ لیکن اب جیسے جیسے وقت آگے بڑھتا ہے یہ محسوس ہوتا جاتا ہے کہ شر اور مضرت کا پہلو اتنا ہلکا اور مغلوب نہیں ہے جتنا ہم سمجھ رہے ہیں اس واسطے میرے لیے یہ کہنا اب مشکل ہے کہ اس میں خیر غالب ہے۔ میں نے ان سے اس کی تفصیل چاہی تو انہوں نے بتایا کہ ہمارے یہاں جماعت اسلامی کی دعوت سے متاثر جو حلقہ ہے جو مجھ سے بھی زیادہ بعید نہیں ہے میں محسوس کرتا ہوں کہ رفتہ رفتہ ان سب کا ذہن یہ بنتا جا رہا ہے کہ دین کو اور دین کے تقاضوں کو اگلوں نے صحیح نہیں سمجھا۔ اب بس مودودی صاحب نے صحیح سمجھا ہے اور جو جماعت سے جتنا زیادہ متاثر ہوتا ہے وہ اس خیال میں اتنا ہی راسخ اور پکا ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ فہم دین کے بارے میں سلف سے بے اعتمادی ساری گمراہیوں اور سارے فتنوں کی جڑ ہے

میں نے ان سے عرض کیا کہ اگر بات ایسی ہی ہے جیسی آپ فرما رہے ہیں اور یہ ذہنیت جماعت سے تعلق رکھنے والے حلقوں میں اب عام ہو رہی ہے تو پھر اس میں شبہ نہیں کہ یہ بہت بڑا شر ہے اور ایسا شر ہے کہ اس کے مقابلہ میں اس خیر میں کوئی وزن باقی نہیں رہتا جس کی ہم اب تک قدر کرتے رہے ہیں۔ جماعت میں اس خیال کا عام ہونا تو بڑی خطرناک چیز ہے۔

اس کے بعد میں نے اپنے ذرائع سے یہ جاننے کی کوشش کی کہ کیا واقعی یہ ذہنیت جماعت سے تعلق رکھنے والے حلقہ میں بڑھ رہی ہے اور عام ہو رہی ہے تو جو کچھ معلومات مجھے حاصل ہوئیں وہ ان صاحب کی تائید ہی کرتی تھیں۔

اس علم و اندازہ کے بعد سے میں نے جماعت کے بارے میں خیر کے پہلو کو غالب کہنا چھوڑ دیا۔ ممکن ہے بعض لوگ اس ذہنیت کی خطرناکی کو پوری طرح نہ سمجھ سکتے ہوں اور اس لیے وہ اُسے معمولی سی اور ہلکی بات سمجھیں لیکن جس کے سامنے اس امت کے

یہ الفاظ بے ارادہ قلم سے نکل گئے ہیں تو اصل میں آپ کی توجہات ان مضامین کی طرف منعطف کرا رہا تھا، جہاں دینیات کا استہزا کیا گیا، دین اور اہل دین کے مسلمات کی تردید کی گئی۔ اس سلسلہ میں تصوف کا نام لینا تو شاید میری ہی بے وقوفی ہو اس لیے کہ اقامت دین اور حکومت الٰہیہ کے قیام کو تو تصوف کے ساتھ ضد کی نسبت ہے۔ یہ تو دو ایسی متعارض کشتیاں ہیں کہ بیک وقت دونوں میں قدم رکھا ہی نہیں جا سکتا۔ اس پر جماعت اسلامی کے معمولی سے معمولی افراد کو بھی فخر ہے کہ ہم تصوف کے خلاف ہیں۔ بیعت کا غیر اسلامی رواج مٹانا ہے۔ یہ روح اسلام کے خلاف ہے۔ شرک و بت پرستی کی بنیاد ہے لیکن اس سلسلہ میں جناب کی توجہ خود مودودی صاحب کی دو عبارتوں کی طرف کراتا ہوں۔ وہ "تجدید و احیائے دین ص۳۷ پر لکھتے ہیں۔

پہلی چیز جو مجھ کو حضرت مجدد الف ثانی کے وقت سے شاہ صاحب اور ان کے خلفاء تک کے تجدیدی کام میں کھٹکی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے تصوف کے بارے میں مسلمانوں کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) گمراہ فرقوں اور گمراہ افراد کی تاریخ ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ فہم دین کے بارے میں سلف سے اعتماد اٹھ جانے کے بعد کوئی حصار باقی نہیں رہتا۔ پھر آدمی پرویز بھی بن سکتا ہے برق بھی بن سکتا ہے اور ان سے آگے بھی جا سکتا ہے، ہر گمراہی کی پہلی بنیاد یہی ہوتی ہے کہ آدمی کا اعتماد دین کے فہم کے بارے میں سلف سے اٹھ جائے۔ بہر حال اس واقعہ کو قریباً ڈھائی تین برس ہوئے ہوں گے اس وقت سے جماعت اسلامی کے بارے میں میری رائے میں یہ تبدیلی آئی۔ اور جماعت اسلامی کی طرف سے مدافعت کا جو رویہ تھا وہ ختم ہو گیا اور ذہن نے دوسری طرح سوچنا شروع کر دیا۔"

(جماعت اسلامی سے مجلس مشاورت تک ص۲۶ تھوڑے سے تغیر کے ساتھ) اس طویل اقتباس کو نقل کر کے ... نگار اپنے قارئین پر یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ اب سے پچیس ۲۵ سال قبل جو خطرہ حضرت شیخ زادہ مجدہ کیلئے علم الیقین کے درجہ میں آ گیا تھا اور بعینہٖ وہی چیز بعد میں آنے والوں کے لیے عین الیقین بنی تو اب اس کے لیے حق الیقین تک پہنچنے میں کیا چیز رکاوٹ بن جائے گی؟ ظاہر ہے کہ کوئی چیز مانع نہیں بنے گی۔

بیماری کا پورا اندازہ نہیں لگایا۔ اور ان کو پھر وہی غذا دے دی جس سے مکمل پرہیز کی ضرورت تھی۔

اس کے بعد اس پر اپنی عادت کے موافق پورا زور قلم خرچ کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

اب جس کسی کو تجدید دین کے لیے کوئی کام کرنا ہو اس کے لیے لازم ہے کہ متصوفین کی زبان و اصطلاحات رموز و اشارات، لباس، اطوار، پیری مریدی اور ہر اس چیز سے جو اس طریقہ کی یاد تازہ کرنے والی ہو، مسلمانوں کو اس طرح پرہیز کرائے جیسے ذیابیطس کے مریض کو شکر سے پرہیز کرایا جاتا ہے (ترجمان جلد ۲ عدد ۲ ص ۳۱ تجدید و احیاء دین ص ۷۶)

اس کو تو آپ سوچ لیجئے کہ اس طریقہ کی یاد تازہ کرانے میں کتب احادیث کی کتاب الزہد کتاب الرقاق، یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز لباس، معمولات، صحابہ کرام کی ریاضات، مجاہدات کو بھی دخل ہے یا نہیں؟ اور قرآن و حدیث کی وہ کون کونسی چیزیں ہیں جن سے صوفیائے کرام کے طریقے کی یاد تازہ ہو جاتی ہے مجھے تو اس پوری عبارت کے پڑھنے کے بعد مودودی صاحب کے وہ الفاظ جناب کو یاد دلانے ہیں جو وہ اصلاح نصاب کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ:

مغربی علوم و فنون بجائے خود سب کے سب مفید ہیں اور اسلام کو ان میں سے کسی کے ساتھ بھی دشمنی نہیں، بلکہ ایجاباً میں یہ کہوں گا کہ جہاں تک حقائق علمیہ کا تعلق ہے اسلام ان کا دوست ہے اور وہ اسلام کے دوست ہیں، دشمنی دراصل علم اور اسلام میں نہیں بلکہ مغربیت اور اسلام میں ہے۔ (تنقیحات ص ۲۰۸)

مجھے موازنہ صرف ان دونوں ضابطوں کا کرانا ہے۔ دونوں قابل اصلاح چیزوں کا انداز بیان دکھانا ہے کہ مغربی علوم جن میں بالخصوص آج کل سراسر کفر و الحاد اور خدا دشمنی ہے ان کے حقائق سے اسلام کی دوستی ہے۔ اور تصوف اس درجہ سخت ارتداد ہے کہ اگر کسی قول و فعل سے اس کا خیال بھی دل میں آجائے تو ذیابیطس کا مریض ہلاک ہو جائے گا اور اس فرق کو آپ لٹریچر کے ایک ایک ورق میں پائیں گے۔ جہاں کہیں مغربی چیزوں کا انگریزی دانوں کا رد ہو گا وہ نہایت مہذب الفاظ میں بہت بچتے بچتے کچھ مدارات کچھ خوشامد لیے ہوئے ہو گا۔ جہاں کہیں مذہبیات

یا اہل اللہ یا اہل علم کا رد ہوگا، شمشیر برہنہ بن کر مودودی صاحب سامنے آکھڑے ہوں گے۔ ترجمان شوال ۱۳۵۹ھ میں مودودی صاحب نے یکے بعد دیگرے دو کتابوں پر تنقید کی ہے۔ اوّل ڈاکٹر برہان احمد صاحب کی کتاب مجدد الف ثانی کا تصور توحید اس کی غلطیوں پر تنبیہ ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے، انسانی کام کوتاہیوں سے خالی نہیں ہوتے۔ چنانچہ اس کتاب میں بھی چند کوتاہیاں ہیں، الخ

اس کے بعد مولوی حفظ الرحمن صاحب کی کتاب "اسلام کا اقتصادی نظام" پر تنقید کی ہے جس کا ایک ہی جملہ نقل کرتا ہوں

"اور اصل یہ ہے کہ علمائے کرام کے جس گروہ سے مولانا کا تعلق ہے اس پر نا اہلی کے ساتھ کم ہمتی اور شکست خوردگی کا بھی تسلط ہو گیا ہے"۔

اس کے بعد دونوں کتابوں کے تبصروں کو غور سے پڑھیے۔ ترکی کی تحریک آزادی کے سلسلہ میں خالدہ ادیب خانم کے خطبات پر جو تنقیدی تبصرہ مودودی صاحب نے کیا ہے وہ اس میں لکھتے ہیں:

اس حالت میں ہم اس کو خوش قسمتی سمجھتے ہیں کہ خود ترکی جدید کے معماروں میں سے ایک ایسی ہستی نے ہندوستان آکر ہمارے سامنے اپنی قوم کے باطن کو ظاہر کیا ہے جو انقلاب کے اسٹیج پر محض ایکٹر ہی نہ تھی بلکہ اس انقلاب کی محرک طاقتوں میں سے ایک طاقت تھی اس کے ساتھ وہ خدا کے فضل سے عالمانہ نظر فلسفیانہ فہم اور مفکرانہ تعمق بھی رکھتی ہے الخ

قبل اس کے کہ ہم خالدہ ادیب خانم کے ذریعہ ترکی جدید کو سمجھیں ہمیں خود ان کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔ اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں کہ ان کا دل پورا پورا مسلمان ہے، ایمان سے لبریز ہے اور ایمان بھی ایسا جس پر ہم کو رشک کرنا چاہیئے کیونکہ وہ ایک مجاہد عورت کا ایمان ہے۔ الحاد اور بے دینی کا شائبہ تک ان کے خیالات میں نہیں پایا جاتا، اسلام سے ان کو محبت ہے ویسی ہی محبت جیسی ایک سچی مسلمان عورت کو ہونی چاہیے۔ لیکن ان کا دل جیسا مسلمان

> ہے ان کا دماغ ویسا نہیں۔ اسلام کے متعلق ان کی معلومات بہت کچھ محدود معلوم ہوتی ہیں۔ اپنے آخری خطبہ میں وہ فرماتی ہیں کہ گاندھی جی کی ذات جدید اسلام کا ایک مکمل نمونہ ہے۔" (تنقیحات ص ۶۸، ۶۹)

اس پورے تبصرہ کو غور سے پڑھیئے۔ اگرچہ جاہل صوفیوں اور تنگ نظر علماء نے جو دین کے علم اور اس کی رُوح سے قطعاً بے بہرہ تھے یہاں بھی مودودی صاحب کے مجروح دل کو اور زخمی کردیا۔ لیکن اس کے ساتھ آزادیٔ ہند کے معماروں کے متعلق بھی کچھ پڑھ لیجئے۔ ان کے بارے میں وہ لکھتے ہیں۔

> چوتھا سبب یہ بھی ممکن ہے کہ آدمی پر جذبہ انتقام مستولی ہو گیا ہو، اُسے انگریز کے ہاتھوں سے اتنی تکلیفیں پہنچی ہوں کہ وہ جوشِ غضب میں اندھا ہو گیا ہو اور کہتا ہو کہ اگر حق کی تلوار نہیں ملتی تو پرواہ نہیں میں باطل ہی کی تلوار سے اس دشمن کا سر اُڑاؤں گا، چاہے ساتھ ہی ساتھ میری اپنی ملّت کی بھی رگِ جان کٹ کے رہ جائے۔ ایسے شخص کی بیماریٔ دل کا علاج خداوند عالم کے سوا اور کسی کے پاس نہیں، اللہ اس کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے، ورنہ ڈر ہے کہ جس راہ پر وہ اپنے اس جذبہ کے ساتھ چل رہا ہے اس میں اپنی عمر بھر کی کمائی ضائع کر دے گا قیامت کے روز اس حال میں خدا کے سامنے حاضر ہوگا کہ ساری عبادتیں اور نیکیاں اس کے نامۂ اعمال سے غائب ہوں گی، اور ایک قوم کو گمراہی و ارتداد میں مبتلا کرنے کا مظلمۂ عظیم اس کی گردن پر ہوگا۔ یحملوت اوزارھم واوزار الذین یضلونھم۔" (ترجمان، شعبان ۵۸ھ ص ۲۹۳)

مسئلہ قومیت[۵] میں حضرت اقدس مدنی زاد مجدہم کی جس کمینہ انداز سے تردید کی گئی ہے اس کا ایک ایک حرف قابلِ دید ہے، بالخصوص یہ سطریں کہ:

---

[۵] مسئلہ قومیت حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے دہلی کے ایک جلسہ میں جو تحریک آزادی کے سلسلہ میں بارہ ہندو راو پر ہو رہا تھا، دوران تقریر یہ فرمایا کہ قومیں اوطان سے بنتی ہیں۔" تقریر کے اس جملہ کے معنی اور (باقی اگلے صفحہ پر)

الفاظ کا سہارا لے کر مولانا نے اپنا مدعا ثابت کرنے کی کوشش تو بہت خوبی کے ساتھ کردی مگر انہیں یہ خیال نہ آیا کہ حدیث کے الفاظ کو مفہوم نبوی کے خلاف کسی دوسرے مفہوم پر چسپاں کرنا اور اس مفہوم کو نبی کی طرف منسوب کر دینا من کذب علیّ متعمداً کی زد میں آجاتا ہے۔" ص۸

حالانکہ اسی رسالہ میں مودودی صاحب کو خود اقرار ہے کہ مولانا نے اپنے ذہن میں متحدہ قومیت کا ایک خاص مفہوم مقرر کر رکھا ہے، جس کے حدود انہوں نے تمام شرعی شرائط کو ملحوظ رکھ کر اور تمام امکانی اعتراضات سے پہلو بچا کر خود مقرر فرمائے ہیں اور ان کو وہ ایسی محققانہ زبان میں بیان فرماتے ہیں کہ قواعد شرعیہ کے لحاظ سے کوئی اس پر حرف نہ لا سکے۔ لیکن اس میں خرابی بس اتنی ہی ہے کہ اپنے مفہوم ذہنی کو مولانا کانگریس کا مفہوم و مدعا قرار دے رہے ہیں۔ اس میں آپ خود ہی غور کر لیجئے کہ مودودی صاحب کے اپنے ہی اعتراض کے موافق مولانا پر اگر الزام آتا ہے تو اس مفہوم کو کانگریس کی طرف منسوب کرنے کا آتا ہے۔ نہ کہ حدیث کے غلط مفہوم کا، پھر وہ حدیث کی زد میں کیسے آگیا۔

اسی طرح مسئلہ قومیت میں تو نہیں لیکن ایک اور جگہ حضرت اقدس مدنی رح کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> اس آزادی کے پروانے کو لے کر جو مولوی صاحب پشاور سے مدراس تک تبلیغ کرتے پھر رہے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ پروانہ آپ کو تو اتنی آزادی ضرور دیتا ہے کہ قال اللہ اور قال الرسول میں مشغول رہیں آپ کی ڈاڑھی یقیناً زبردستی نہیں مونڈی جائے گی اور نہ آپ کی عباء ضبط کی جائے گی اور نہ آپ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) مفہوم کو بدل کر کزناہ بین لوگ اور مکتب فی طبقہ نے وہ مخالفت کی کہ زمین و آسمان ایک کر کے رکھ دیا اخبارات و رسائل میں وہ لغو اور فضول بحثیں لکھی گئیں کہ کسی حساس مسلمان کا ان کو پڑھنا دوبھر تھا۔ حضرت کی ذات پر بھی نہایت رکیک حملے کیے گئے۔ مودودی صاحب نے بھی اس پر ایک مستقل رسالہ لکھنے کی ضرورت شدت سے محسوس کی اور بزعم خود وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کر دیا۔

کی تسبیح جپتی جائے گی، البتہ اس امر کی ضمانت نہیں کہ آپ کی نسل سے دوسری پشت میں کوئی اودے شنکر اور تیسری پشت میں کوئی دیو کا رانی بر آمد نہ ہو گی۔" (ترجمان جمادی الاولیٰ ۱۳۵۷ھ)

دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

اسلام کا علم رکھنے والے عبا پوشوں پر متحدہ قومیت کا بھوت سوار ہے ان کی غیرت ایمانی سلب ہو چکی۔" (ترجمان ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ)

ترجمان القرآن جلد ۱۴ عدد ۴ صفحہ نمبر ۳۰۷ پر مودودی صاحب نے بے اصل فتنے کے عنوان سے جو مقالہ لکھا ہے وہ تو جناب نے ملاحظہ فرمایا ہی ہوگا، وہ لکھتے ہیں۔

یہ ایک نمونہ ہے ان فضول لا طائل جھگڑوں کا جن میں ہمارے اکثر و بیشتر علمائے دین نہ صرف اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں بلکہ عام مسلمانوں کے ذہن کو بھی اس بری طرح الجھا رہے ہیں کہ ان غریبوں کو دین کی حقیقت اور اپنی زندگی کے مقصد پر غور کرنے کی فرصت نہیں ملتی، سب سے بڑھ کر افسوسناک امر یہ ہے کہ ان مسائل میں مغز پاشی کرنے والے وہ لوگ ہیں جو ہمارے دین کے عالم اور ملت اسلامیہ کے علمبردار کہلاتے ہیں الخ ص ۳۱۰

آپ کو معلوم ہے کہ ملتِ اسلامیہ کے علمبرداروں سے یہ سنگین جرم کیسے صادر ہو گیا ایک صاحب تفسیر لکھتے ہیں جس میں مودودی صاحب کے ذوقی اصول کے موافق جو سمجھ میں آیا لکھ دیتے ہیں، کوئی شخص اس پر تنقید کرتا ہے کہ فلاں فلاں تفسیریں غلط ہیں، یہی مودودی صاحب کے نزدیک فضول لا طائل جھگڑے ہیں، ان پر تنقید کرنا وقت ضائع کرنا ہے اور پھر لطف یہ ہے کہ خود اپنا وقت بھی ضائع کر دیا اور لا طائل جھگڑے میں گھس گئے۔

ان مثالوں کے ذکر کرنے سے میرا مقصود مودودی صاحب کے زاویہ نگاہ کو بتانا ہے اسلیے کہ خود مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ:

ایک مصنف کی تصنیف میں سب سے پہلے جس چیز کو تلاش کرنا چاہیے وہ اس کا زاویہ نظر ہے۔" (مسئلہ قومیت)

مودودی صاحب خود مغربیت سے انتہائی تاثر رکھتے ہیں، اس لیے ہر وہ چیز جو مغرب سے آتی ہے وہ غیر شعوری طور پر ان کے لیے جاذبیت کا سبب بنتی ہے اور جو چیز مذہبیت کی راہ سے آتی ہے اس سے ان کی تحریر و تقریر اجنبیت محسوس کرتی ہے۔ انہیں امثلہ کے ذیل میں ایک مثال پر اس نمبر کو بھی ختم کرتا ہوں۔

مودودی صاحب نے ان عبادات اور ان کی روح کا جس طرح ناس مارا ہے، لٹریچر کی ایک ایک چیز اس پر شاہد عدل ہے اسی ذیل میں حج جیسی اہم عبادت جو عشق مولیٰ کا علیٰ وجہ الاتم مظہر تھی حق تعالیٰ شانہ کے عشق میں دیوانگی کا خاص نمونہ تھی، اس کی پاک ذات سے تعلق اور اسکے غیر سے تعلقات منقطع کر دینے میں اکسیر تھی۔ مودودی صاحب کے الفاظ میں اس کی تصویر بھی ملاحظہ ہو۔ وہ لکھتے ہیں ـــ کہ:

اس کے بعد وہ گویا اللہ کا سپاہی بن جاتا ہے اور اب پانچ چھ روز اس کو کیمپ کی سی زندگی بسر کرنی ہوتی ہے۔ ایک دن منیٰ میں پڑاؤ، دوسرے دن عرفات میں کیمپ ہے اور خطبہ میں کمانڈر کی ہدایات سُنی جا رہی ہیں، رات کو مزدلفہ میں جا کر چھاؤنی ڈالی جاتی ہے۔ دن نکلتا ہے تو منیٰ کی طرف کوچ ہوتا ہے اور وہاں اس ستون پر کنکریوں سے چاند ماری کی جاتی ہے۔ جہاں تک اصحاب فیل کی فوجیں کعبہ کو ڈھانے کے لیے پہنچ گئی تھیں پھر وہاں سے کعبہ کا رُخ کیا جاتا ہے، جیسے سپاہی اپنی ڈیوٹی ادا کر کے ہیڈ کواٹر کی طرف سُرخ رُو واپس آ رہا ہے۔ طواف اور دو رکعتوں سے فارغ ہو کر احرام کھل جاتا ہے، جو کچھ حرام کیا گیا، وہ پھر حلال ہو جاتا ہے اور اب حاجی کی زندگی پھر معمولی طور پر شروع ہو جاتی ہے۔ (خطبات ص ۱۹۳)

انصاف سے فرمائیں کیا یہی حج کے ان اہم مناسک کا پس منظر اور روح ہے کہ حج کے ان افعال کو ایک فوجی ڈرامہ بنا دیا۔ اس کے بالمقابل ایک اس شخص کی نگاہ سے بھی حج کا منظر ملاحظہ فرمائیں۔

جس کے سایہ اور اس کے خیال تک سے آپ مسلمانوں کو بچانا چاہتے ہیں اور مسلمانوں کے لیے اس کو سم قاتل قرار دیتے ہیں، قطب دوراں حضرت شبلی قدس سرہٗ کے ایک مرید حج کو گئے اور جب واپس آئے تو شیخ نے حج کی کیفیات دریافت فرمائیں اور جب وہ کیفیات حاصل نہ ہوئیں جو مرید کو تقرب کے منتہا پر پہنچا دیتیں تو شیخ نے حکم دیا کہ دوبارہ حج کر کے آؤ، پورا قصہ اس ناکارہ کے رسالہ فضائل حج میں ہے، دل چاہے تو مطالعہ فرمائیں۔ چند جملے جو امور بالا کے متعلق ہیں، نقل کرتا ہوں، شیخ نے دریافت فرمایا منیٰ گئے تھے، مرید نے عرض کیا، گیا تھا۔ فرمایا وہاں اللہ جل شانہ سے ایسی امیدیں وابستہ ہو گئی تھیں جو معاصی کے ساتھ نہ ہوں، عرض کیا ایسا تو نہیں ہو سکا، فرمایا تو منیٰ ہی نہیں گئے، پھر فرمایا مسجد خیف میں (منیٰ کی مسجد کا نام ہے) داخل ہوئے تھے، عرض کیا داخل ہوا تھا، فرمایا اس وقت اللہ جل شانہ کے خوف کا اس قدر غلبہ ہو گیا تھا، جو اس وقت کے علاوہ نہ ہوا ہو، عرض کیا کہ نہیں ہوا، فرمایا کہ پھر تو مسجد خیف میں بھی داخل نہیں ہوئے، پھر فرمایا کہ عرفات گئے تھے، عرض کیا حاضر ہوا تھا، فرمایا وہاں اس چیز کو پہچان لیا تھا کہ دنیا میں کس لیے آئے تھے اور کیا کر رہے ہو اور اب کہاں جانا ہے اور ان حالات پر متنبہ کرنے والی چیزوں کو پہچان لیا تھا، عرض کیا کہ نہیں، فرمایا پھر تو عرفات بھی نہیں گئے، پھر فرمایا کہ مزدلفہ گئے تھے، عرض کیا کہ گیا تھا، فرمایا وہاں اللہ جل شانہ کا ایسا ذکر کیا تھا جو ماسوا کو دل سے نکال دے، قرآن پاک کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ (واذکروا اللہ عند المشعر الحرام) عرض کیا ایسا تو نہیں ہو سکا، فرمایا پھر تو مزدلفہ بھی نہیں گئے، فرمایا منیٰ میں جا کر قربانی کی تھی، عرض کیا کہ کی تھی، فرمایا اس وقت اپنے نفس کو ذبح کر دیا تھا، عرض کیا کہ نہیں، فرمایا پھر تو قربانی بھی نہیں کی، فرمایا رمی کی تھی (جمرہ پر کنکریاں ماری تھیں)؟ عرض کیا کی تھی، فرمایا ہر کنکری کے ساتھ اپنی سابقہ جہالت کو پھینک کر کچھ علم کی زیادتی محسوس ہوتی تھی، عرض کیا کہ محسوس نہیں ہوئی، فرمایا کہ پھر رمی بھی نہیں کی، فرمایا پھر طواف زیارت کیا تھا، عرض کیا کیا تھا، فرمایا کہ اس وقت کچھ حقائق منکشف ہوئے تھے اور اللہ جل شانہ کی طرف سے تم پر کچھ اعزاز و اکرام کی بارش ہوئی تھی، اس لیے کہ حضور کا ارشاد ہے کہ حج کرنے والا اور عمرہ کرنے والا اللہ کی زیارت کرنے والا ہے اور جس کی زیارت کو کوئی جاتا ہے اس پر حق ہے

کہ اپنی زیارت کرنے والوں کا اکرام کرے، عرض کیا مجھے تو کچھ منکشف نہیں ہوا،
فرمایا کہ طواف زیارت بھی نہیں کیا، فرمایا کہ احرام سے حلال ہوتے تھے۔
عرض کیا ہوا تھا، فرمایا ہمیشہ کے لیے حلال کھاتی کا اس وقت عہد کر لیا تھا، عرض کیا کہ نہیں، فرمایا تم حلال بھی نہ ہوتے۔ پھر فرمایا الوداعی طواف کیا تھا، عرض کیا، کیا تھا، فرمایا اس وقت اپنے تن من دھن کو کلیتاً الوداع کہہ دیا تھا۔ عرض کیا کہ نہیں، فرمایا کہ تم نے طواف وداع بھی نہیں کیا دوبارہ حج کو جاؤ اور اس طرح حج کر کے آؤ جس طرح تم سے بیان کیا۔ (فضائل حج)

ع بہیں تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا

دونوں منظروں کا موازنہ کیجیے، اور انصاف سے بتایئے کہ اسلام کی روح اور روحانیت کا ذوق کہاں ل رہا ہے؟

مودودی صاحب کی طرف سے اجتہاد پر زور

چھٹی چیز جو جماعتی حیثیت سے ہم لوگوں کے مسلک سے بالکلیہ خلاف ہے وہ اجتہاد پر زور ہے۔ یہ چیز لٹریچر کی ایسی کھلی خصوصیت ہے جس کے لیے کسی عبارت کے نقل کرنے کی بھی ضرورت نہیں، اندھی تقلید کے خلاف مودودی صاحب کا قلم ہر جگہ بے لگام ہے۔ کوئی مضمون کسی بھی سلسلہ کا کہیں بھی ہو جوڑ بے جوڑ ان کو تقلید کے خلاف اس پر کچھ لکھنا ضروری ہے، اندھی تقلید اور آنکھیں بند کر کے کسی کی تقلید کے خلاف جتنا ان کا زور قلم چلتا ہے اتنا کفر والحاد کے مقابلہ میں بھی نہیں چلتا۔ آپ دونوں قسم کے مضامین کو جب چاہے پڑھ لیجیے۔ صرف تفہیمات اور تنقیحات دو ہی کتابوں کا مطالعہ اس ناکارہ کے خیال کی شہادت میں کافی ہے۔ میں اب تک سنتا رہتا تھا کہ کفر والحاد کے خلاف ان کے مضامین بہت زوردار ہوتے ہیں، اور تقلید و تصوف میں بھی ان کی رائے اپنے مسلک کے خلاف ہے۔ مگر اس سے میں یہ سمجھتا تھا کہ ان چیزوں میں وہ اپنی اختلافی رائے کا اظہار کرتے رہتے ہوں گے۔ جیسا کہ ائمہ مجتہدین کے مقلدین ایک دوسرے کے خلاف مسلک کو اختلافی مسائل میں ذکر کرتے ہیں۔ مگر لٹریچر کے دیکھنے سے کم از کم مجھے یہ اندازہ ہوا کہ کفر والحاد پر ان کو اتنا غصہ نہیں آتا جتنا تقلید و تصوف کے تصور سے ہی وہ غصہ سے بے قابو

ہو جاتے ہیں۔ نمونہ دیکھنا ہو تو صرف تنقیحات ہی کے مضامین اس نظر سے پڑھ لیجئے۔

بہر حال ہم لوگ جماعتی حیثیت سے اس زمانہ میں تقلید کو ضروری سمجھتے ہیں اور اسلاف نے جو اجتہاد کے لیے شرائط رکھی ہیں وہ آج کل کے علماء میں مفقود پاتے ہیں۔ اسی طرح شرعی تصوف کو تعلق مع اللہ اور حلاوتِ ایمان اور ایمانی صفات پیدا کرنے اور پیدا ہونے کے لیے اقرب الطرق سمجھتے ہیں۔ اس لیے جو شخص یا جو جماعت ان دونوں چیزوں میں ہمارے خلاف ہے وہ یقیناً ہماری جماعت سے علیحدہ ہے۔ دیوبندی مسلک میں یہ دونوں چیزیں بڑی اہم ہیں، اس لیے یہ سمجھنا کہ مودودی جماعت اور دیوبندی جماعت میں مسلک کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے، دھوکہ دینا ہے یا دھوکہ میں پڑنا ہے۔ میں آپ ہی سے پوچھتا ہوں کہ کیا اس زمانہ کے علماء میں اجتہاد کی شرائط پائی جاتی ہیں۔ میں جناب کی توجہ مودودی صاحب ہی کے الفاظ کی روشنی میں ادھر مبذول کراتا ہوں، وہ لکھتے ہیں کہ۔

خواہش نفس اول تو معرفت حق ہی میں مانع ہوتی ہے اور اگر کوئی شخص حق کو پہچان بھی لے تو وہ اس کو اپنے علم کے مطابق عمل کرنے سے روکتی ہے۔ قدم قدم پر مزاحمت کرتی ہے، انسان کے نفس میں یہ ایسی زبردست قوت ہے جو اکثر کے عقل و فکر پر چھا جاتی ہے اور بسا اوقات اس کو جانتے بوجھتے غلط راستوں پر بھٹکا دیتی ہے۔ معمولی آدمی تو درکنار بڑے بڑے لوگ بھی جو اپنے علم و فضل اور اپنی عقل و بصیرت اور فہم و فراست کے اعتبار سے یکتائے روزگار ہوتے ہیں، اس رہزن کی شرارتوں سے بچنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔

(تفہیمات صـ ۱۶۲)

اب آپ خود خیال فرمائیں کہ اس دورِ فساد میں جب کہ دین کی طرف سے لاپرواہی اور تساہل عام ہے۔ تقویٰ اور اللہ کے خوف کا جو حال ہے وہ دو چار کو چھوڑ کر شاید صفر ہی کا درجہ رکھتا ہو۔ علمی استعداد میں اور علوم میں غور و خوض کی جو کیفیت ہے وہ بھی آپ سے مخفی نہیں ایسے حالات میں اجتہاد کی اجازت دینا یقیناً اسلام کو ایک متحرک چیز بنا دینا ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔

تعجب ہے کہ مودودی صاحب حضرت اقدس شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی کتابوں

سے اجتہاد کی موافقت میں تو عبارتیں کی عبارتیں نقل کرتے جاتے ہیں۔ لیکن تصوف اور تقلید کی تائید میں موصوف کو کوئی عبارت شاہ صاحبؒ کی تصانیف میں نہیں ملتی حالانکہ شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنے اس ارشاد جبلتی تابی التقلید وتانف منہ راْ ما لکن طلب منی التعبد بہ بخلاف نفسی[1] میں یہ واضح کر دیا کہ باوجودیکہ اجتہاد حضرت قدس سرہٗ کا طبعی ذوق تھا، مگر تقلید پر مجبور کر دیئے گئے۔" مودودی صاحب کی نظر سے یہ بھی نہ گذرا کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے عقد الجید میں باب تاکید الاخذ بہذہ المذاہب الاربعہ میں کتنے شدومد سے ائمہ اربعہ کے اقوال سے خروج کا خلاف کیا ہے، اور اس کے بعد خود مودودی صاحب کے مجتہدات پر ایک نظر ڈال لیجئے۔ اس سے خود ہی اس کا اندازہ ہو جائے گا کہ اس زمانہ میں اجتہاد کی اہلیت ہے بھی یا نہیں۔

اس عریضہ میں شروع ہی سے میرا یہ طرز رہا ہے کہ ہر جزو میں مثال کے طور پر چند امور کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ یہاں بھی چند چیزوں کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔

اطاعتِ رسولؐ

(۱) سب سے اہم مسئلہ اطاعت رسول کا ہے کہ شریعت کا مدار ہی اس پر ہے۔ اس سلسلہ میں مودودی صاحب کی تحقیقات عجیب بہت غور سے پڑھنے کی چیزیں ہیں۔"

(الف) تفہیمات میں آزادی کا اسلامی تصور جناب نے بھی غور سے پڑھا ہوگا اور اس سے اسلام کی روح میں بڑے بڑے انکشافات جناب کو بھی ہوتے ہوں گے بالخصوص عبارات ذیل سے

> قرآن حکیم تمام آسمانی کتابوں سے زیادہ صراحت کے ساتھ اس کا اعلان کرتا ہے کہ حاکم مطلق بجز اللہ تعالےٰ کے کوئی نہیں۔ ان الحکم الا للہ۔
>
> (تفہیمات ص۲۰)

---

[1] جبلتی تابی التقلید یعنی حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میری طبیعت تقلید سے بالکل ہی انکار کرتی تھی لیکن میرے نفس کے خلاف بطور تعبد کے مجھ سے اس کو طلب کیا گیا۔ مطلب یہ کہ میرے تقاضائے نفس کے خلاف مجھے اس پر مجبور کیا گیا کہ تقلید تو کرنی ہی پڑے گی۔"

قرآن کے نزول کا اصل مقصد یہی ہے کہ انسان کی گردن سے غیر اللہ کی اطاعت کا قلادہ نکال دے اور اللہ یعنی مطاع حقیقی کا بندہ بنانے کے بعد اس کو رائے اور ضمیر کی پوری آزادی عطا کر دے۔" (تفہیمات ص ۸۱)

یہ مقدمہ ذہن نشین کر لینے کے بعد اب اس امر کی تحقیق کیجئے کہ نبی کی اطاعت جو اسلام میں فرض کی گئی ہے اور جس پر دین کا مدار ہے یہ کس حیثیت سے ہے، یہ اطاعت اس حیثیت سے ہرگز نہیں کہ نبی وہ شخص خاص مثلاً ابن عمران یا ابن مریم یا ابن عبداللہ ہے اور یہ شخص خاص ہونے کی بنا پر اس کو حکم دینے اور منع کرنے کا، حلال کرنے اور حرام ٹھہرانے کا حق حاصل ہے۔ اگر ایسا ہو تو معاذاللہ نبی خود بھی ارباب من دون اللہ میں سے ایک ہو جائے گا۔ حوالہ بالا ص ۸۲)

البتہ نبی ہونے کی حیثیت سے اس میں اور تم میں عظیم الشان فرق ہے اس کو خدا کی طرف سے جب نبوت عطا کی جاتی ہے تو اس کے ساتھ حکم بھی ہوتا ہے اُولٰئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ حکم کے مفہوم میں قوتِ فیصلہ اور اقتدار حکومت دونوں شامل ہیں، پس نبی کو جو اقتدار حاصل ہے وہ ذاتی اقتدار نہیں، بلکہ تفویض کردہ اقتدار ہے۔ اس لیے کہ اطاعت دراصل خدا ہی کی اطاعت ہے مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ۔ (ص ۸۱)

اس حیثیت میں اس کا حکم خدا کا حکم ہے اور کسی کو اس میں چون و چرا کرنے کا حق نہیں۔ وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ (الآیۃ) عمل تو در کنار اگر دل میں بھی اس کی نافرمانی کا خیال آجائے تو قطعاً ایمان سلب ہو جاتا ہے فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ (الآیۃ) اور اس نافرمانی کا نتیجہ ابدی خسران و نامرادی ہے يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ۔ (الآیۃ ص ۸۳)

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا۔ وہ اس لیے نہیں آیا کہ لوگوں کو اپنی ذاتی خواہشات پیروی پر مجبور کرے، اپنی شخصی عظمت و بزرگی کا سکہ ان پر جمائے اور ان کو اپنے شخصی اقتدار کے شکنجہ میں کس کر اس قدر بے بس کر دے کہ وہ اس کی رائے کے مقابلہ میں خود کوئی رائے رکھنے کے حق سے بالکل محروم ہو جائیں۔" (ص ۸۴)

اسی لیے اللہ تعالیٰ — اپنے نبی سے بار بار اس حقیقت کا اظہار کراتا ہے کہ وہ اطاعت جو مومن پر فرض کی گئی ہے اور جس سے کسی مومن کی سرتابی کے کیا معنی یک سرِ مو انحراف کا بھی حق نہیں۔ وہ دراصل نبی بحیثیت انسان کی اطاعت نہیں بلکہ نبی بحیثیتِ نبی کی اطاعت ہے۔ یعنی اس علم، اس ہدایت اس حکم، اس قانون کی اطاعت ہے جسے اللہ کا نبی اللہ کی طرف سے اس کے بندوں تک پہنچاتا ہے۔" (ص ۸۴)

اگر ان میں سے کوئی شخص خدا کا حکم پیش کرے تو مسلمان پر واجب ہے کہ اس کے آگے سر جھکا دے۔ وہ اس میں ہرگز کوئی چون و چرا کرنے کا حق نہیں رکھتا، اس کو خدا کے مقابلہ میں کوئی حریت فکر، آزادیٔ رائے حاصل نہیں، لیکن اگر کوئی انسان خدا کا نہیں خود اپنا کوئی خیال پیش کرے تو مسلمان پر اس کی اطاعت فرض نہیں۔ وہ آزادی کے ساتھ خود سوچنے اور رائے قائم کرنے کا حق رکھتا ہے۔ اس کو آزادانہ اختیار کرنے کا بھی اختیار ہے، اور آزادانہ اختلاف کرنے کا بھی۔ اس معاملہ میں علماء اور ائمہ اور حکام تو درکنار خود نبی کی ذاتی رائے سے بھی اختلاف کرنے میں کوئی چیز مانع نہیں (ص ۸۵)

یہ دراصل ایک نہایت نازک کام تھا، ایک ہی ذات میں حیثیت نبوت اور حیثیت بشریت دونوں جمع تھیں اور ان کو کسی واضح خط امتیاز کے ساتھ ایک دوسرے سے جدا جدا نہیں کیا جا سکتا، مگر اللہ کے رسولؐ پاک نے اللہ کی بخشی ہوئی حکمت سے اس کام کو بہترین طریق سے انجام دیا۔ (ص ۸۶)

صلح حدیبیہ کے موقع پر تمام مسلمانوں کو بظاہر دب کر صلح کرنا پسند نہ تھا، حضرت عمرؓ نے علانیہ اس سے اختلاف کیا۔ مگر جب حضورؐ نے فرمایا کہ یہ کام میں خدا کے پیغمبرؐ کی حیثیت سے کر رہا ہوں۔ تو باوجودیکہ غیرتِ اسلامی کی بنا پر سب ملول تھے، کسی نے دم مارنے کی جرأت نہ کی، حضرت عمرؓ مرتے دم تک اس غلطی کے کفارے طرح طرح سے ادا کرتے رہے کہ وہ ایک ایسے امر میں حضورؐ سے اختلاف کر بیٹھے، جو بحیثیتِ رسولؐ کیا جا رہا تھا۔" (ص ۸۸)

اس قسم کی اور بہت سی مثالیں ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب قرینہ سے یا خود حضور کی تصریح سے لوگوں کو یہ معلوم ہو جاتا کہ آپ کوئی بات اپنی رائے سے فرما رہے ہیں تو وہ آزادی کے ساتھ اس میں اظہارِ رائے کرتے تھے اور آپ خود اس آزادانہ اظہار رائے میں ان کی ہمت افزائی فرماتے تھے۔ ایسے مواقع پر اختلاف کرنا نہ صرف جائز تھا بلکہ آپ کے نزدیک پسندیدہ تھا۔ (ص ۸۹)

(ب) اسلم جے راجپوری کے مضمون پر رد کرتے ہوئے مودودی صاحب لکھتے ہیں؛

لیکن یہ تفریق جو انہوں نے محمد بن عبداللہ بحیثیتِ انسان اور محمد رسول اللہ بحیثیت مبلغ کے درمیان کی ہے۔ قرآن مجید سے ہرگز ثابت نہیں۔ قرآن میں آنحضرتؐ کی ایک ہی حیثیت بیان کی گئی ہے اور وہ رسول و نبی ہونے کی ہے۔ جس وقت اللہ تعالےٰ نے آپ کو منصب رسالت سے سرفراز کیا اس وقت سے لے کر حیاتِ جسمانی کے آخری سانس تک آپ ہر آن اور ہر حال میں خدا کے رسولؐ تھے۔ آپ کا ہر فعل اور ہر قول رسولِ خدا کی حیثیت سے تھا۔ اس حیثیت میں آپ مبلغ اور معلم بھی تھے، مربی و مزکی بھی تھے، قاضی اور حاکم بھی تھے۔ امام اور امیر بھی تھے۔ حتیٰ کہ آپ کے نجی اور خاندانی اور شہری زندگی کے سارے معاملات بھی اسی حیثیت کے تحت آ گئے تھے۔ قرآن مجید میں کہیں کوئی خفیف سے خفیف اشارہ بھی ایسا نہیں ملتا جس کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیتِ رسالت اور حیثیتِ امارت میں کوئی فرق کیا گیا ہو۔ (ص ۲۲۱)

مؤلف کی تیسری بڑی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حیثیتِ امارت کو حیثیتِ رسالت سے الگ کر دیا۔ جس کا ثبوت قرآن میں نہیں ہے۔" (ص ۲۲۳)

یہ سب کچھ قرآن کے منشاء کو نہ سمجھنے[۱] کا نتیجہ ہے۔ مؤلف نے یہ نہیں سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے بنائے ہوئے امیر نہیں نہ خود بن گئے تھے بلکہ خدا کے مقرر کیے ہوئے امیر تھے اور آپ کی امارت، آپ کی رسالت سے الگ نہ تھی۔ بلکہ آپ رسول خدا ہونے کی حیثیت ہی سے امیر تھے (ص ۲۲۳)

چوتھا گروہ کہتا ہے کہ رسول کی حیثیت شخصی اور حیثیت رسالت اگرچہ اعتبار میں جداگانہ حیثیتیں ہیں مگر وجود میں دونوں ایک ہی ہیں اور ان کے درمیان عملاً کوئی فرق کرنا ممکن نہیں (ص ۲۳۸)

میرے نزدیک یہی آخری گروہ حق پر ہے اور میں قرآن و عقل کی روشنی میں جتنا زیادہ غور کرتا ہوں اس مسلک کی حقانیت پر میرا یقین بڑھتا جاتا ہے۔ (ص ۲۳۹)

لیکن مومنوں کو یہ حق ہرگز نہیں دیا گیا کہ وہ خود رسولؐ کے اختیارات کی حد بندی کریں وہ تو مطلقاً محکوم و مامور ہیں۔ اگر رسول ان کو زراعت، نجاری حدادی وغیرہ کے طریقوں میں سے بھی کسی خاص طریقہ کو اختیار کرنے کا حکم دیتا تو ان کا بھی فرض تھا کہ وہ بے چون و چرا اس کے حکم کی اطاعت کرتے (ص ۲۵۱)

مگر یہ خیال صحیح نہ ہوگا کہ دنیوی معاملات میں جو کچھ حضورؐ نے فرمایا وہ خدا کی وحی سے نہ تھا، اگرچہ آپ کے ایسے ارشادات آپ کے احکام نہیں ہیں۔ (ص ۲۸۱)

اور اس میں مجھے بالکل اتفاق ہے۔ میں بھی تسلیم کرتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اولی الامر کی اطاعت واجب ہے اور معاملات میں اولی الامر

---

[۱] آپ ہی فرمائیں جب ہر شخص کو براہ راست قرآن و حدیث سے استنباط کا حق دیا جائے گا تو کتنے ہزار مجتہد روزانہ نئے پیدا ہوں گے جو اپنی فہم کے موافق قرآن کی منشاء کے خلاف فتاویٰ جاری کریں گے۔

کا فیصلہ ہی آخری فیصلہ ہوگا حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اپنی دانست میں ان کے فیصلہ کو حکم خدا اور رسول کے خلاف بھی سمجھتا ہے، تب بھی ایک حد خاص تک اس کے لیے لازم ہوگا کہ اپنی رائے پر قائم رہتے ہوئے ان کے فیصلہ کو تسلیم کرے۔ (ص ۲۸۳)

ان دونوں مضمونوں کو جو الف اور ب کے تحت بندہ نے عرض کئے غور سے ملاحظہ فرمائیں اور انصاف سے بتائیں

الف کیا جو باتیں پہلے مضمون الف میں مودودی صاحب نے زور سے ثابت کیں دوسرے مضمون ب اس کے خلاف پر زور نہیں دیا؟

ب کیا ان دونوں مضمونوں کے مجموعہ میں اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مسئلہ ایسا پیچیدہ نہیں بنا دیا کہ اس کی حدود متعین کرنی مشکل ہو گئیں۔

ج جب کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حاکم اور امیر بھی تھے حتیٰ کہ آپ کی نجی اور خاندانی معاملات بھی اس میں داخل ہیں (ص ۲۴۱) اور امیر کی اطاعت واجب ہے (۱۸۳) پھر اس کا کیا مطلب ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی حکم اپنی طرف سے فرما دیں تو اس میں اختلاف کرنا صرف جائز بلکہ پسندیدہ تھا (ص ۹۷)

د جب حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کوئی حکم اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے فرمائیں تو اس کی نافرمانی کا اگر کسی کے دل میں خیال بھی آجائے تو قطعاً ایمان سلب ہو جاتا ہے (ص ۹) اور حضرت عمر رضی نے ایک ایسے امر میں حضور سے اختلاف کیا جو کہ بحیثیت رسول کیا جا رہا تھا (ص ۹۶) تو حضرت عمر رض کا نعوذ باللہ ایمان تو سلب نہیں ہوا۔

ہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امارت رسالت سے الگ نہ تھی (ص ۲۴۴) وجود میں دونوں ایک ہی ہیں عملاً فرق کرنا ممکن نہیں (ص ۲۶) مومنوں کو یہ حق ہرگز نہیں کہ وہ خود رسول کے اختیارات کی حد بندی کریں وہ مطلقاً محکوم و مامور ہیں (ص ۲۷ ۲۸) پھر اس کا کیا مطلب کہ جو ارشاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے فرمائیں اس میں اختلاف کی نہ صرف گنجائش بلکہ مستحسن ہے (ص ۹۷) ـــــ مودودی صاحب کے ان دونوں مضمونوں کے مجموعہ سے آپ اطاعتِ رسول ؐ کا کوئی خاکہ متعین کر دیں تو آپ کا شکر گزار ہوں گا اور آپ اندھے مقلدوں کی بھی سن لیجیے کہ امر کے مختلف درجات ہوتے ہیں جیسا کہ بقول مودودی صاحب قابل اصلاح فقہ میں تفصیل سے مذکور ہے۔ "حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ایجابی حکم واجب الاطاعت ہے خواہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے ارشاد فرمائیں یا اللہ جل شانہٗ کی طرف سے نقل فرمائیں، اجتہاد سے فرمائیں یا وحی جلی یا خفی سے فرمائیں"

جمعہ فی القریٰ کے سلسلہ میں مودودی صاحب کی تحقیقات

(۲) اس سلسلۂ مجتہدات میں جمعہ کا مسئلہ بھی قابلِ داد ہے۔

مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ:

اس سلسلہ میں ایک اور غلط فہمی ہے جس کو میں رفع کرنا چاہتا ہوں، بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دیہات میں چونکہ جمعہ پڑھنے سے منع کیا گیا ہے اس لیے دیہات کے باشندوں پر یہ نماز فرض ہی نہیں۔ لیکن یہ خیال غلط ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جمعہ کا مقصد چونکہ مسلمانوں کو جمع کرنا ہے۔ اس لیے الگ الگ چھوٹے چھوٹے دیہات میں جہاں مسلمانوں کی تھوڑی تھوڑی آبادیاں ہوں، جمعہ قائم کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس طرح جمعہ کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ دیہات کے مسلمانوں پر جمعہ فرض نہیں رہا۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو ہر طرف سے سمٹ کر کسی ایک مرکزی مقام پر جمع ہونا چاہیئے۔ اور بہت سے دیہات کے مسلمانوں کو مل کر ایک جگہ نماز پڑھنی چاہیئے لہٰذا آپ لوگ جو دیہات میں رہتے ہیں یہ نہ سمجھیں کہ آپ پر سے جمعہ ساقط ہے یہ فرض آپ پر بھی اسی طرح عائد ہوتا ہے جس طرح شہر والوں پر (ترجمان جلد ۱۱ عدد ۶ ص ۵۳۲ ذی الحجہ ۵۶ھ)

دیہات میں نماز جمعہ کے متعلق فقہاء حنفیہ کے فتوے سے عام مسلمانوں میں سخت غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ دیہات کے باشندوں سے جمعہ کا فرض ساقط ہوگیا۔ فقہ حنفی پر[1] جہاں تک میں نے غور کیا ہے میرے

---

[1] مودودی صاحب اگر اس کو بجائے فقہ حنفی کی طرف انتساب کرنے کے اسلام کی روح کی طرف منسوب کرتے تو زیادہ سہولت رہتی اس لیے کہ فقہ حنفی میں تو پھر عبارات فقہ سے اس کا جواز مشکل ہوگا اور اسلامی روح ایک وسیع ذوقی اور خود اختیاری چیز ہے اس میں بڑی وسعت اور گنجائش ہے اگرچہ مودودی صاحب نے فقہ کی روح کا زینہ اختیار کیا ہے مگر اسلام کی روح میں بڑی وسعت ہے فقہ کی عبارات زیادہ واضح ہوتی ہیں وہ روح کا زیادہ ساتھ نہیں دے سکیں گی

نزدیک اس کی رو سے یہ بالکل صحیح ہوگا کہ اگر ایک دیہی حلقہ کے مسلمان باہمی اتفاق سے کسی گاؤں کو اغراض جمعہ کے لیے مصر جامع قرار دے لیں، چاہے وہاں بازار ہو یا نہ ہو اور مسلمانوں کی آبادی کم ہو یا زیادہ، اس قاعدہ کو تسلیم کر لینے سے یہ فائدہ حاصل ہوگا کہ جگہ جگہ دیہی حلقوں میں مساجد جوامع بن جائیں گی اور یہ لکھو کھہا مسلمان جو دیہات میں منتشر ہیں، اقامت جمعہ کے ذریعہ سے باہم مربوط ہوتے چلے جائیں گے، خود متقدمین حنفیہ کا منشاء بھی اقامتِ جمعہ کے لیے مصر کی شرط لگانے سے یہی تھا۔ اگر الفاظ کی غلامی سے نکل کر مقصد اور روح کو سمجھنے کی کوشش کی جاتے۔ (ترجمان القرآن صـــ ۴۶۸)

جمعہ کی طاقت وہ زبردست طاقت ہے جو آٹھ کروڑ مسلمانوں کو دیکھتے دیکھتے ایک کانگریس بنا سکتی ہے، یہ ایسا ربط عوام ہے جس کا تصور بھی کسی جواہر لال کسی گاندھی کے دماغ میں نہیں آسکتا، اس کے ذریعہ سے آپ جمہور مسلمین کے تمدنی اصلاح کے سارے پروگرام بتدریج عمل میں لا سکتے ہیں، بشرطیکہ جمعہ کی طاقت کو سمجھنے والے پیدا ہو جائیں اور ہمارے نئے تعلیم یافتہ نوجوان اور پرانے گروہ کے علماء جو خیالات خام کے پیچھے دوڑے پھر رہے ہیں۔ ایک خاص ضابطہ کے ساتھ انتھک کوشش کے لیے آمادہ ہو جائیں۔" (حوالہ بالا صـــ ۴۶۶)

اس کے علاوہ مختلف پرچوں میں اس مسئلہ پر کلام کیا ہے اور اپنی خصوصی عادت کے موافق کہ جو چیز مودودی صاحب کے خیال کے موافق ہوتی ہے وہ واضح بھی ہو جاتی ہے اثابت بھی ہو جاتی ہے، نصوص قولی و فعلی اس کے موافق بھی بن جاتے ہیں اور جو موصوف کے خیال کے خلاف ہوتی ہے وہ غیر ثابت بن جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اگر حدیث پاک کا مضمون بھی ہو تب بھی لوگوں کا خام خیال ظاہر کر کے اس کو رد کر دیا جاتا ہے، جیسا کہ حضرت مہدی علیہ السلام کی احادیث میں اس کا نمونہ بھی پیش کر چکا ہوں۔ اس جگہ بھی جمعہ کے شرائط پر بحث کرتے ہوئے مودودی صاحب لکھتے ہیں :۔

کہ ان میں سے بعض شرائط ایسی ہیں جو نصوص قولی و عملی سے صریحاً ثابت ہیں

مثلاً وقت اسکا وقتِ ظہر ہونا ثابت ہے۔

آپ نے خیال فرمایا کہ مودودی صاحب اس کو ثابت بھی قرار دے رہے ہیں۔ اجماعی بھی ظاہر کر رہے ہیں۔ حالانکہ حنفیہ کا مذہب اگرچہ یہی ہے لیکن آپ کو معلوم ہوگا کہ حنابلہ کا اس میں اختلاف ہے اور وہ روایات ہی سے استدلال کرتے ہیں۔ یہ دوسری چیز ہے کہ حنفیہ کے نزدیک وہ روایات مرجوح یا موؤل ہیں اس کے بعد مودودی لکھتے ہیں کہ :۔

اذن عام بھی رسول اکرمؐ اور صحابہؓ اور ائمہ کے متواتر عمل سے ثابت ہے اور اہم مصالح شرعیہ اس کے مقتضی ہیں۔

بخلاف اس کے مصر اور سلطان کی شرائط ایسی ہیں جن کا ماخذ کوئی نص صریح نہیں بلکہ زیادہ تر ان کا مدار استنباط اور اجتہاد پر ہے۔ اس لیے ان کا شرط ہونا مختلف فیہ ہے۔ (ترجمان جلد ۱۲ عدد ۲ صفر ۵۷ھ ص۱۴۸)

آپ نے خیال فرمایا کہ اذن عام کے لیے تو حضورؐ کا صحابہ کا، ائمہ کا، سب کا متواتر عمل مل گیا لیکن مصر کے لیے نہ حضورؐ کا عمل ملا نہ صحابہؓ کا نہ ائمہ کا، حالانکہ آپ بھی اس سے انکار نہ کر سکیں گے کہ مصر کا شرط ہونا اذن عام کی شرط سے بہت زیادہ واضح ہے۔ اذن عام کے لیے تواتر عمل کہہ کر مودودی صاحب نے قبول کر لیا اور کوئی بھی نص صریح اس کے لیے مرفوع یا موقوف پیش نہ کی۔ اور مصر جامع کے لیے مرفوع اور موقوف دونوں طرح کی حدیث نقل کر کے مودودی صاحب نے لکھ دیا کہ :

مصر جامع کی کوئی تعریف کسی نص سے ماخوذ نہیں مجھے اب تک کسی حدیث یا کسی اثر سے نہ معلوم ہو سکا کہ مصر کی حد کیا ہے۔" (ترجمان القرآن ص۱۴۹)

حالانکہ حدود مصر یا قریہ کبیرہ کی تحدید میں اختلاف کے باوجود یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ جمعہ دوسری نمازوں کی طرح سے نہیں ہے کہ ہر شخص پر فرض ہو۔ یہ مودودی صاحب ہی کا اجتہاد ہے کہ وہ دیہات والوں پر بھی جمعہ کو فرض کرتے ہیں۔

امام مالکؒ موطا میں قریٰ کی دو قسمیں کر کے فرماتے ہیں وان جمع الامام وھو مسافر بقریۃ لا تجب فیھا الجمعۃ فلا جمعۃ لہ ولا لاھل تلک القریۃ ولا

لمن جمع معهم من غیرهم[ا۵]

شاہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ صفحہ (۲۳) جلد دوم میں تحریر فرماتے ہیں۔ وقد تلقت الامۃ تلقیا معنویا من غیر تلقی لفظ انہ یشترط فی الجمعۃ الجماعۃ و نوع من التمدن وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وخلفاءہ رضی اللہ عنہم والائمۃ المجتہدون رحمہم اللہ یجمعون فی البلدان ولا یؤاخذون اھل البدو بل ولا یقام فی عہدھم فی البدو ففہموا من ذالک قرنا بعد قرن وعصرا بعد عصر، انہ یشترط لہا الجماعۃ والتمدن[۵۲] اھ۔

یہ تواتر عمل حضورؐ کے صحابہؓ کے ائمہ مجتہدین کے اور ان کے سب کے بعد قرناً بعد قرن شاہ صاحبؒ کو تو مل گیا۔ مگر مودودی صاحب کی نظر حجۃ اللہ البالغہ کی اس عبارت پر نہ پڑی یا اس کو دیکھنے کے قابل نہ سمجھا، کیا حجۃ اللہ البالغہ کا بس ایک ہی مبحث دیکھنے کے قابل "مبحث ہفتم" خیال میں آیا۔

ابوبکر رازی کہتے ہیں۔ اتفق فقہاء الامصار علیٰ ان الجمعۃ مخصوصۃ بموضع لا یجوز فعلہا فی غیرہ لانہم مجمعون علیٰ ان الجمعۃ لا یجوز فی البوادی ومناھل الاعراب اھ (اوجز) الموافق ابن قدامۃ جلد دوم صلے[۱۷] واما اھل الخیام و بیوت

---

[۵۱] وان جمع الامام وھو مسافر الخ امام مالک موطا میں قریٰ کی دو قسمیں کر کے تحریر فرماتے ہیں کہ اگر امام بحالت سفر کسی ایسے گاؤں میں جہاں جمعہ واجب ہو جمعہ کی نماز پڑھے تو امام اور گاؤں والوں کا نیز ان دوسرے لوگوں کا جو وہاں کے رہنے والے نہ ہوں جمعہ درست نہیں ہوگا یعنی اگر امام ایسی جگہ جمعہ قائم کرنا چاہے تو اس کو اس کا حق نہیں ہے۔

[۵۲] وقد تلقت الامۃ تلقیا معنویا الخ یعنی امت نے توارث معنوی کے طور پر بغیر تلقی لفظ کے اس پر اتفاق کر لیا ہے کہ جمعہ میں جماعت اور ایک نوع کا تمدن شرط ہے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء رضی اللہ عنہم اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ شہروں میں جمعہ قائم کیا کرتے تھے اور بدویوں سے اس کا مؤاخذہ نہیں کیا کرتے تھے بلکہ ان حضرات کے زمانے میں تو بدویوں میں جمعہ قائم بھی نہیں کیا جاتا تھا پس اس سے متواتر اور متوارث طریقہ پر سب نے یہی سمجھا کہ جمعہ کے لیے جماعت اور تمدن شرط ہے۔

الشعر والحركات فلا جمعة عليهم ولا تصح منهم لان ذالك لا ينصب لا ستيطان غالبا لذالك كانت قبائل العرب حول المدينة لم يقيموا جمعة ولا امرهم بها النبی صلی الله علیه وسلم ولو كان ذالك لم يخف ولم يترك نقله مع كثرته وعموم البلوىٰ[1] آه

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے علماء نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ جمعہ کی نماز عام نمازوں کی طرح نہیں ہے اس کے لیے مخصوص شرائط ہیں جن کے بغیر یہ نماز نہیں ہوتی۔ تعجب ہے کہ مودودی صاحب ان اقوال کو بھی نقل کرتے ہیں پھر بھی دیہات والوں کو یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ آپ یہ نہ سمجھیں کہ آپ پر سے جمعہ ساقط ہے۔ یہ فرض آپ پر بھی اسی طرح عائد ہوتا ہے جس طرح شہر والوں پر اور اس سے زیادہ عجیب بات مودودی صاحب کی یہ تحریر ہے:

کہ حنفیہ نے اہل قریٰ کے حق میں جمعہ کی عدم فرضیت کا حکم صرف اس لیے لگایا کہ امراء و سلاطین نے اقامت جمعہ کے لیے کوئی نظام قائم کرنے سے بے پروائی برتی۔ جس کی وجہ سے جمعہ محض شہروں اور بڑے بڑے قصبوں تک محدود ہو کر رہ گیا۔

میں کہتا ہوں کہ جو فتویٰ اس مجبوری کی بنا پر دیا گیا ہے اس کے سبب کو دور کرنا ہم پر لازم ہے تاکہ سبب زائل ہونے کے ساتھ فتویٰ خود بخود زائل ہو جائے اور مسلمانوں کے لیے ایک فرض مکتوب کے ادا کرنے کا راستہ کھلے، بخلاف اس کے بعض علماء فرماتے ہیں کہ سبب کو قائم رکھو تاکہ وہ پرانا فتویٰ جو قدامت کی وجہ سے مقدس ہو چکا ہے اٹل رہے چاہے فرض مکتوب کی رحمتوں سے کروڑوں مسلمان محروم رہ جائیں۔ (ترجمان جلد ۱۲ عدد ۳ ص ۲۲۰)

---

[1] اتفق فقهاء الامصار الخ یعنی تمام مقامات کے فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ جمعہ مخصوص ہے ایسے مقام کے ساتھ کہ اس کے علاوہ کسی اور جگہ جائز نہیں کیونکہ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جمعہ صحرا اور پانی کے گھاٹ پر جائز نہیں ہے۔ انتہیٰ اوجز المسالک ــــ خیمے اور ڈیرے والوں پر اور خانہ بدوش (باقی اگلے صفحے پر)

کس قدر آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے یہ تحریر اور کس قدر قابلِ رشک ہے مودودی صاحب کی وسعتِ نظر کہ حنفیہ تو واقعی دوسری صدی سے لے کر آج تک بلا استثناء اسقدر امراء و سلاطین کے خوشامدی رہے کہ انہوں نے امراء کی بے پرواہی کی وجہ سے بارہ سو سال کے کروڑوں مسلمانوں کی ایک اہم فریضہ سے محرومی کو اپنی گردن پر لے لیا اور بارہ سو برس تک ساری دنیا کے دیہاتی مسلمان اس فریضہ کے تارک رہے۔ لیکن کیا خود سید الکونین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس اہم فریضہ کا انتظام قائم کرنے سے لاپروائی برتی، کہ سنہ ۱ھ میں ہجرت کے سب سے پہلے دن مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ پڑھنا شروع کیا اور اس کے بعد آٹھ برس تک کسی دوسری جگہ جمعہ نہ ہو سکا۔

سنہ ۸ھ میں جواثی میں جمعہ ہوا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جو مدینہ طیبہ کے قرب و جوار میں رہتے تھے نوبت بہ نوبت مدینہ طیبہ حاضر ہوتے تھے۔ اگر مودودی صاحب نے ترجمان القرآن میں بخاری کی روایت کان الناس ینتابون الجمعة من منازلھم و العوالی[1] کے ترجمہ میں لفظ ینتابون کا ترجمہ حذف کر کے یہ ترجمہ کر دیا کہ:

لوگ جمعہ کے روز اپنی فرودگاہوں اور عوالی سے آیا کرتے تھے (ترجمان مذکور ص ۲۲۳)

تو بہر حال جناب کے سامنے تو حدیث کے اصل الفاظ بھی ہوں گے۔ وفی روایۃ ینتابون الجمعة بھی نظر سے گذری ہوگی، لو کان واجبًا علی اھل العوالی ما تناوبوا ولکانوا یحضرون جمیعًا[2] —— اور بخاری شریف کی یہ روایت بھی آپ کی نظر سے گذری ہو گی۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) لوگوں پر جمعہ واجب نہیں ہے اور ان کا جمعہ ادا کرنا صحیح بھی نہیں کیونکہ خیمے عام طور سے وطن بنانے کے لیے قائم نہیں کیے جاتے۔ اور اسی وجہ سے مدینہ طیبہ کے اطراف میں قبائل عرب جمعہ قائم نہیں کرتے تھے اور ان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم بھی نہیں فرمایا تھا اور اگر ایسا ہوتا تو یہ چیز مخفی نہ رہتی اور اس کی کثرت اور عموم بلوی کے ساتھ ساتھ اس کی نقل کو ترک نہ کیا جاتا (حاشیہ صفحہ ہذا) [1] کان الناس الخ یعنی لوگ باری باری جمعہ کیلئے اپنے گھروں اور عوالی سے آیا کرتے تھے یعنی ہر شخص ہمیشہ نہیں آتا تھا بلکہ کبھی کوئی آ گیا اور کبھی کوئی اور [2] لو کان واجبًا الخ یعنی جمعہ اگر اہل عوالی پر واجب ہوتا تو یہ لوگ باری باری نہ آتے بلکہ سب کے سب حاضر ہوتے اور نماز جمعہ ادا کرتے۔

وکان انس فی قصرہٖ احیانا یجمع واحیانا لا یجمع[1] - اگر ان پر فرض تھا تو کبھی جاتے اور کبھی نہ جاتے کا کیا مطلب ہے ؟

مولوی صاحب انصاف سے تبلایئے کہ مجتہد صاحب کی اس گمراہی کی کوئی انتہا ہے کیا واقعی امام ابو حنیفہ رحؒ اور ان کے سارے مقلدین نے گاؤں والوں پر سے جمعہ جیسا مؤکد فریضہ صرف اس لیے ساقط کر دیا کہ امراء و سلاطین نے اقامت سے لاپرواہی برتی تھی اور نہ صرف حنفیہ بلکہ ائمہ اربعہ مع اپنے سارے متبعین کے اس گمراہی میں مبتلا رہے ۔ کیا یہ در پردہ ان سب حضرات کی تکفیر نہیں کہ انہوں نے محض امراء کی لاپرواہی کی بدولت قرآن و حدیث کے خلاف ایک اہم فریضہ کی فرضیت سے انکار کر دیا اور تیرہ سو برس تک اس گمراہی پر سب کے سب اصرار کرتے رہے ۔

اگر مودودی کی ایسی سخت چیزوں پر علماء وقت کوئی سخت لفظ اس کو لکھ دیں تو کیا اس میں کسی کو حرف گیری کی کوئی گنجائش مل سکتی ہے ۔

وہ شخص جب قلم ہاتھ میں لیتا ہے تو اس کو بالکل اس کی پرواہ نہیں رہتی کہ میں کس کے متعلق کیا لکھ رہا ہوں ۔ میری عقل کام نہیں کرتی کہ تم لوگ کس طرح اکابر اہل الہدیٰ کے متعلق اس قسم کی گالیاں برداشت کر رہے ہو ۔ اس کے بعد میرا تو کچھ آپ کو لکھنے کو بھی دل گوارا نہیں کرتا ۔

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہٗ

فقط

زکریا ، کاندھلوی

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

---

[1] وکان انس فی قصرہٖ الخ یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ جب اپنے مکان میں رہتے تو کبھی جمعہ کے لیے آتے اور کبھی نہیں آتے تھے کیونکہ ان کا مکان شہر سے باہر فاصلہ پر تھا ۔ (محمد شاہد غفر لہ ۲۵ جمادی الاول ۹۵ھ کو حواشی مکمل ہوئے)

جماعتِ دیوبند کا مسلک

ہم لوگ جماعتی حیثیت سے اِس زمانہ میں تقلید کو ضروری سمجھتے ہیں اور اسلاف نے جو اجتہاد کے لیے شرائط رکھی ہیں وہ آج کل کے عُلماء میں مفقود پاتے ہیں

اسی طرح شرعی تصوّف کو تعلّق مَعَ اللہ اور حلاوتِ ایمان اور ایمانی صفات پیدا کرنے اور پیدا ہونے کے لیئے اقرب الطرق سمجھتے ہیں"۔

اسلیے جو شخص یا جو جماعت ان دونوں چیزوں میں ہمارے خلاف ہے وہ یقیناً ہماری جماعت سے علیحدہ ہے۔ دیوبندی مسلک میں یہ دونوں چیزیں بڑی اہم ہیں اسلیئے یہ سمجھنا کہ مودودی جماعت اور دیوبندی جماعت میں مسلک کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے، دھوکہ دینا ہے یا دھوکہ میں پڑنا ہے۔

(اقتباس از صفحہ نمبر)

مکتوباتِ حضرت شیخ الحدیث صاحب

بہ سلسلہ کتبِ مودودی صاحب

پیشِ نظر دو مکتوبات میں حضرت مدّ فیوضہٗ نے مودودی صاحب اور اُن کی تحریک کے متعلق اپنے ابتدائی خیالات، احساسات اور پھر بعد میں جو تغیّر و انقلاب اس میں پیدا ہُوا۔ ان کی وُجوہات تحریر فرمائی ہیں، اور آخر میں اس واقعہ کا تاریخی پس منظر تحریر فرمایا ہے۔ جو بعد میں "اجتماعی فیصلہ" اور "متفقہ فتویٰ" کی صورت میں عوام کے سامنے لایا گیا تھا"

مکتوب حضرت شیخ الحدیث مدظلہ

سائل کا مکتوب

لعالی خدمت اقدس قبلہ مخدومی، مکرمی، محترم مدظلہ العالی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،
خدمت اقدس میں جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت سے متعلق ایک بہت ضروری عریضہ پیش ہے۔ عاجزانہ استدعا ہے کہ حضرت اقدس اس کی اہمیت کے پیش نظر ارشاداتِ عالیہ سے نوازیں گے۔

جماعت اسلامی کے سامنے اس وقت سب سے بڑی رکاوٹ تبلیغی جماعت اور اس کی سرگرمیاں ہیں۔ چنانچہ تبلیغی جماعت کی روز بروز بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کو دیکھتے ہوئے جماعت اسلامی کی طرف سے تبلیغی جماعت پر کچھ نئے قسم کے الزامات عائد کیے جا رہے ہیں اور خاص طور پر پڑھے لکھے نوجوان طبقہ میں ان کی اشاعت کی جا رہی ہے۔ جماعت اسلامی اپنے پروپیگنڈے کے ذریعہ یہ تاثر پیدا کر رہی ہے کہ تبلیغی جماعت چونکہ زندگی کے ایک مخصوص و متعین حصے کو ہی اسلامی بنانا چاہتی ہے جبکہ جماعت اسلامی کا واحد نصب العین یہ ہے کہ پوری زندگی کو سو فیصدی اسلامی سانچے میں ڈھالا جائے اس لیے تبلیغی جماعت انسان کی مکمل راہنمائی کے لیے کافی نہیں ہے، تبلیغی جماعت کی تمام سرگرمیاں نماز، روزہ کلمے اور دعائیں سکھانے اور فضائل بتانے تک محدود ہیں، جبکہ جماعت اسلامی مکمل اقامت دین کی داعی ہے۔ اور اقامتِ دین سے مراد یہ ہے کہ کسی تفریق و تقسیم کے بغیر اس پورے دین کی مخلصانہ پیروی کی جائے اور ہر طرف سے یکسو ہو کر کی جائے۔ انسانی زندگی کے انفرادی و اجتماعی تمام گوشوں میں اُسے اس طرح جاری و نافذ کیا جائے کہ فرد کا ارتقاء معاشرے کی تعمیر اور ریاست کی تشکیل سب کچھ سو فیصدی اسلام کے مطابق ہو۔ جماعت اسلامی کا واحد نصب العین یہی اقامتِ دین ہے اور اس کی تمام تر سرگرمیوں کا واحد محرک رضائے الٰہی اور فلاحِ آخرت کا حصول ہے اس کے برعکس تبلیغی جماعت کو مسلمانوں کو درپیش کسی بھی انفرادی یا اجتماعی مسئلہ سے خواہ

وہ سیاسی ہو یا سماجی ہو، کوئی دلچسپی اور سروکار نہیں ہے۔

حضرت والا! آج کے حالات میں یہ انتہائی اہم اور عام طور پر مسلمانوں کو متاثر کرنے والے الزامات بہت ہی قابلِ غور و فکر ہیں، تبلیغی جماعت کے دفاع کے لیے ہی نہیں بلکہ عام مسلمانوں کی تسلّی و تشفی کے لیے اور اشکالات دور کرنے کے لیے ایسے پروپیگنڈے اور غلط فہمیوں کا ازالہ ضروری ہے —— اسی سلسلہ میں حضرت والا سے انتہائی عاجزانہ استدعا کے ساتھ پوری امید ہے کہ حضرت والا اپنے ارشاداتِ عالیہ سے نوازیں گے جس سے تبلیغی جماعت کی جو تصویر جماعت اسلامی عوام کے سامنے پیش کر رہی ہے اس کا صحیح رُخ سامنے آسکے اور جو لوگ اس سے متاثر ہیں ان کی تسلّی و تشفی بھی ہو سکے۔

(جماعت اسلامی کا تبلیغی جماعت پر الزام حسبِ ذیل ہے)

تبلیغی جماعت جو کچھ کہتی اور کرتی ہے وہ یہ کہ زندگی کے کچھ مخصوص حصّے میں مخصوص اور متعین مسائل کو لے کر اُٹھی ہے۔ اس کا منشا یہ ہے کہ مسلمانوں میں جو لوگ نماز روزہ سے نابلد ہیں انہیں نماز سکھائیں اور پڑھائیں۔ ان کے کلمے اور دعاؤں کی تصحیح کرائیں۔ انہیں نماز روزہ کے فضائل سے آگاہ کریں، اس کی تعلیم کے لیے اپنا کچھ وقت نکالیں چنانچہ روزانہ بے شمار افراد ان کے چلّوں میں جاتے اور گشت وغیرہ کرتے ہیں۔ مسائل و فضائل کو سیکھتے سکھاتے ہیں، تبلیغی جماعت کا یہ مقصد کبھی نہیں رہا کہ وہ اسلام کو ایک مکمّل نظامِ حیات کی حیثیت میں جیسا کہ وہ ہے سمجھیں اور دوسروں کے سامنے اُسے اسی حیثیت میں پیش کریں، تبلیغی جماعت کو باطل افکار و نظریات اور ملحدانہ طرزِ حیات سے جو آج انسانی معاشرے کو پوری طرح اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہیں، کوئی دلچسپی نہیں ہے انہیں ان کے مرکز کی طرف سے یہ ہدایت ہے کہ وہ ان مسائل پر کوئی اظہارِ خیال نہ کریں جن کا تعلق اجتماعی معاملات سے ہے، اسلام اور مسلمانوں کے سلسلے میں ملک کے مختلف سیاسی اور غیر سیاسی پارٹیوں اور ایوانِ حکومت میں کیا سازشیں ہو رہی ہیں، مسلم پرسنل لا کیا ہے اور یکساں سول کوڈ کیا ہے۔ مسلمانوں کا تعلیمی مسئلہ کس طرح حل ہو اور اس کی اہمیت کیا ہے۔ فرقہ وارانہ فسادات کے اندر مظلومین اور سیلاب و خشک سالی کے متاثرین تک کے

سلسلے میں تبلیغی جماعت کو کوئی دلچسپی نہیں ہے، غیر مسلموں میں مسلمانوں اور اسلام کا تعارف ہونا چاہیئے اور وہ کس طرح ہو، ان سب امور سے بھی تبلیغی جماعت کو کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اس کے افراد اپنے اجتماعی معاملات میں کیا طرز اختیار کرتے ہیں اس کی بھی اُسے کوئی فکر نہیں ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص نماز روزہ کی پابندی، چلّوں اور گشت میں تعاون اجتماعات میں شرکت کے ساتھ محکمہ آبکاری کا انسپکٹر ہو یا کوئی رشوت اور سود کا لین دین اپنے کاروبار میں کرتا ہو، عدالتوں میں جھوٹے مقدمات لڑتا لڑاتا ہو، اسی طرح اور کوئی ناجائز ذرائع آمدنی رکھتا ہو اس سے تبلیغی جماعت کوئی باز پرس نہیں کرتی۔ کیونکہ یہ اس کا ذاتی اور معاشی معاملہ ہے، اسی طرح کوئی شخص کمیونزم کانگریس، جنتا پارٹی یا کسی بھی جماعت یا پارٹی کا علمبردار ہو، اس کے سیاسی نظریات کیا ہیں، وہ سیاسی امور میں کیا طرز اختیار کرتا ہے، تبلیغی جماعت کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

انہیں وجوہات کی بنا پر تبلیغی جماعت مسلمانوں کی مکمل راہنمائی اور داعیانہ کردار ادا کرنے کی بالکل اہل نہیں ہے۔ ؟؟؟

حضرت شیخ الحدیث دامت مجدہم کا جواب

عنایت فرمائیم سلمہ، بعد سلام مسنون!

مجھے مدینہ منورہ آتے ہوئے ہفتہ عشرہ ہوا، میں کئی سال سے بہت بیمار ہوں، کبھی علالت بڑھ جاتی ہے، کبھی افاقہ ہوتا ہے اس لیے مفصل اور طویل خط کا سننا اور جواب لکھوانا مشکل ہے، بہت مشکل سے آپ کے خط کو سُنا اور جواب لکھوا رہا ہوں۔ صحت و قوت کے زمانہ میں آتا تو یقیناً اپنے دوسرے رسائل کی طرح سے مفصل جواب لکھواتا۔ آپ نے لکھا کہ جماعت اسلامی کے سامنے سب سے بڑی رکاوٹ تبلیغی جماعت ہے اس سے بہت تعجب ہوا۔ اسلامی جماعت اگر یہ کہتی ہے کہ تبلیغی لوگ مخصوص اعمال کو لے کر دنیا میں گشت کرتے ہیں

اور اسلامی جماعت پورے دین کو لے کر کام کر رہی ہے تو اس میں تو کوئی اشکال کی بات نہیں۔ تبلیغی جماعت اپنی وسعت اور تجربہ کے موافق کام چند اہم امور کو لے کر کر رہی ہے۔ ان کے اصول میں یہ ہے کہ ان چھ چیزوں کے علاوہ اور کسی چیز سے تعرض نہ کیا جائے۔ وہ اپنے تجربہ کے پیشِ نظر یہ سمجھتی ہے کہ یہ چند چیزیں اہم العبادات ہیں بقیہ پر عمل کرنا آسان ہے بہت سی احادیث میں یہ مضمون ذکر کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص خاص لوگوں کو خاص امور فرمائے اور انہی کی اشاعت کا حکم فرمایا۔

مشکوٰۃ میں وفد عبد القیس کی حدیث مشہور ہے کہ جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم اسی مہینہ میں آسکتے ہیں، ہمیں کوئی جامع چیز بتادیں جس کو ہم اپنی قوم کو بھی بتادیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار چیزوں کا حکم کرتا ہوں ایمان، نماز، زکوٰۃ روزہ اور غنیمت میں سے خمس نکالنے کا اور چار چیزوں سے منع کرتا ہوں وہ چار برتن ہیں شراب کے حنتم وغیرہ، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو یاد کر لو اور اپنی قوم کو جا کر بتادو۔

اگر تبلیغ والے بھی چند امور پر تاکید کرتے ہیں مصالح کی بنا پر، تو وہ یہ تو نہیں کہتے کہ ان کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں، اگر جماعت اسلامی والے مکمل دین کی اشاعت کرتے ہیں تو اللہ تعالےٰ انہیں مبارک کرے۔ کون روکتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک بدوی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی جامع چیز بتادیجئے کہ اگر میں اس پر عمل کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایمان، نماز، زکوٰۃ اور روزہ کا حکم دیا۔

دوسری حدیث میں ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سُنکر قسم کھا کر یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ ان پر نہ زیادہ کروں گا نہ ان میں کمی کروں گا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی جنتی آدمی کو دیکھنا چاہے تو اس کو دیکھ لے۔"

تم ہی بتاؤ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اعمال پر جنت کی بشارت دیدی اگر تبلیغی لوگ چند امور پر زور دیتے ہیں تو دوسرے اعمال کو منع تو نہیں کرتے اور اسلامی جماعت کے لوگ مکمل دین پر عمل کراتے ہیں تو اللہ تعالےٰ مبارک کرے، چاہے جماعت کے افراد مکمل دین کو خود

بھی نہ جانتے ہوں ۔ مگر تبلیغی جماعت والے یہ تو نہیں کہتے کہ مکمل دین پر عمل نہ کرو، وہ یہ ضرور چاہتے ہیں کہ علماء کرام ، فقہائے عظام اور صحابہؓ پر اعتراضات نہ کرو۔ آپ نے تبلیغی جماعت کے جو کارنامے دکھلائے ان میں کوئی ناجائز چیز تو مجھے نہیں ملی اور یہ جماعت اسلامی والے اگر پورے کا پورا دین پھیلائیں تو کون منع کرتا ہے ۔ جن واقعات کو آپ نے لکھا کہ حکومت اور غیر حکومت میں کیا سیاسی سازشیں ہو رہی ہیں آپ ہی بتائیے ان چالبازیوں کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے ؟ بخلاف نماز روزہ کے کہ اس کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور یہ نماز روزہ کی تبلیغ تو آپ کے یہاں بھی ہے ۔ اس لیے یہ نماز روزہ تبلیغ والوں کے حوالہ کیجیئے اور سیاسی سازشوں کو آپ نمٹائیے ۔ تبلیغی جماعت کے کوئی خاص افراد نہیں ہیں وہ تو اہم امور عبادات کو عام مسلمانوں کے سامنے پیش کرتی ہے اور جو لوگ دنیا کے ہر کام کو سنبھال سکتے ہیں وہ ان کو مبارک ہو ۔ آپ ہی سوچیئے کہ کوئی شخص ان دنیا بھر کے نظریات کو چلانا چاہے تو کیسے چلا سکتا ہے تبلیغی جماعت کے لوگ تو ان اہم اور موٹی باتوں پر زور دیتے ہیں جن کے بغیر کسی کو چارہ نہیں اور ان میں آپس میں مجادلہ اور جھگڑا نہیں سیاسی جماعتوں میں تو خود مسلمانوں میں اتنے اختلافات ہیں کہ حد نہیں ۔ آپ کے نزدیک تبلیغی جماعت مسلمانوں کی مکمل راہنمائی کرنے کی اہل نہیں تو آپ اس سے بالکل علیحدہ رہیں ، بیماری میں یہ مختصر لکھوایا ۔ والسّلام !

حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدہ
بقلم حبیب اللہ ۲۴ر اکتوبر ۷۹ء
ناقل نجیب اللہ

باسمہ سبحانہ

مکتوب حضرت شیخ الحدیث صاحب

بسلسلہ کتب مودودی صاحب

عزیزم الحاج مولوی شاہد سلمہ۔ بعد سلام مسنون!

تم نے مودودی صاحب کے متعلق میرے مکاتیب اور فتنہ مودودیت شائع کر کے میرے مشاغل میں ایک مستقل اضافہ کر دیا۔ جس کی وجہ سے میرا بہت سا وقت زبانی سوال و جواب اور خطوط میں ضائع ہوتا ہے۔ اس لیے میرا خیال ہوا کہ ہر شخص سے مستقل بات کرنا یا جواب دینا تو مشکل ہے تمہیں ہی ایک خط لکھ دوں اس کو ہی چھاپ کر کچھ تم رکھ لو، جو رسالہ فتنہ مودودیت کے اخیر میں چسپاں کر دو اور کچھ میرے پاس بھیج دو تاکہ میرا وقت زیادہ ضائع نہ ہو۔

مکاتیب پر عام طور سے یہ اعتراض ہے کہ تیرے خطوط متعارض ملتے ہیں۔ بعض میں سختی ہے بعض میں نرمی ہے۔ بعض لوگوں کو تو پڑھنے کی اجازت دیتا ہے اور بعضوں کو سختی سے منع کرتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ابتدا میں، میں اپنے دو محترم دوستوں کی وجہ سے اور تیسرے عزیزم مولوی قدوسی مرحوم کی وجہ سے مودودی صاحب کا معتقد تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ مولوی قدوسی صاحب سے کثرت سے گفتگو کی نوبت آتی تھی۔ ان تینوں حضرات کی گفتگو کا ماحصل یہ تھا کہ موصوف کی کتابوں سے ملحد بے دین اسلام سے متنفر لوگ اسلام کی طرف مائل ہوتے ہیں اور چونکہ موصوف کی تحریر میں ان لوگوں کے مذاق کے موافق زور کلام ہے۔ اس لیے بے دینوں کے لیے ان کی کتابیں دیکھنا بہت مفید ہے۔ البتہ فقہ، تصوف کے موصوف زیادہ قائل نہیں ہیں۔ مجھے خود کتابیں دیکھنے کی نوبت نہیں آئی تھی اور مولانا قدوسی مرحوم ان کی کتابیں لوگوں کو مفت دیا کرتے تھے اس لیے مجھ سے بھی اس میں اعانت چاہتے اور اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے میں نے بھی متفرق اوقات میں کئی سو روپے موصوف کی کتابوں کی تقسیم میں خرچ کیے۔ اسی وجہ سے میرے خطوط میں تعارض ملتا ہے کہ میں روشن دماغ انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں کے لیے تو مفید

سمجھتا تھا۔ مگر عربی مدارس کے طلباء اور عام لوگوں کے لیے غیر مفید بلکہ مضر سمجھتا تھا کہ کمیونزم وغیرہ چیزوں سے تو ان کو زیادہ واقفیت نہیں ہوتی، فقہی مسائل اور تصوف جس کا ماخذ حدیث احسان ہے کہ احسان ہی کا دوسرا نام تصوف ہے، سے کچھ نہ کچھ واقفیت ہوتی ہے۔ اس سے بے تعلقی پیدا ہونا میں مضر سمجھتا تھا۔ اس لیے میرے خطوط میں تعارض ہے۔ میرے ذہن میں اس وقت آدمیوں کے تین طبقے تھے۔

ایک ملاحدہ، انگریزی تعلیم یافتہ جن کے متعلق میں اپنے رسالہ فضائل عربی میں انگریز دل کے خیالات لکھ چکا ہوں کہ ایسی قوم پیدا کرنی ہے کہ جو رنگ وروپ سے تو ہندوستانی ہوں مگر ذہن کے اعتبار سے انگریز ہوں۔

انگریزی تعلیمات کے اثرات کے بارے میں ہمارے شیخ مدنی نوراللہ مرقدہ اپنے مکاتیب وتقاریر وملفوظات میں کثرت سے ڈبلیو، ڈبلیو ہنٹر کا یہ مقولہ نقل کرتے رہتے تھے کہ ہمارے کالجوں، اسکولوں سے پڑھا ہوا کوئی ہندو یا مسلمان ایسا نہیں ہے جس نے اپنے بزرگوں کے مذہبی عقاید کو غلط سمجھنا نہ سیکھا ہو۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ص۳۸۶ جلد اول)

نیز نقش حیات میں حضرت نے تحریر فرمایا ہے کہ لارڈ میکالے اور اس کی کمیٹی اپنے تعلیمی اغراض ومقاصد اور ان کی اسکیم کی رپورٹ میں مندرجہ ذیل کلمات تحریر کرتی ہے کہ ہمیں ایک ایسی جماعت بنانی چاہیے جو ہم میں اور ہماری کروڑوں رعایا کے درمیان مترجم ہو اور یہ ایسی جماعت ہونی چاہیے جو خون اور رنگ کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو مگر مذاق "رائے" الفاظ اور سمجھ کے اعتبار سے انگریز ہو۔ (نقش حیات ص۱۶۰ جلد اول)

اسی طرح حضرت نے ہنٹر کا دوسرا مقولہ یہ نقل کیا ہے کہ ہمارے اینگلو انڈین اسکولوں سے کوئی نوجوان خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان ایسا نہیں نکلتا جو اپنے آباء واجداد کے مذہب سے انکار کرنا نہ جانتا ہو۔ ایشیا کے پھلنے پھولنے والے مذاہب جب مغربی سائنس بستہ حقائق کے مقابلہ میں آتے ہیں تو سوکھ کر لکڑی ہو جاتے ہیں۔ (ص۱۱۰)

اب مسلمانوں کے لیے قابل غور چیز یہ ہے کہ مذہبی عقائد جب فنا ہو جائیں گے تو مسلمانی کس چیز کی رہ جائے گی اور جب مسلمانی نہ رہے گی تو آخرت میں سوائے جہنم کے اور کیا

باسمہٖ سبحانہٗ

مکتوب ۲ حضرت شیخ الحدیث صاحب

بسلسلہ کتب مودودی صاحب

عزیزم الحاج مولوی شاہد سلمہ۔ بعد سلام مسنون!

تم نے مودودی صاحب کے متعلق میرے مکاتیب اور فتنہ مودودیت شائع کر کے میرے مشاغل میں ایک مستقل اضافہ کر دیا۔ جس کی وجہ سے میرا بہت سا وقت زبانی سوال و جواب اور خطوط میں ضائع ہوتا ہے۔ اس لیے میرا خیال ہوا کہ ہر شخص سے مستقل بات کرنا یا جواب دینا تو مشکل ہے تمہیں ہی ایک خط لکھ دوں اس کو ہی چھاپ کر کچھ تم رکھ لو، جو رسالہ فتنہ مودودیت کے اخیر میں چسپاں کر دو اور کچھ میرے پاس بھیج دو تاکہ میرا وقت زیادہ ضائع نہ ہو۔

مکاتیب پر عام طور سے یہ اعتراض ہے کہ تیرے خطوط متعارض ملتے ہیں۔ بعض میں سختی ہے بعض میں نرمی ہے۔ بعض لوگوں کو تو پڑھنے کی اجازت دیتا ہے اور بعضوں کو سختی سے منع کرتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ابتدا میں، میں اپنے دو محترم دوستوں کی وجہ سے اور تیسرے عزیزم مولوی قدوسی مرحوم کی وجہ سے مودودی صاحب کا معتقد تھا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ مولوی قدوسی صاحب سے کثرت سے گفتگو کی نوبت آتی تھی۔ ان تینوں حضرات کی گفتگو کا ماحصل یہ تھا کہ موصوف کی کتابوں سے ملحد بے دین اسلام سے متنفر لوگ اسلام کی طرف مائل ہوتے ہیں اور چونکہ موصوف کی تحریر میں ان لوگوں کے مذاق کے موافق زور کلام ہے۔ اس لیے بے دینوں کے لیے ان کی کتابیں دیکھنا بہت مفید ہے۔ البتہ فقہ، تصوف کے موصوف زیادہ قائل نہیں ہیں۔ مجھے خود کتابیں دیکھنے کی نوبت نہیں آئی تھی اور مولانا قدوسی مرحوم ان کی کتابیں لوگوں کو مفت دیا کرتے تھے اس لیے مجھ سے بھی اس میں اعانت چاہتے اور یا اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے میں نے بھی متفرق اوقات میں کئی سو روپے موصوف کی کتابوں کی تقسیم میں خرچ کیے۔ اسی وجہ سے میرے خطوط میں تعارض ملتا ہے کہ میں روشن دماغ انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں کے لیے تو مفید

سمجھتا تھا۔ مگر عربی مدارس کے طلباء اور عام لوگوں کے لیے غیر مفید بلکہ مضر سمجھتا تھا کہ کمیونزم وغیرہ چیزوں سے تو ان کو زیادہ واقفیت نہیں ہوتی، فقہی مسائل اور تصوف جس کا ماخذ حدیث احسان ہے کہ احسان ہی کا دوسرا نام تصوف ہے، سے کچھ نہ کچھ واقفیت ہوتی ہے۔ اس سے بے تعلقی پیدا ہونا میں مضر سمجھتا تھا۔ اس لیے میرے خطوط میں تعارض ہے۔ میرے ذہن میں اس وقت آدمیوں کے تین طبقے تھے۔

ایک ملاحدہ، انگریزی تعلیم یافتہ جن کے متعلق میں اپنے رسالہ فضائل عربی میں انگریزوں کے خیالات لکھ چکا ہوں کہ ایسی قوم پیدا کرنی ہے کہ جو رنگ و روپ سے تو ہندوستانی ہوں مگر ذہن کے اعتبار سے انگریز ہوں۔

انگریزی تعلیمات کے اثرات کے بارے میں ہمارے شیخ مدنی نور اللہ مرقدہ اپنے مکاتیب و تقاریر و ملفوظات میں کثرت سے ڈبلیو، ڈبلیو ہنٹر کا یہ مقولہ نقل کرتے رہتے تھے کہ ہمارے کالجوں، اسکولوں سے پڑھا ہوا کوئی ہندو یا مسلمان ایسا نہیں ہے جس نے اپنے بزرگوں کے مذہبی عقاید کو غلط سمجھنا نہ سیکھا ہو۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ص ۳۸۶ جلد اوّل)

نیز نقش حیات میں حضرت نے تحریر فرمایا ہے کہ لارڈ میکالے اور اس کی کمیٹی اپنے تعلیمی اغراض ومقاصد اور ان کی اسکیم کی رپورٹ میں مندرجہ ذیل کلمات تحریر کرتی ہے کہ ہمیں ایک ایسی جماعت بنانی چاہیئے جو ہم میں اور ہماری کروڑوں رعایا کے درمیان مترجم ہو اور یہ ایسی جماعت ہونی چاہیئے جو خون اور رنگ کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو مگر مذاق "رائے" الفاظ اور سمجھ کے اعتبار سے انگریز ہو۔ (نقش حیات ص ۱۶۰ جلد اوّل)

اسی طرح حضرت نے ہنٹر کا دوسرا مقولہ یہ نقل کیا ہے کہ ہمارے اینگلو انڈین اسکولوں سے کوئی نوجوان خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان ایسا نہیں نکلتا جو اپنے آباء واجداد کے مذہب سے انکار کرنا نہ جانتا ہو۔ ایشیا کے پھلنے پھولنے والے مذاہب جب مغربی سائنس لستہ حقائق کے مقابلہ میں آتے ہیں تو سوکھ کر لکڑی ہو جاتے ہیں (ص ۱۱)

اب مسلمانوں کے لیے قابل غور چیز یہ ہے کہ مذہبی عقائد جب فنا ہو جائیں گے تو مسلمانی کس چیز کی رہ جائے گی اور جب مسلمانی نہ رہے گی تو آخرت میں سوائے جہنم کے اور کیا

ملے گا")

دوسرا طبقہ ان اہلِ علم کا جو غلط صحیح میں فرق کر سکیں، احادیث پر ان کی نظر ہو۔

تیسرا طبقہ ان طلباء کا جو علم حدیث پر زیادہ نظر نہ رکھتے ہوں یا ایسے اردو خوانوں کا جو صحیح و سقیم میں امتیاز نہ کر سکیں۔

پہلے طبقہ کے لیے تو میں ضروری اور مفید سمجھتا تھا، اور دوسرے طبقہ کے لیے مضر نہیں سمجھتا تھا کہ وہ صحیح و سقیم میں فرق کر سکتے ہیں اور تیسرے طبقہ کے لیے مضر سمجھتا تھا۔ اسی فرق کی وجہ سے میرے ابتدائی خطوط کے جوابات میں اختلاف ہے اور مشوروں میں بھی فرق ہے مگر مولانا قدوسی مرحوم نے اپنے خیالات کو طلبہ میں پھیلانا شروع کیا۔ طلبہ کی جماعت جذباتی اور جوشیلی ہوتی ہے جس کی وجہ سے ہمارے مدرسہ میں پڑھنے پڑھانے کی بجائے مناظرہ کا میدان شروع ہو گیا۔ مولانا قدوسی سے تعلق رکھنے والے طلباء ہر وقت اسی فکر میں رہتے کہ دوسرے طلباء کو متاثر کیا جائے اور طلبہ کی اکثریت جو اکابر سے تعلق رکھنے والی تھی وہ مخالفت کرتی تھی۔ مولانا قدوسی تو جذباتی نہیں تھے سنجیدگی سے کہتے تھے مگر ان کی جماعت کے لوگ سخت الفاظ استعمال کرتے رہتے تھے۔ خود ہمارے ہی مدرسہ کا قصہ ہے کہ ایک صاحب آئے اور ایک طالب علم سے جو بخاری شریف کے سبق میں جا رہا تھا زور سے کہنے لگے کہ "یہ بخاری کا بت کب تک اٹھائے پھرو گے"۔ اس لفظ سے بہت طلباء بدکے اور اس قسم کے بیہودہ الفاظ اکابر کی شان میں بسا اوقات سننے میں آتے رہتے تھے۔ اس پر میں نے مولوی قدوسی پر اپنے تعلق کی وجہ سے کئی دفعہ نکیر کی کہ تمہارے محبین بہت زیادہ آگے بڑھتے جا رہے ہیں۔ مولوی قدوسی مرحوم سے میرا بہت خصوصی تعلق تھا۔ میری تنبیہ پر وہ بھی بعض دفعہ جوش میں آجاتے اور مباحثہ کی نوبت آجاتی۔ مگر مجھ پر کوئی اثر ان کی گفتگو کا نہیں پڑتا تھا۔ اور ان کا وہ جوش بھی وقتی ہوتا۔ مگر طلبہ کی کشمکش جب دیگر مدرسین حضرات تک پہنچی اور چونکہ وہ میرے ہم نام تھے اس لیے باہر کے خطوط میں بھی مجھ سے یہ مطالبے شروع ہوئے کہ اگر تو جماعت اسلامی میں شریک ہو گیا ہے تو علی الاعلان ظاہر کر۔ اور شہر میں بھی ہنگامہ کی صورت ہو گئی اور جماعت اسلامی کے اعلانات میں بھی یہ لفظ آنے لگا کہ مدرسہ مظاہر علوم کی طرف سے مولانا زکریا صاحب نے شرکت کی۔

اس پر غلط فہمی اور بڑھی۔ شہر کے افراد انفراداً اور اجتماعاً حضرت ناظم صاحب کے پاس بار بار آتے کہ مدرسہ اپنا مسلک اس سلسلہ میں ظاہر کرے اور جب ان سے کہا جاتا کہ مدرسہ کا مسلک وہی ہے جو جملہ اکابر کا ہے۔ مولوی قدوسی صرف اس سے متاثر ہیں تو ان کی علیحدگی کا مطالبہ ہوتا اور جب ہم لوگوں کی طرف سے کوئی کاروائی عمل میں نہ آئی تو حضرت مدنی نوراللہ مرقدہ سے ہم لوگوں کی شکایتیں لگانی شروع کیں اور اس ناکارہ پر چونکہ حضرت کی بہت شفقت تھی (جب بھی دیوبند سے لکھنؤ لائن پر تشریف لے جانا ہوتا یا آنا ہوتا تو ہمیشہ دیوبند سے تشریف لے جاتے وقت اگر ایک گھنٹہ بھی دونوں گاڑیوں میں فصل ہوتا تو واپسی کے تانگہ پر مدرسہ تشریف لاتے اور لکھنؤ سے آتے وقت لکھنؤ یا اس کے آس پاس سے تار دیدیتے کہ فلاں وقت پہنچ رہا ہوں، تو زکریا ہمیشہ اسٹیشن پر جانے کا اہتمام کرتا) اس وجہ سے حضرت نے مجھے کئی دفعہ ڈانٹا کہ اگر تم مولوی قدوسی پر کنٹرول نہیں کر سکتے تو ان کو مدرسہ سے علیحدہ کیوں نہیں کر دیتے۔ اس کو تم اپنے مقدمہ میں تفصیل سے لکھ چکے ہو اور تفصیلی واقعات بیکار بھی ہیں۔

بہر حال اس وجہ سے اہل مدرسہ نے مولوی قدوسی کو زیادہ زور سے تنبیہ کرنا شروع کر دیا جس کی تفصیل تمہارے مضمون میں آچکی ہے۔ یہی منشاء میرے جوابات میں اختلاف کا ہے۔

(۴) ہمارے مولانا قدوسی سے تعلق رکھنے والے دو صاحبزادے مدرسہ میں زیادہ زور دل پر تھے اور وہ حضرت ناظم صاحب سے بار بار یہ درخواست کرتے تھے کہ اگر یہ ناکارہ ان کی کتابوں کو دیکھ لے تو مولانا قدوسی سے آگے ہو گا۔ اس لیے حضرت ناظم صاحب نوراللہ تعالٰی مرقدہٗ بھی اس ناکارہ پر بار بار اصرار کرتے تھے کہ یہ لڑکے یوں کہتے ہیں کہ اس ناکارہ نے ان کی کتابیں دیکھی نہیں ہیں، سُنی سُنائی باتوں پر اختلاف کر رہا ہے۔ اس لیے حضرت ناظم صاحب کا مجھ پر اصرار رہا کہ میں ان کی کتابیں دیکھوں، اور میں اپنے تالیفی اور دوسرے مشاغل کا عذر کرتا رہا مگر حضرت ناظم صاحب کے اصرار پر جمادی الاولی سنہ ۷۱ھ سے شعبان تک چار مہینے سبق کے علاوہ اپنے سارے مشاغل چھوڑ کر اور وہ زمانہ جوانی اور قوت کا تھا ساری رات جاگ لینا بھی بہت آسان تھا۔ چار مہینے میں تقریباً ایک ہزار سے زائد کتابیں مودودی صاحب اور ان کی جماعت کی پڑھیں، جو یہی لڑکے اپنے شوق سے کہیں کہیں سے مانگ کر مجھے دکھاتے تھے، اس امید

پر کہ یہ مولانا قدوسی سے آگے ہو جائے گا۔ مگر میں نے جوں جوں ان کی کتابوں کا گہرا مطالعہ کیا ان کی کتابوں سے تنفر بڑھتا گیا۔ اس لیے کہ کمیونزم وغیرہ کے متعلق تو ان کا قلم بہت ہلکا چلتا ہے، لیکن فقہ حدیث اور دینی امور پر ایسا بے لگام چلتا ہے کہ جیسا بہت غصہ میں بھرا ہوا لکھتا ہے۔ ان کی تنقید سے ائمہ فقہ، بلکہ صحابہ کرام، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس بھی نہیں چھوٹی۔ وہ جس چیز کو رد کرنا چاہتے ہیں اس کو لوگوں کا خیال خام کہہ کر تعبیر کیا کرتے ہیں جیسا کہ میں اپنے اس خط میں حضرت امام مہدی اور جمعہ کے مسئلہ میں لکھ چکا ہوں کہ وہ سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات پر بھی لوگوں کا خیال خام کہہ کر رد کیا کرتے ہیں۔ اس چیز سے میری طبیعت کو بہت وحشت ہوتی اور بہت ہی تنفر بڑھا۔ اس لیے کہ ہم لوگ تو اپنی نجات کا مدار ہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات پر عمل میں سمجھتے ہیں چاہے وہ ہماری سمجھ میں آویں یا نہ آویں اور جب مودودی صاحب اپنی تحریرات میں ان احادیث کو لوگوں کا خیالِ خام کہہ کر ظاہر کرتے ہیں تو حدیث کا مبتدی بھی بھڑکے بغیر نہیں رہے گا۔

(۳) رسالہ فتنہ مودودیت کی تعریف تو بہت کثرت سے میرے معتمد دوستوں اور جماعت سے متاثر لوگوں سے خطوط اور زبانی بھی سننے میں آئی۔ بہت سے احباب نے جو جماعت سے متاثر بھی تھے، یہ کہا کہ اس رسالہ میں معلومات تو بہت ہیں مگر بہت دیر میں شائع ہوا، ہمیں باوجود ان کی جماعت کے تاثر کے بہت سی معلومات اس رسالہ سے ہوئیں مگر ساتھ ساتھ تین اعتراضات بھی اس رسالہ کے متعلق لوگوں نے کیے۔ اول یہ کہ رسالہ تو بہت مفید اور بہتر ہے مگر نام اشتعال پیدا کرنے والا ہے۔ اس کے متعلق تو تم دوسرے ایڈیشن میں اصلاح کر چکے ہو مگر یہ رسالہ ہندوستان میں تو ایک ہی جگہ چھپا مگر پاکستان میں چھ سات جگہ سابقہ نام سے چھپ چکا ہے اس لیے تمہاری اصلاح تو کچھ مفید نہیں معلوم ہوتی۔

دوسرا اعتراض بعض لوگوں نے یہ کیا کہ تم مولویوں کو کافر بنانے کے سوا کوئی کام نہیں میرے اس رسالہ میں یا کسی تحریر میں تکفیر نہیں ملے گی۔ نہ میں تکفیر کا قائل ہوں مگر اس اعتراض کا جواب کہ مولویوں کو کافر بنانا آتا ہے حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے بہت سے ملفوظات میں ہے اور بہت اچھا ہے۔ حضرت قدس سرہ فرماتے تھے کہ مولوی کسی کو کافر بناتے نہیں بلکہ

کافر بتاتے ہیں۔ کسی کے بنانے سے نہ کافر مسلمان ہوتا ہے نہ مسلمان کافر۔ مولوی تو یہ بتاتے ہیں کہ فلاں فلاں چیزیں موجب کفر ہیں ان سے احتراز کرنا چاہیئے۔ اور حضرت نے صحیح فرمایا۔ کہ مولویوں کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ وہ عوام کو متوجہ کرتے رہیں کہ فلاں فلاں چیزیں موجب کفر ہیں ان سے احتراز کرنا چاہیئے۔

تیسرا اعتراض یہ کیا گیا کہ بہت ناوقت طبع کیا گیا۔ جبکہ جماعت اسلامی کے لوگوں کو گرفتار کیا جا رہا تھا۔ میں تمہاری طرف سے یہ کہتا رہتا ہوں کہ ناشر کو شاید خبر بھی نہ ہو کہ ان کی گرفتاری ہو رہی ہے۔ البتہ میرے پاس مدینہ منورہ میں بہت سے مودودی احباب کے خطوط آتے رہے اور اس میں اس ناکارہ سے دعاؤں کا اصرار ہوتا رہا اور میں ان کے جوابات لکھواتا رہا اور دعائیں بھی کرتا رہا اور اب بھی کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ہر ابتلاء سے بچائے۔

دراصل یہ رسالہ مولوی قدوسی صاحب کے اصرار پر جب انہوں نے یہ کہا کہ صرف تین آدمیوں سے گفتگو کر سکتا ہوں۔ حضرت ناظم صاحب، مولوی منظور صاحب، رحمہما اللہ تعالیٰ اور زکریا سے۔ تو میں نے یہ سوچ کر کہ زبانی گفتگو میں ساری بات مستحضر نہیں ہوتی ایک خط ان کو لکھا تاکہ وہ بار بار پڑھیں اور دیکھیں۔ اسی لیے احادیث کی طرف اشارے کیے تھے، پوری احادیث نہیں لکھی تھیں اور میرا ارادہ اس کے شائع کرنے کا بھی نہیں تھا۔ میرے حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ کو جب اس خط کی خبر ہوئی تو حضرت نے کتنی دفعہ اس کی طباعت پر اصرار کیا مگر میں یہی عذر کرتا رہا کہ وہ خط عوام کے قابل نہیں۔ عوام کے لیے تو تفصیل سے لکھنے کی ضرورت ہے، انشاءاللہ تعالیٰ کسی فرصت میں نظر ثانی کر کے طبع کروں گا۔ حضرت مدنی نور اللہ تعالیٰ مرقدہ کے وصال کے بعد میرے مخلص دوستوں نے بہت اصرار کیا اور میں یہ کہتا رہا کہ میں نے حضرت قدس سرہ کے ارشاد پر بھی طبع نہیں کرایا تو تمہارے کہنے پر کیسے طبع کرا دوں۔ اتنے میں اس پر نظر ثانی کر کے عوام کے قابل نہ بنا لوں اتنے نہیں چھاپنے کا۔

میرے حجاز آنے کے بعد میرے دوستوں نے عزیز شاہد پہ اور زیادہ اصرار کیا کہ وہ موجودہ حالت میں بھی بہت مفید ہے۔ میں تو اپنے قیام ہند میں اس کو دکھلاتا بھی نہیں تھا مگر عزیز شاہد اپنے بڑوں کے اصرار پر دکھلانے پر مجبور ہو گیا اور اس نے حتی الوسع اپنے ضمائم

میں ایک حد تک اس ضرورت کو پورا بھی کیا جو میرے نزدیک اہم تھی۔ مگر میں خود ہی اس کی نظرِ ثانی کرتا تو زیادہ اچھا تھا۔ رسالہ کا نام "فتنہ مودودیت" نہ میرا تجویز کردہ ہے نہ عزیز شاہد کا بلکہ ان ہی دوستوں کا تجویز کیا ہوا ہے جنہوں نے اس کی طباعت پر اصرار کیا۔ میں تو کیا نام تجویز کرتا جبکہ ایک نجی خط تھا اور طبع کرنے کا ارادہ بھی نہ تھا۔

(۴) میرے حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کی مخالفت تو پہلے سے تھی مگر شدت ۷۰ھ ہی سے شروع ہوئی جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں کہ حضرت قدس سرہٗ کا معمول یہ تھا کہ جب ٹانڈہ وغیرہ سے تشریف لاتے تو کسی جگہ سے تار دیا کرتے تھے۔ شوال ۷۰ھ میں حضرت نے اپنی تشریف آوری کا تار دیا اور اس وقت حضرت رائپوری بھی تشریف فرما تھے مگر رائپور جانے والے تھے۔ مگر حضرت کے تار کی خبر سن کر قیام فرما لیا اور ہم دونوں دس بجے اسٹیشن حاضر ہوئے۔ حضرت مدنی نے ڈبہ سے اتر کر حضرت رائپوری سے ملاقات پر بہت اظہار مسرت کیا اور ارشاد فرمایا کہ مجھے تم دونوں سے بہت ضروری مشورہ کرنا تھا۔ مولانا رائپوری کا قیام کب تک رہے گا؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت تو آج صبح تشریف لیجانے والے تھے حضرت کے تار کی وجہ سے ہی قیام کیا۔ حضرت مدنی نے فرمایا کہ اس وقت تو میرے ساتھ مستورات بھی ہیں اور سامان بھی۔ میں ان سب کو دیوبند پہنچا کر اگلی گاڑی سے واپس آؤں گا۔ مجھ بے ادب گستاخ نے عرض کیا کہ حضرت آج بالکل ارادہ نہ فرمادیں کل کو تشریف لے آویں اور حضرت رائپوری کی طرف اشارہ کر کے عرض کیا کہ ان کو تو بخاری کا سبق نہیں پڑھانا ہے ان کو تو نور ہی پھیلانا ہے۔ رائپور میں نہیں دو دن سہارنپور میں ہی نور پھیلالیں گے مگر حضرت مدنی نے قبول نہیں فرمایا اور دوسری گاڑی سے واپس تشریف لے آئے اور شام کو کتب خانہ کے شرقی کمرے میں جو اس وقت مہمان خانہ تھا، میرے دونوں بزرگ دیوار سے کمر لگاتے بیٹھے تھے اور یہ ناکارہ دونوں کے سامنے خادمانہ بیٹھا تھا۔ حضرت مدنی نے ارشاد فرمایا کہ مودودیوں کے متعلق مجھے تفصیل سے کتابیں دیکھنے کی تو نوبت نہیں آئی کچھ تراشے لوگوں نے بھیجے ہیں وہ دیکھتا رہا۔

مولوی ابواللیث کے خطوط اس سلسلہ میں آرہے ہیں وہ اس سلسلہ میں گفتگو کرنے پر

اصرار کر رہے ہیں تم دونوں کا اس میں کیا خیال ہے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ دونوں کے جوتے سر پر رکھنا موجب عزت اور فخر سمجھتا ہوں۔ مگر چار مہینے شب و روز ان کی کتابیں پڑھ کر ان کی کتابوں سے اتنا متنفر ہو گیا کہ آپ حضرات متفقہ طور سے بھی کوئی حکم فرما دیں گے تو تعمیل سے معذوری ظاہر کر دوں گا۔ حضرت مدنی نے ہنس کر فرمایا کہ یہ ہے ہمارے جوتوں کی حقیقت۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! چار ماہ شب و روز ان ہی کی کتابیں دیکھتے میں گذرے ہیں اور اتنا مواد میری کاپیوں میں موجود ہے کہ حضرت اتنا دیکھ بھی نہیں سکتے، حضرت مدنی نے فرمایا کہ اس وقت قیام کی تو فرصت نہیں تین چار دن میں مولانا اعزاز علی صاحب کو ساتھ لے کر آؤں گا اور تیری ساری تحریرات سنوں گا۔

حضرت رائپوری تو دوسرے دن رائپور تشریف لے گئے مگر حضرت مدنی دو تین دن کے بعد مولانا اعزاز علی صاحب کو ساتھ لیکر آئے اور اسی مہمانخانہ میں وہ دونوں حضرات اور یہ ناکارہ اور مفتی سعید احمد صاحب بیٹھے رہتے اور زینہ کے برابر کے کیواڑ لگے رہتے۔ لوگ جوق در جوق جنگلہ پر سے دیکھتے رہتے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ کوئی سیاسی مسئلہ تو ہے نہیں اس لیے کہ زکریا اور مفتی سعید کو سیاسیات سے کیا واسطہ پھر یہ کیا ہو رہا ہے؟ اور حضرت مدنی اور مولانا اعزاز علی صاحب نے دو دن قیام فرمایا اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تمہارے نوٹ جو ہیں وہ سناؤ اور اصل کتابوں میں نشان رکھ کر یہاں رکھ دو۔ میں نے اپنے مدرسہ کے ان دونوں صاحبزادوں سے کہا کہ حضرت مدنی بھی تمہاری کتابیں دیکھنا چاہتے ہیں جو مجھے دکھلائیں، تو وہ اور بھی خوش ہوتے ان بچوں کا یہ خیال تھا کہ اگر حضرت مدنی بھی ہمنوا ہو گئے تو سارے ہی مدارس میں ہماری تحریک چل جائے گی۔ وہ ساری کتابیں تو نہ آ سکیں جو چار ماہ میں میں نے دیکھی تھیں لیکن بہت سی کتابیں لاتے۔ اور یہ ناکارہ اپنی یادداشت کو دیکھ کر اصل کتابوں میں نشان رکھتا رہا اور حضرت مدنی اور مولانا اعزاز علی صاحب اصل کتابوں کو دیکھ کر دو دن تک خوب نوٹ فرماتے رہے اور مواد اپنے ساتھ لے گئے اور اسی وقت سے حضرت مدنی کا جوش بھی مودودیوں کے خلاف تیز ہو گیا کہ حضرت مدنی نے خود اپنی آنکھوں سے ان مضامین کو اصل کتابوں میں پڑھ لیا تھا۔ اس مضمون کو تو میں ذرا اور بھی تفصیل سے لکھوانا چاہتا تھا۔ مگر آج کل حجاج کی واپسی کا ہجوم ہو رہا

ہے اور میری طبیعت بھی صاف نہیں اس لیے مختصر طور پر اپنے خط اور رسالہ کا پس منظر لکھوانا پڑا کہ عزیز شاھد اس کو چھپوا دے تو مجھے ہر ایک سے گفتگو نہ کرنی پڑے پوچھنے والے کو یہی تحریر دے دیا کروں گا۔

فقط والسّلام

محمد زکریا کاندھلوی

نزیل مدینہ منورہ

۲۰ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ ہجری

فہرست کتب

جو جماعت اسلامی اور اس کے بانی کی تحریرات اور افکار و آراء کے بارے میں لکھی گئیں

جناب مودودی صاحب نے بہت کچھ لکھا ہے اور ان کی تحریرات اور افکار و آراء، نیز ان کی قائم کردہ جماعت کے بارے میں تقریباً ہر طبقہ کے علماء نے تنقید کی ہے، چھوٹی موٹی کتابوں، ماہناموں، ہفت روزہ رسالوں میں اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے جس کا احصاء بہت مشکل ہے۔ سرسری طور پر جو کتابیں اس وقت سامنے آئیں اور احباب سے جن کا علم ہوا ان کی ایک مختصر سی فہرست پیش کی جا رہی ہے تاکہ مودودی صاحب اور ان کی جماعت کو سمجھنے کے لیے جو حضرات مزید تحقیق و تفتیش کے خواہاں ہوں ان کو ان کتب سے مدد مل سکے۔ اس لیے کتابوں کے ملنے کے پتے بھی لکھ دیئے گئے ہیں۔ یہ کتب ہندو پاک دونوں ملکوں میں چھپی ہیں جس کو جہاں سے جو کتاب میسر ہو جائے حاصل کرے۔ ان کو خود پڑھیں دوسروں کو پڑھائیں اور دورِ حاضر کے اس عظیم فتنہ سے بچنے اور بچانے کی فکر کریں۔ جماعت اسلامی کے احباب کا یہ طریقہ ہے کہ جب مودودی صاحب کی کسی بات کی گرفت کی جاتی ہے تو کہہ دیتے ہیں ان کی بات کو سمجھے نہیں اسلیے اعتراض کرتے ہیں۔ یہ بات عجیب ہے کہ مودودی صاحب کی اردو عبارت کا مطلب اردو جاننے والے نہ سمجھ سکیں، ان کی باتیں کوئی متشابہات تو نہیں ہیں جن کو سمجھا نہ جا سکے اور جن پر بے سمجھے ایمان لانا ضروری ہو اور کبھی یوں جواب دیتے ہیں کہ مولوی لوگ جماعت اسلامی کی وجہ سے اپنا حلقۂ اثر کم ہوتا دیکھ رہے ہیں اور ان کے حلوے مانڈے میں فرق آ رہا ہے اس لیے مودودی صاحب کے پیچھے پڑے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ علماء کی تنقید اخلاص کے ساتھ نہیں ہے، یہ بات بھی عجیب ہے کہ سارے ہی علماء جو ہزاروں کی تعداد میں ہیں ان میں کوئی بھی مخلص اور دیندار اور دیانتدار نہ ہو اور سارا اخلاص اور تقویٰ اور دیانت صرف جماعت اسلامی کے نوعمر لڑکوں میں جمع ہو جائے جو صرف شتستار (؟) دیکھ کر مودودی صاحب کے عقیدت مند

ہو گئے ہیں۔ پھر ہم تو دیکھتے ہیں کہ جماعت اسلامی کے معتقدین میں اضافہ ہونے سے کوئی کسی مولوی کو کبھی کوئی فاقہ نہیں ہوا۔ نہ کسی کی خوراک پوشاک پر اثر پڑا، سب اللہ کا دیا کھاتے پیتے ہیں، جس طرح مودودی صاحب کے وجود سے پہلے کھاتے پیتے تھے۔ بھلا ایسی لچر باتوں سے کہیں دلائل کو دبایا جا سکتا ہے اور حقائق کو پس پشت ڈالا جا سکتا ہے؟ صاف سیدھی بات یہ ہے کہ حضرات علماء کرام نے جو مودودی صاحب کی گرفت کی ہے ان کا دلیل سے جواب دیا جائے نہ یہ کہ جواب سے تو خاموشی اختیار کر لی جائے اور اپنے غلط افکار و انظار اور فاسد بلکہ باطل خیالات پر جمتے ہوئے مولویوں کو صلواتیں سنا کر دل ٹھنڈا کر لیا جائے۔ بہر حال جن کتابوں کے نام یہاں درج کیے گئے ہیں وہ جماعت اسلامی کے افراد کے لیے باعث اصلاح و رجوع الی الحق ہوں یا نہ ہوں، دیگر افراد امت کے لیے انشاء اللہ ضرور مشعل راہ ہوں گی۔
اب فہرست ملاحظہ فرمایئے۔

اسمائے کتب	اسمائے گرامی مصنفین کرام	ملنے کے پتے
۱۔ مکتوبات بسلسلہ مودودی جماعت	از حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ	کتب خانہ دیوبند، ضلع سہارنپور
۲۔ مکتوبات ثلثہ (از حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ و دیگر حضرات	مرتبہ حکیم عبدالرشید گنگوہی	کتب خانہ یحیوی مظاہر علوم سہارنپور
۳۔ فتنۂ مودودیت	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم	کتب خانہ اشاعت العلوم محلہ مفتی سہارنپور مظہری کتب خانہ ۱/۱۲ جی ناظم آباد کراچی ۱۸ جامعہ عربیہ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
۴۔ الاستاذ المودودی (عربی) (ترجمہ فتنۂ مودودیت)	″ ″ ″	″ ″ ″
۵۔ مکتوبات شیخ جلد سوم	″ ″ ″	″ ″ ″
۶۔ الاستاذ المودودی (عربی) اول و دوم	حضرت علامہ مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ	کتب خانہ اشاعت العلوم سہارنپور جامعہ عربیہ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵

اسمائے کتب	اسمائے گرامی مصنفین کرام	ملنے کے پتے
۷۔ التفسیر السیاسی للاسلام (عربی)	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہم	دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔
۸۔ عصر حاضر میں دین کی تفہیم وتشریح	" " "	" " "
۹۔ جماعت اسلامی کے مجلس مشاورت تک	حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہم	کتب خانہ الفرقان گوئن روڈ لکھنؤ،
۱۰۔ حق پرست علماء کی مودودیت سے ناراضگی کے اسباب	حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ	انجمن خدام الدین لاہور
۱۱۔ اظہار حقیقت، بجواب خلافت و ملوکیت	مولانا محمد اسحاق صدیقی مدظلہم	جامعہ عربیہ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵
۱۲۔ تقصیرات تفہیم	مولانا مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری	مدنی دارالتالیف بجنور (یوپی) ہند
۱۳۔ مودودی صاحب اکابر امت کی نظر میں	مولانا حکیم محمد اختر صاحب دام ظلہم	مظہری کتب خانہ ۲/۱ جی ناظم آباد کراچی ۱۸
۱۴۔ مقام صحابہ رضی اللہ عنہم	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ دارالعلوم (کورنگی) کراچی ۱۴
۱۵۔ حضرت معاویہ اور تاریخی حقائق	مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم	" "
۱۶۔ مسئلہ تقلید	مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی	کتب خانہ یحیوی سہارنپور
۱۷۔ تحریک مودودیت کی ایکسرے رپورٹ	مولانا عبدالقدوس رومی مظاہری مفتی آگرہ	صہیب برادرس ۹۸/۱۱ صابن کٹرہ آگرہ
۱۸۔ مودودیت بے نقاب	" " "	" "
۱۹۔ ایک آئینہ میں تین چہرے	" " "	" "
۲۰۔ تفہیم القرآن سمجھنے کی کوشش	" " "	" "
۲۱۔ کھلی چٹھی بنام مودودی صاحب	قاضی مظہر حسین صاحب	چکوال ضلع جہلم مدنی جامع مسجد
۲۲۔ مودودی مذہب	" "	" "
۲۳۔ عادلانہ دفاع، جلد اول و دوم	سید نورالحسن بخاری	مکتبہ رحیمیہ ملتان
۲۴۔ کشف حقیقت	مولانا سعید احمد صاحب مفتی اعظم مظاہر علوم سہارنپور	کتب خانہ یحیوی مظاہر علوم سہارنپور

ملنے کے پتے	اسمائے گرامی مصنفین کرام	اسمائے کتب
مکتبۂ اسلام دیوبند	کریم الدین صاحب	۲۵۔ مودودی صاحب کے غلط نظریات
شعبۂ تصنیف وتالیف مدرسہ عربیہ عثمانیہ تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان	علامہ عبد الستار تونسوی مدظلہ،	۲۶۔ مسئلہ خلافت وملوکیت کی تحقیق وتوضیح اور مودودی صاحب کے صحابہ کرام پر بے بنیاد الزامات کا مدلل جواب۔
جامع مسجد علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵	مولانا محمد یوسف لدھیانوی	۲۷۔ ماہنامہ بینات
ملک سنز پبلشرز فیصل آباد	" " "	۲۸۔ تنقید اور حق تنقید
الجمعیۃ بکڈپو گلی قاسم جان دہلی	جناب وحید الدین خانصاحب	۲۹۔ تعبیر کی غلطی
" " "	" " "	۔ دین کی سیاسی تفسیر
شائع شدہ نوائے پاکستان لاہور ۴، دسمبر ۵۵ء	جناب شمس الحسن صاحب صدیقی استاذ درسگاہ اسلامی دار الاسلام پٹھانکوٹ	۳۰۔ آپ بیتی
شائع شدہ المنیر لائلپور ۴، اکتوبر ۵۸ء	حکیم عبد الرحیم اشرف	۳۱۔ آپ بیتی
سنت نگر لاہور	از ڈاکٹر اسرار احمد صاحب لاہور	۳۲۔ تحریک جماعت اسلامی ایک تحقیقی مطالعہ
پتہ معلوم نہ ہو سکا۔	از حکیم مولانا عبید اللہ سری نگر کشمیر	۳۳۔ اسلامی سیاسیات یا سیاسی اسلام

ان کتابوں اور رسالوں میں مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہم اور مولانا ابو الحسن علی ندوی مدظلہم اور جناب وحید الدین صاحب اور جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب اور جناب حکیم عبید اللہ صاحب سری نگر کی کتابیں زیادہ اہتمام سے پڑھنی چاہئیں۔ نیز جناب حکیم عبد الرحیم صاحب اشرف اور جناب شمس الحسن صاحب کی آپ بیتی بھی زیادہ توجہ کے لائق ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ حضرات جماعت اسلامی کے پر زور داعی اور رکن رکین تھے۔ بلکہ ان میں بعض حضرات جماعت اسلامی کی تاسیس کے وقت شریک تھے۔ یہ سب حضرات جماعت کو اور بانی جماعت کو خوب اندر

باہر سے دیکھ کر علیحدہ ہوتے اور انہوں نے جماعت کے خلاف کتابیں لکھیں اور علیحدگی کے اسباب ظاہر کیے۔ کیا یہ سب لوگ غیر مخلص اور ناسمجھ اور تقوے سے خالی اور صرف دنیادار ہیں کیا ان میں کوئی بھی رجلِ رشید نہیں جو سچی بات کہتا ہو۔ ان حضرات کی کتابیں چھپی ہوئی ہیں۔ البتہ جو چیز کتابی صورت میں نہیں آئی۔ مثلاً شمس الحسن صاحب کی آپ بیتی اور حکیم عبدالرحیم صاحب کی آپ بیتی ان کیلئے "رسالہ مودودیت بے نقاب" مؤلفہ مفتی مولانا عبدالقدوس صاحب رومی مظاہری مفتی شہر جامع مسجد آگرہ ملاحظہ فرمائیں۔ مولانا موصوف نے اپنی اس کتاب میں پانچ ایسے حضرات کی خود نوشت، سرگذشت اور آپ بیتی جمع کی ہے جنہوں نے برسوں جماعت اسلامی کارکن ہوتے ہوئے جماعت کا کام کیا اور پھر جماعت کا رنگ ڈھنگ دینی تقاضوں کے خلاف دیکھ کر جماعت سے علیحدگی اختیار کر لی۔ گھر کے بھیدی سے بڑھ کر اسرار و رموز کا جاننے والا اور کون ہو سکتا ہے۔ جو حضرات جماعت میں شامل تھے اپنے زمانہ شمولیت میں تو جماعت کے نزدیک بڑے مخلص اور متقی اور دینی تقاضوں کو سمجھنے والے اور اقامتِ دین کا بیڑہ اٹھانے والے تھے۔ پھر جب یہ لوگ جماعت سے علیحدہ ہوئے تو جماعت کے کارکنوں کے نزدیک اسی وقت ان میں کیڑے پڑ گئے، ان کا دیانت و تقویٰ سب کافور ہو گیا—— یہ نیا دین ۱۹۴۱ء کی پیداوار ہے۔ جبکہ جماعت اسلامی کے نام سے مودودی صاحب نے ایک جماعت قائم کی تھی۔ ان لوگوں کے نزدیک ایمان اور اسلام، اخلاص، تقویٰ، دیانتداری، اقامت دین کی طلب اور تڑپ صرف ان لوگوں میں مرکوز ہے جو جماعت کا کلمہ پڑھتے ہوں اور مودودی صاحب کی ذہنی غلامی میں مبتلا ہوں۔ جو لوگ جماعت اسلامی کی عقیدت میں پختہ ہو چکے ہیں یا جن کی اغراض جماعت سے وابستہ ہیں وہ تو ان باتوں پر کیا غور کریں گے رہتے نئے متاثرین و متعارفین اور ہمدردانِ جماعت کو ہم ان امور پر غور و فکر کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

احقر محمد اقبال ہوشیارپوری
نزیل مدینہ منورہ
۱۴ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

ضروری وضاحت

(مولانا عبد القدوس نے "مودودیت بے نقاب" میں جو پانچ حضرات کی آپ بیتی جمع کی ہے اس کے دیباچہ میں چند وضاحتیں لکھی ہیں ان میں سے وضاحت ۲ مضمون کی مناسبت سے یہاں درج کی جاتی ہے)

ان آپ بیتیوں کی مجموعی اشاعت سے مقصود یہ دکھلانا ہے کہ علامہ مودودی کی تحریک حکومتِ الٰہیہ اور تحریک اقامت دین کی حقیقت (جس کے متعلق موصوف کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ تحریک انہی خطوط پر قائم کی گئی ہے جن خطوط پر ابتدائی دورِ نبوت میں اسلام کی تحریک چلائی گئی تھی)

ناظرین کھلی آنکھوں دیکھ لیں کہ اس اصلی دعوت اسلام اور اس نقلی تحریکِ اسلام میں کتنا واضح فرق یہ موجود ہے کہ دورِ نبوت کے آغاز میں جو شخص بھی حلقہ اسلام میں داخل ہوا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اسلام ہی کا ہو کر رہ گیا۔ چنانچہ شاہ حبشہ نے جب حضرات مہاجرین سے کچھ سوالات تحقیق حال کیلئے کئے تھے ان میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ کیا جو شخص اس نئے دین میں داخل ہو جاتا ہے پھر وہ اس سے برگشتہ بھی ہوتا ہے جواب میں کہا گیا کہ نہیں، ایسا نہیں ہوتا۔

اسلام کے دورِ اول کی اس تصویر کے بالکل برخلاف آپ دیکھیں گے کہ علامہ کی تحریک اسلام میں جتنے بھی سابقین اولین تھے تقریباً سب ہی برگشتہ و منحرف ہو گئے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہیئے جو کسی زمانہ میں علامہ نے اپنے معترضین کی زبان بندی کے لیے فرمائی تھی کہ میری بات اگر صحیح نہ ہوتی تو فلاں فلاں صاحبان (حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب وغیرہ) میرے ساتھ کیوں ہوتے؟ مگر اس ہٹ دھرمی کا علاج کس کے پاس ہے کہ وہ سب حضرات جو علامہ کے برحق ہونے کا ثبوت تھے وہ سب ہی علامہ کو گمراہ سمجھ کر علیحدہ ہو گئے۔ لیکن خود علامہ اور ان کے معتقدین کو اب بھی اپنے برحق ہونے پر اصرار ہے۔ یہ ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا؟ (مودودیت بے نقاب ص)

اللہ جل شانہ، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع نصیب فرمائے۔

(آمین)

تصانیف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم

اُردو تصانیف

خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی
حکایات صحابہ رضؓ
فضائل ذکر
فضائل نماز
فضائل قرآن مجید
فضائل رمضان
فضائل تبلیغ
فضائل درود شریف
فضائل صدقات کامل ۲ جلد
تبلیغی جماعت پر چند عمومی اعتراضات اور ان کے مفصل جوابات

موت کی یاد
قرآن عظیم اور جبریہ تعلیم
تقریر بخاری شریف
تاریخ مشائخ چشت
اکابر کا رمضان
خوان خلیل
اکابر کا سلوک و احسان
مکتوبات شیخ
آپ بیتی
فتنۂ مودودیت

حجۃ الوداع !

الاعتدال فی مراتب الرجال یعنی اسلامی سیاست شریعت و طریقت کا تلازم (جدید تصنیف)

عربی تصانیف

امانی الاحبار شرح معانی الآثار
لامع الدراری علی جامع البخاری
اوجز المسالک شرح موطاء امام مالکؒ

الکوکب الدری شرح ترمذی
حجۃ الوداع وجزء عمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
الابواب والتراجم للبخاری

بذل المجہود فی شرح ابی داؤد

فتاوی دار العلوم دیوبند

جدید ترتیب اور بے شمار اضافے کے ساتھ

از مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ و مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

دار العلوم دیوبند کی خداداد شہرت اور اس کے فتاویٰ پر تمام ممالک اسلامیہ مسلمانوں کی پنچایتوں اور عدالتوں کا اعتماد محتاج بیان نہیں دور حاضر کے یہ وہ فتاویٰ ہیں جو اکابر علماء کے لکھے اور دیکھے ہوئے ہیں اور جن کو مسلمانوں کے ہر طبقہ میں مستند و معتبر تسلیم کیا گیا ہے۔ یہ فتاویٰ متعدد بار شائع ہو کر مقبول ہوئے ہیں اس دفعہ ترتیب بالکل بدل کر تمام مسائل کو فقہی ابواب و فصول کے تحت کر دیا گیا ہے۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کے کراچی میں لکھے ہوئے فتاویٰ جو اب تک شائع نہیں ہوئے تھے اُن میں سے آج کل کی ضرورت کے بے شمار فتاویٰ کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

کتابت و تصحیح دوبارہ کرائی گئی ہے عکسی طباعت سفید کاغذ

مجلد اعلیٰ کل صفحات ۱۹۰۰

جلد اوّل ۶۰/۰۰ جلد دوم ۷۵/۰۰

کامل دو جلد ---------------- ۱۳۶/۰۰

ملنے کا پتہ :- دار الاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ۱